LYTTON LIBRARY
ALIGARH
MUSLIM UNIVERSITY

سلسلۂ مطبوعات ادارۂ ادبیات اردو شمارہ ۳۱

مکتوبات شاد عظیم آبادی

62

(مرتبہ)

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

(ایم اے، پی ایچ ڈی (لندن)

Azad Home
Library M. A. Library
A. M. U., Aligarh.

(۱۹۳۹ء)

ادارۂ ادبیات اردو
رفعت منزل۔ خیریت آباد۔ حیدرآباد دکن
(سے شائع ہوئی)

قیمت عالر

٨ 915 ۳۳۵
ق۲۱۱ش
۱۸۴۲۸

130/7

LIBRARY
ALIGARH

ملنے کا پتہ

سب رس کتاب گھر

رفعت منزل، خیریت آباد حیدرآباد دکن

-2002

M.A.LIBRARY, A.M.U.
U18428

مطبوعہ

مکتبہ ابراہیمیہ مشین پریس

2/92

فہرست

مقدمہ

(صفحات ۵ تا ۱۶)

فہرست خطوط

نمبر	تاریخ مکتوب	صفحہ	نمبر	تاریخ مکتوب	صفحہ
۱	۲ جولائی سنہ ۱۸۹۶ء	۱۷	۱۳	۲۶ر دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء	۶۸
۲	۵ر اکتوبر سنہ ۱۸۹۶ء	۱۹	۱۴	۳۰ دسمبر مکرر التماس سنہ ۱۹۱۹ء	۶۹
	(سنہ ۱۹۰۱ء تا سنہ ۱۹۰۶ء)		۱۵	فروری سنہ ۱۹۲۰ء	۸۱
۳	۱۰ر جنوری سنہ ۱۹۰۱ء	۲۱	۱۶	۹ر مارچ سنہ ۱۹۲۰ء	۸۳
۴	۷ر نومبر سنہ ۱۹۰۳ء	۳۸	۱۷	۱۶ر اپریل سنہ ۱۹۲۰	۸۷
۵	۲۱ر جنوری سنہ ۱۹۰۵ء	۵۲	۱۸	۲۳ر جنوری سنہ ۱۹۲۱ء	۸۸
۶	۲۳ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء	۶۲	۱۹	۲۸ر دسمبر سنہ ۱۹۲۱	۸۹
۷	۱ فروری سنہ ۱۹۰۶ء	۶۳		(سنہ ۱۹۲۲ء)	
۸	۲۰ جولائی سنہ ۱۹۰۶ء مع قطعۂ تاریخ	۶۹	۲۰	۱۳ر جولائی سنہ ۱۹۲۲	۹۵
			۲۱	۴ر اگست سنہ ۱۹۲۲	۹۸
۹	۷ جولائی سنہ ۱۹۰۶ء	۷۱	۲۲	۱۳ر اپریل سنہ ۱۹۲۲ء	۱۰۷
۱۰	۵ر ستمبر سنہ ۱۹۰۷ء	۷۳	۲۳	۱۱ر اگست سنہ ۱۹۲۲ء	۱۱۰
	(سنہ ۱۹۱۵ء تا سنہ ۱۹۲۱ء)		۲۴	۱۹ر سنہ ۱۹۲۲	۱۱۱
۱۱	۱۰ نومبر سنہ ۱۹۱۵	۷۵	۲۵	۳ ستمبر سنہ ۱۹۲۲	۱۱۳
۱۲	۲۶ر نومبر سنہ ۱۹۱۵	۷۷	۲۶	۱۷ر ستمبر سنہ ۱۹۲۲	۱۱۹

۲۷	۲۱ ستمبر سنہ ۱۹۲۲ء	۱۲۱	۴۸	۲۴ فروری سنہ ۱۹۲۵ء	۲۲۱
۲۸	۲۱ اکتوبر سنہ ۱۹۲۲ء	۱۲۹	۴۹	۲۲ اپریل سنہ ۱۹۲۵ء	۲۲۵
۲۹	۲۴ نومبر سنہ ۱۹۲۲ء	۱۳۱	۵۰	۸ مئی سنہ ۱۹۲۵ء	۲۲۷
۳۰	۶ دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء	۱۳۳	۵۱	۱۱ جون سنہ ۱۹۲۵ء	۲۲۹
	—(سنہ ۱۹۲۳ء)—		۵۲	۱۳ جولائی سنہ ۱۹۲۵ء	۲۳۰
۳۱	۴ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء	۱۳۶	۵۳	۱۰ اگست سنہ ۱۹۲۵ء	۲۳۶
۳۲	۱۰ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء	۱۴۳	۵۴	۲۹ اگست سنہ ۱۹۲۵ء	۲۴۰
۳۳	۲۲ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء	۱۴۴	۵۵	۱ ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء	۲۴۴
۳۴	۱۵ فروری سنہ ۱۹۲۳ء	۱۵۴	۵۶	۸ ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء	۲۴۸
۳۵	۹ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء	۱۵۶	۵۷	۱۰ اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء	۲۵۱
۳۶	۳ مئی سنہ ۱۹۲۳ء	۱۵۸		—(سنہ ۱۹۲۶ء)—	
۳۷	۱۰ مئی سنہ ۱۹۲۳ء	۱۶۱	۵۸	۲۲ جنوری سنہ ۱۹۲۶ء	۲۵۳
۳۸	۳۰ اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء	۱۶۲	۵۹	۱۰ اگست (بنام احمد علی خان صاحب) سنہ ۱۹۲۶ء	۲۵۵
۳۹	۱۳ دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء	۱۶۵	۶۰	۱۲ اگست سنہ ۱۹۲۶ء	۲۵۹
۴۰	۱۹ دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء	۱۸۰	۶۱	۲۴ اگست سنہ ۱۹۲۶ء	۲۶۲
	—(سنہ ۱۹۲۴ء)—		۶۲	۱۸ دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء	۲۶۳
۴۱	۹ جنوری سنہ ۱۹۲۴ء	۱۸۳		(بلا تاریخ اور بے ترتیب خطوط)۔	
۴۲	۲۹ جنوری سنہ ۱۹۲۴ء	۱۸۸	۶۳	بلا تاریخ نامکمل خط	۲۶۴
۴۳	۲۰ فروری سنہ ۱۹۲۴ء	۱۹۵	۶۴		۲۷۷
۴۴	۲۲ فروری سنہ ۱۹۲۴ء	۲۰۳	۶۵	بنام صغریٰ بیگم (مسز ہمایوں مرزا)	۲۸۱
۴۵	۳۰ جون سنہ ۱۹۲۴ء	۲۱۲	۶۶	کسی خط کا تکملہ	۲۸۶
۴۶	۵ دسمبر سنہ ۱۹۲۴ء	۲۱۳	۶۷	۸ ذیحجہ سنہ ۱۳۳۲ھ کا ایک خط	۲۸۷
	—(سنہ ۱۹۲۵ء)—			ایک قطعہ اور غزلوں کے	
۴۷	۳ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء	۲۱۸	۶۸	ساتھ کا خط	۲۹۲

LYTTON LIBRARY
ALIGARH
MUSLIM UNIVERSITY
۸۶

مقدمہ

شاؔد عظیم آبادی کا نام اُردو دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ وہ ہماری زبان کے ایک بہت بڑے شاعر تھے۔ شاعری کے علاوہ تصنیف و تالیف اور فضل و کمال کی وجہ سے بھی ان کو ایک خاص اہمیت حاصل تھی۔ ان کے شاعرانہ کمال اور تبحرِ علمی کی اگرچہ ان کی زندگی میں ان کے حوصلے کے مطابق قدر نہیں کی گئی لیکن جوں جوں زمانہ گذرتا جاتا ہے یہ مردہ پرست دنیا ان کے کارناموں کی صحیح عظمت سے واقف ہوتی جارہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عظیم آباد سے سیکڑوں میل دور حیدرآباد کے ادارۂ ادبیات اُردو نے ان کے رشحاتِ قلم کو محفوظ کرنے اور آہستہ آہستہ شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اور یہ سعادت راقم الحروف کے نصیب میں لکھی تھی کہ حضرتِ شاؔد جیسے باکمال محسنِ اُردو کے بلند پایہ خطوط کو مرتب کر کے اشاعت کے قابل بنائے۔

شاؔد کے حالاتِ زندگی ایک چھوٹی سی کتاب "گلشنِ حیات" ۱۳۴۲ھ[1] میں انہی کے ایک شاگرد سید معین الدین احمد قیس رضوی عظیم آبادی نے شائع کئے تھے جس کے دوسرے ایڈیشن کا ایک ایسا نسخہ میرے پیش نظر ہے جس میں جگہ جگہ خود حضرت شاؔد نے اپنے قلم سے نوٹ لکھے ہیں

---

[1] صفحہ ۱۳ پر یہاں شاؔد کے استاد نواب جعفر حسن خان فیض کا ذکر ہے اس جگہ حاشیہ پر لکھا ہے" (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

شاد کی شاعری سے متعلق بھی اس عرصہ میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ سب سے پہلے مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے "کلام شاد حصہ اوّل (۱۳۴۱ھ) کے مقدمہ میں نہایت جچی تلی اور بے لاگ رائے ظاہر کی۔ اور بالکل صحیح لکھا ہے کہ:-

> "شاد کی شاعری حسن و عشق کے عامیانہ اور سوقیانہ انداز بیان سے تمام تر پاک ہے۔ پاکبازانہ حسن و عشق، رزم و بزم کی دلکش روداد کے علاوہ ان کی شاعری میں اخلاق، فلسفہ، تصوف، اور توحید کا عنصر بہت زیادہ ہے۔ غزل گوئی کے لحاظ سے شاد میں میر کے بہت سے انداز پائے جاتے ہیں۔ حسن و عشق کی داستان سرائی میں وہی سادگی اور متانت ہے۔ چھوٹے چھوٹے الفاظ میں سادہ ترکیبیں ہیں، بیان میں وہی رقت ہے، میر ہی کے اوزان و بحور ہیں، وہی انداز کلام ہے، وہی فقیرانہ صدا ہے، اس لئے شاد کو اس دور سخن کا میر کہا جائے تو بالکل بجا ہے۔" (صفحہ ۱۴)

یہ تو شاد کے کلام کے متعلق ۱۸ سال قبل لکھا گیا تھا۔ لیکن اب کہ میں یہ خطوط مرتب کر رہا ہوں رسالہ شاہکار لاہور بابت ستمبر ۱۹۳۹ء میں ایک مضمون مولوی سید عابد علی صاحب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) "اصل یوں ہے کہ میں نے بجز حضرت فریاد علیہ الرحمہ کے کسی سے اصلاح نہیں لی۔ علم شاعری کا جو کچھ مادہ حاصل ہوا حضرت ہی کا فیض ہے۔ دیکھو میرے تصانیف کو۔ راقم شاد عفی عنہ" یا ایک جگہ صفحہ ۹ میر انیس کے سلام سے سبک ہو چلی تھی ترازوئے شعر مگر ہم نے پلہ گراں کر دیا کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ "یہ سلام جب میر جنت مکانی نے عظیم آباد میں کہا تھا میں بھی حاضر تھا اور شعروں کو لکھتا جاتا تھا۔ راقم سید علی محمد شاد"

ام۔ اے ایل ایل بی کا شائع ہوا ہے جو اصل میں حیات شاد عظیم آبادی کا ایک ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ اور جس انداز میں یہ لکھا گیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ مضمون نگار شاد مرحوم کے بارے میں ابھی تلاش و تحقیق کر رہے ہیں انھوں نے بہت سی بحثیں ایسی چھیڑی ہیں جو معلومات کی کمی کی وجہ سے تشنہ رہ گئی ہیں یقین ہے کہ وہ ان مکتوبات شاد کی اشاعت کے بعد شاد کے متعلق ایک مکمل و مبسوط کتاب تیار کر سکیں گے۔ ان کے اس مضمون کو دیکھنے کے بعد راقم الحروف نے حیات شاد لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا ورنہ اتفاق سے ادارۂ ادبیات اردو میں ایسا مواد محفوظ ہو گیا ہے جو اس کام کی تکمیل میں بڑا ممد و معاون ہوتا۔

شاد جنوری سنہ ۱۸۴۶ء میں پیدا ہوئے اور ٹھیک اکیاسی سال کی عمر میں جنوری سنہ ۱۹۲۷ء میں انتقال کیا۔[1]

ان کے جو خطوط اس وقت شائع کئے جا رہے ہیں۔ ان کی مراسلت پچاس سال کی عمر سے شروع ہوتی ہے اور ان کے انتقال کے زمانہ تک جاری رہتی ہے۔ اس مجموعہ کا پہلا خط ۲ جولائی سنہ ۱۸۹۶ء کو لکھا گیا تھا جب شاد کی عمر پچاس سال تھی

---

[1] اتفاق کی بات ہے کہ شاد نے اپنے ایک خط مورخہ ۲۴ فروری سنہ ۲۵ء میں پیشین گوئی کی تھی کہ: "ڈیڑھ برس کی ابھی اور حیات باقی ہے" (دیکھو صفحہ ۲۲۵) لیکن وہ اپنے اندازے سے چار پانچ ماہ زیادہ زندہ رہے۔

ماہ کی تھی۔ اور آخری خط ۱۸ر ڈسمبر ۱۹۲۶ء کو لکھا گیا جس کے بعد شاد صرف دو ہفتے ہی زندہ رہے۔ تیس سال کی مدت اچھی خاصی ہوتی ہے۔

اور سچ تو یہ ہے کہ یہ زمانہ شاد کی زندگی کے بہترین حصہ پر مشتمل تھا جب کہ وہ تحصیل و اکتساب کی منزل سے گذر کر فیض بخشی اور صاحب کمالی کے مرتبہ کو پہنچ چکے تھے۔

یہ تمام خطوط سید ہمایون مرزا (بیرسٹر) مرحوم یا ان کی رفیق حیات صغریٰ بیگم کے نام لکھے گئے ہیں۔ صرف ایک خط یعنی نمبر (۵۹) احمد علی خاں صاحب کے نام ہے، جس کو خود شاد نے ہمایون مرزا صاحب کے یہاں روانہ کر دیا تھا۔ ہمایون مرزا حضرت شاد کے استاد حضرت فریاد کے اکلوتے فرزند اور ان کے بڑے غمگسار و مددگار دوست تھے۔ ان خطوں کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ انھوں نے موقع بموقع شاد کی رقمی امداد کی ہے۔ اور آخر عمر میں ان کے سوا شاد کا کوئی مددگار معاون اور بے تکلف دوست نہیں رہا تھا۔ اسی لئے ان کے نام جس بے تکلفی اور آزادی کے ساتھ انھوں نے خط لکھے ہیں شاید ہی کسی کو لکھے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض جگہ اپنی طبعی خودداری اور آن بان کا بھی خیال نہیں رکھا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:-

> "سب سے بڑھ کر میرے لئے آپ ہیں۔ بخدا میں اپنی حالت بھائی اور بیٹے پر تمام ظاہر نہیں کر سکتا الا آپ پر۔ چاہے کامیابی ہو نہ ہو میرے لئے کوئی ذلت

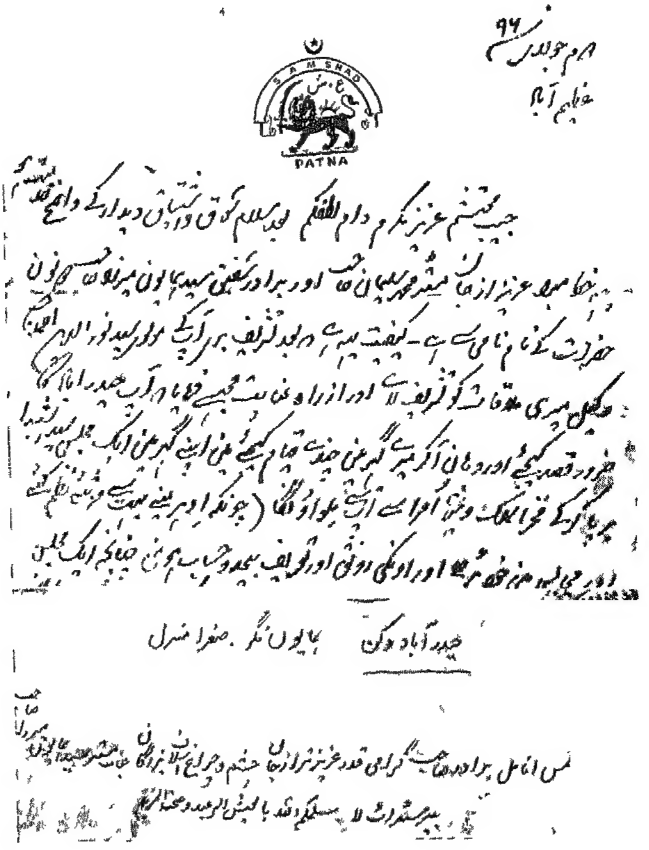

۱۹ جولائی سنہ ۹۶
عظیم آباد

SAMSHAD
PATNA

حبیب محتشم عزیز مکرم دام لطفکم بعد سلام شوق و اشتیاق دیدار کے واضح خدمت [illegible]

[illegible] عزیز از جان میر محمد سلیمان صاحب اور برادر حقیقی سید ہمایوں میرزا صاحب [illegible]

حضرت سکندر نام ہی ہے۔ کیفیت یہ ہے کہ بعد تشریف بری آپکے مولوی سید نور الدین احمد صاحب

صاحب میری ملاقات کو تشریف لائے اور از راہ عنایت مجھے [illegible] آپ حیدرآباد کا

ضرور قصد کیجئے اور وہاں اگر میرے گھر میں چند روز قیام کیجئے میں اپنے گھر میں ایک جلسہ [illegible]

[illegible] کرکے قمر الملک وغیرہ امرا سے آپکو ملواؤنگا (چونکہ ادھر بیٹے بہت [illegible]

[illegible] اور ان کی رونق اور تعریف بحد و حساب ہو رہی [illegible] چنانچہ ایک جلسہ

حیدرآباد دکن ہمایوں نگر۔ صغرا منزل

[illegible] برادر صاحب گرامی قدر عزیز تر از جان [illegible]

[illegible] بالخیر [illegible]

عکس خط شاد عظیم آبادی

محترمہ صغریٰ بیگم ہمایوں مرزا

نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کس شخص نے میرے داماد سید جعفر صاحب کو لکھیم پور میں میری ان دنوں کی تکلیف کا حال لکھ بھیجا تھا۔ انھوں نے تین سو روپے میرے پاس بلا اظہار کسی امر کے بھیج دیئے۔ اس قدر رنج ہوا کہ کھانا نہ کھایا گیا۔ روپے واپس کیئے اور لکھا کہ آپ نے مجھ کو فقیر بے حیا سمجھا۔ آئندہ پھر ایسا نہ کیجئے گا۔" (خط نمبر ۲۵ صفحہ ۲۲۳)

خطوط کی فہرست دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ سنہ ۱۹۲۲ء یعنے انتقال سے پانچ سال پیشتر سے ہمایوں مرزا مرحوم سے ان کی مراسلت بہت زیادہ ہوگئی تھی کیونکہ وہ اپنے استاد کی سوانح عمری کی تکمیل میں محو ہوگئے تھے اور اس کام کو اپنا مقدس فریضہ سمجھتے تھے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جیسا انھوں نے اپنے کئی خطوں میں لکھا ہے[1]) وہ اس کتاب کو ختم کرنے سے پہلے مرنا نہیں چاہتے تھے۔ اور ان کی اس قوت ارادی نے اس کے تکملہ تک زندہ رہنے میں ان کی بڑی مدد کی چنانچہ

---

[1] مثلاً ۵ر دسمبر سنہ ۱۹۲۴ء کے خط میں لکھا ہے :۔ "سنا بھائی میں جس دن حضرت کی سوانح عمری کو ختم کر کے خاتمہ لکھوں گا اسی دن تم سے رخصت ہو جاؤں گا .... جب تک آنحضرت کی سوانح عمری پوری نہیں ہوتی اگر میں مرجاؤں تو مجھ پر لعنت ہے۔" دیکھو صفحہ ۲۱۷

اسی طرح ۳ر جنوری سنہ ۱۹۲۵ء کو لکھا ہے کہ :۔ "یقین کیجئے کہ جب تک اس کی ترتیب نہ ہوگی میں نہیں مرونگا"، صفحہ ۲۱۹

دس نومبر ۱۹۲۶ء کو انھوں نے اس کا کام ختم کیا اور ۲۱ دسمبر ۱۹۲۶ء کو اس کے بارے میں آخری خط لکھا اور جنوری ۱۹۲۷ء میں انتقال کر گئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت ہر شخص کو ایک خاص کام اور مقصد کی تکمیل تک زندہ رکھنا چاہتی ہے اور جب وہ مکمل ہو جاتا ہے تو اس شخص کی قوت ارادی بھی ختم ہونے لگتی ہے۔ البتہ شادؔ مرحوم کے دل میں "حیات فریاد" کو چھپا ہوا دیکھنے کی حسرت ضرور باقی رہ گئی۔ کیونکہ یہ کتاب ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند سید حسین خانصاحب کی کوشش اور مولٰنا سید سلیمان ندوی کے اہتمام سے شائع ہوئی۔ اس کے دیباچہ میں حضرت شاد کے فرزند نے ان کی تصنیفات کے بارے میں لکھا ہے کہ:۔

> "حضرت والد مرحوم نے اپنی غیر منطبع تالیفات و تصنیفات نظم و نثر کا بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ پچاس ساٹھ جز سے زیادہ تو حضرت کا کلیات مشتمل بر غزلیات، مخمسہ جات، رباعیات، قطعات وغیرہ ہے۔
>
> ڈیڑھ سو سے زیادہ مرثیے ہیں، اور کوئی مرثیہ سوا سو بند سے کم نہیں ہے، نثر کی کتابوں کا ایک معتد بہ ذخیرہ ہے۔ یہ کل چیزیں انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ چھپوائی ہیں۔"

لیکن ہماری نظروں میں حضرت شادؔ کے یہ خطوط ان کے کلام کے بعد ان کی جملہ تحریروں سے زیادہ اہم ہیں۔ خطوط کیا ہیں معلومات کا ایک بحر بیکراں ہے جو موجزن ہے۔ ادب اُردو کی تاریخ لکھنے والے ان کے مطالعہ سے ایسی ایسی

ضروری اور نایاب معلومات اور مواد حاصل کریں گے جو اردو کے کسی اور ادیب کے خطوط میں نہیں مل سکتا۔ یہ خطوط صحیح تنقید اور ذوق ادب کے ایسے گرانبہا مضامین ہیں جن کا مطالعہ اُردو ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگا۔ بعض خط تو کتاب کے تقریباً تیس تیس صفحات پر مشتمل ہیں۔ اتنے طویل خط شاید ہی اُردو کے کسی اور ادیب کے مجموعۂ مکتوبات میں مل سکیں۔

ان خطوط کے مطالعے سے عظیم آباد کے علمی و ادبی ماحول اور وہاں کے بعض شریف و متمدن خاندانوں کی نسبت بھی بڑی کارآمد باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ چونکہ شاد عظیم آبادی کو تاریخ سے خاص لگاؤ تھا۔ اس لئے جگہ جگہ ان کے قلم نے اہم تاریخی معلومات محفوظ کر دی ہیں۔ مرثیہ نگاری اور لکھنؤ کے مشہور مرثیہ نگاروں کے بارے میں بھی شاد نے جو پتہ پتہ کی باتیں ان مکتوبات میں قلمبند کر دی ہیں وہ کسی اور ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتیں۔

سب سے آخر میں لیکن سب سے زیادہ اہم معلومات خود شاد کے متعلق ان خطوط میں موجود ہیں انھوں نے اپنے متعلق جتنا اپنے ان خطوط میں لکھا ہے شاید ہی کسی اور جگہ لکھا ہو۔ یوں بھی طبعاً وہ اپنی ذات کے متعلق کہنے اور لکھنے کی طرف زیادہ مائل تھے لیکن ان خطوط میں تو بعض جگہ اتنا زیادہ لکھ گئے ہیں کہ وہ خود نمائی کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ اور یہ سب باتیں انکے سوانح نگار کیلئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوں گی کیونکہ صرف ان خطوط ہی کی مدد سے حضرت شاد کی ایک مبسوط و مستند سوانحعمری مرتب کی جا سکتی ہے۔ ان میں انھوں نے اپنے خاندان، ماحول، تعلیم و تربیت، اساتذہ، شادی، آل و اولاد، آمدنی، طرز معاشرت، اخلاق و عادات، دوست احباب، تلامذہ، تصنیفات نثر،

شاعری، مرثیہ نگاری غرض ہر موضوع پر اتنا لکھدیا ہے کہ اور ذریعہ معلومات پیدا کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی ۔

ان مکتوبات کے مرتب کرتے وقت شاد مرحوم کی حسب ذیل تحریر بھی میری نظر سے گذری کہ :-

> "یہاں اکثر اہلِ قلم آپ سے میرے خطوط اردو ضرور مانگیں گے تاکہ پرچوں میں درج کریں مگر امید ہے کہ آپ احتیاط فرمائیں گے ۔ خدا جانے میں آپ کو کیا کیا لکھ دیا کرتا ہوں ۔ اور آپ پر مجھ کو کیسا بھروسہ ہے جو غیروں پر کیا معنی عزیزوں پر بھی نہیں ہو سکتا ۔ کل ہی خبر سنی کہ ایک مولانا صاحب جو پرچہ نکالنے والے ہیں وہ میرے خطوط کی نقل کی خواستگاری آپ سے کرنے والے ہیں"
>
> (۲۰ فروری سنہ ۱۹۲۴ء صفحہ ۲۰۳)

لیکن اب کہ کاتب اور مکتوب الیہ دونوں باقی نہ رہے اور رہے نام اللہ کا ان خطوں کو محض اردو ادب کی وسعت اور اہلِ اردو کے استفادہ کی غرض سے شائ کیا جا رہا ہے ۔ ورنہ قوی اندیشہ تھا کہ یہ تلف ہو جاتے اور اردو اپنے ایک بہت بڑے انشا پرداز، شاعر اور محسن کے رشحات قلم سے محروم رہجاتی ۔ ان خطوط کا م ظاہر کر دے گا کہ شاد عظیم آبادی اپنی تصنیف و تالیف میں کیسی تلاش و جستجو اور ہرگ سے کام لیا کرتے تھے ۔ اسّی برس کی عمر ہو چکی تھی لیکن ان کے ایک ایک جگہ کام کرنے کا ولولہ، محنت و مشقت کی عادت، اور اپنے مقصد کی تکمیل کی خا

مضطربانہ سرگرمی جھلکتی نظر آتی ہے۔ یہی وہ باعظمت شخصیتیں ہیں جن کی زندگی نوجوانوں کے لئے درسِ عبرت، گمراہوں کے لئے شمعِ ہدایت، اور بوڑھوں کیلئے سرچشمۂ بصیرت ثابت ہوتی ہے۔

آخر میں ضروری ہے کہ میں صغریٰ بیگم ہمایوں میرزا کا شکریہ ادا کروں کہ انہی کی عنایت سے یہ تمام خطوط اشاعت کے لئے حاصل ہوئے۔ اور اس امر کا اظہار بھی نامناسب نہیں کہ یہی وہ خوش قسمت "سرتاج خاتونانِ ہند" ہیں جن کا ذکر شاد مرحوم نے اس مجموعہ کے تقریباً ہر خط میں اسی معزز لقب کے ساتھ کیا ہے۔

رفعت منزل

۱۵ اکتوبر سنہ ۳۹ء

سید محی الدین قادری زورؔ

[illegible]47 = 41, 43, 53, 54, 55, 57, 58, 6
64, 65, 86, 93, 97, 100, 101, 102, 1
[illegible], [illegible],

خطوط

دوم جولائی سنہ ۹۶

عظیم آباد

حبیب محتشم عزیز مکرم دام لطفکم بعد سلام شوق و اشتیاق دیدار کے
واضح خدمت ہو یہہ خط میرا عزیز از جان مسٹر محمد سلیمان صاحب اور برادر شفیق سید
ہمایوں میرزا صاحب دونوں حضرات کے نام نامی سے ہے کیفیت یہہ ہے کہ بعد
تشریف بری آپ کے مولوی سید نور اللہ احمد صاحب وکیل میری ملاقات کو تشریف
لائے اور از راہ عنایت مجھ سے فرمایا کہ آپ حیدرآباد کا ضرور قصد کیجئے اور وہاں
آکر میرے گھر میں چند سے قیام کیجئے میں اپنے گھر میں ایک مجلس سید الشہدا برپا کرکے
فخر الملک وغیرہ امراء کو آپ سے ملواؤنگا (چونکہ ادھر میں نے بہت سے مرثیے
نظم کئے اور مجالس میں خود پڑھے اور ان کی رونق اور تعریف بیحد و حساب ہوئی چنانچہ
ایک مجلس عظیم الشان میں اکثر بیرسٹر بھی شریک تھے اور یک زبان ہوکر بے حساب
داد دی اس لئے ہمارے نور میاں کو بہت جوش پیدا ہوا اور یہہ صلاح دی)
میں نے اس کے جواب میں اپنے عزیز مسٹر سلیمان صاحب کی رائے ظاہر کی کہ
بغیر خط سفارشی بنام مسٹر پلوڈن کے آنا اچھا نہیں معلوم ہوتا بایں ہمہ آج میں صاحب
کمشنر بہادر سے ملنے گیا تھا چونکہ چند روز بعد لفٹنٹ گورنر آنے والے ہیں ایک قطعہ

ان کے ورود کے لئے حسب معمول نظم کر کے کمشنر صاحب کو دکھانے گیا تھا مجھ سے بے اختیار خود کہنے لگے کہ آپ کے لئے ہم حیدرآباد جانا بہت پسند کرتے ہیں اگر آپ کہئے تو ہم مسٹر پلوڈن صاحب کو چٹھی لکھ دیں بشرطیکہ آپ جانے پر مستعد ہو جئے میں نے کہا کہ میرے عزیز بیرسٹر بالفعل حیدرآباد میں پراکٹس کرتے ہیں میں ان سے صلاح کر کے آپ کی خدمت میں عرض کروں گا۔

اس وقت یہ خط اسی لئے آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں ذیل کی باتوں کا جواب دیجئے اور خوب سوچ کر میرے حق میں جو مناسب ہو وہ لکھئے۔

(۱) خط صاحب کمشنر پٹنہ بنام رزیڈنٹ کافی ہوگا یا اور کچھ بندوبست کریں یعنی کلکتہ جاکر اور انگریزوں سے بھی کہیں۔

(۲) اگر کمشنر صاحب سے خط لکھوائیں تو اس کا کیا مضمون ہو۔

(۳) اپنے لڑکے کو ساتھ لائیں یا نہیں مشکل یہہ ہے کہ بغیر لڑکے کے زیادہ قیام میرا ناممکن ہوگا۔

(۴) ایسی حالت میں میرے خرچ آمد و رفت کو پانچ سو روپے کافی ہوں گے یا نہیں۔

(۵) لباس کس قسم کا وہاں درکار ہے مطلب یہہ کہ جو لباس کی قطع ہے وہ تو بدلتا

ناممکن مگر قسیم پارچہ کیا ہو۔

(۶) مولوی خدا بخش خاں صاحب سے امید نہیں شاید حافظ صاحب بھی کچھ معین ہوں تو اپنے وہاں آنے کی خبر ان کو خواہ مولوی سید حسین صاحب کو دینا چاہئے یا نہیں۔

(۷) رزیڈنٹ کے ذریعہ سے مکان قیام مجھے مل سکتا ہے یا نہیں

امید ہے کہ آپ لوگ خوب سوچ بچار کر اس کا جواب تحریر فرما کر مجھ کو مشکور احسان فرمائے تاکہ اگر میرے ہزار پانچ سو خرچ ہوں تو بیکار نہ جائیں۔

یہاں گرمی کی شدت ہے ایک دو پانی برسا ہے مگر کافی نہیں ہے باقی سب خیریت ہے فقط

آپ کا دعاگو

سید علی محمد شاد غفرلہ

(۲)

۵ اکتوبر سنہ ۹۶ء

منمقام عظیم آباد

اخوی گرامی قدر عزیز از جان فدایت شوم

بعد ادعیہ موفورہ وسلام شوق بصد نیاز واضح خدمت ہو مدت سے

مزاج مبارک کا حال معلوم نہیں اور نہ تفصیل یہہ علم ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے پراکٹس کی کیفیت کیا ہے اور حیدرآباد نے پورا آپ کو سمجھا یا ابھی نہیں از راہِ کرم و عنایت مفصل خبر دیجئے۔

یہاں کی مختصر کیفیت یہہ ہے کہ عزیزی مولوی احمد علی خاں صاحب سلمہٗ کی دو لڑکیاں یکے بعد دیگرے تپ وغیرہ عوارض میں انتقال کر گئیں لڑکا بھی انھیں عوارض میں سخت علیل تھا مگر اب خدا کے فضل سے اچھا ہے۔ جناب نواب بہادر صاحب اس دفعہ تپاک قلب میں سخت علیل ہو گئے تھے کہ امید حیات نہ تھی مگر الحمد للہ اب اچھے ہیں۔ ایک عمدہ خبر یہہ ہے کہ اس دفعہ ایک سال سے میں نے مرثیہ کہنا شروع کیا خوب خوب مجلسیں ہوئیں شہر کے سب بیرسٹر اور وکلا اور رؤسا دو دو ہزار آدمی جمع تھا میر انیس کی مجلسیں تھیں اگر آپ شریک ہوتے تو خدا جانے کس قدر خوش ہوتے اب تک پندرہ سولہ مرثیہ کہہ چکا ہوں میرا قصد حیدرآباد آنے کا مصمم ہے اور گمانِ غالب ہے کہ کمشنر صاحب اور بولٹن صاحب چیف سکرٹری (حسب وعدہ) بنام رزیڈنٹ چٹھیاں بھی لکھ دیں مگر تردد یہ ہے کہ وہاں بجز آپ دو آدمیوں اور مولوی نورالدین صاحب کے میرا کون ہے۔

کیا رزیڈنٹ صاحب ایسی توجہ کریں گے کہ جلد کوئی کام نکلے اور وزیر و اُمرائے دکن سے جلد تعارف ہو اور دو چار ہفتوں میں کوئی کارسازی ہو جائے عمرِ نوح و صبرِ ایوب سے ڈرتا ہوں رہنے کے لئے تو شاید عزیزی مسٹر سلیمان صاحب مدعمرہٗ یا مولوی سید نورالدین صاحب کا مکان کافی ہو۔ اس درمیان میں مجھے کلکتہ جانا بھی ضرور ہوگا۔ اب آپ ازراہِ کرم پروری یہہ تحریر فرمائیے کہ کس زمانہ میں حاضر ہوں

میں نے اپنے سوانح مع نسب نامہ کے اسی خیال سے انگریزی میں لکھوا کر چھپوانے کا قصد کیا ہے۔ اب میں اس خط کے جواب کا منتظر رہوں گا خداوندِ عالم آپ کی حیات اور اقبال میں ترقی عطا کرے آمین

دعاگوئے جناب شما
سید علی محمد شاد غفرلہٗ

(۳)

۱۰ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء روز شنبہ

عظیم آباد پٹنہ

میرے مایۂ ناز برادر نواز بھائی خداوند کریم آپ کو مجھ بوڑھے دعاگو کے سر پر سلامت رکھے آمین

تسلیم بالتکریم و ادعیہ وافیہ قبول فرمائیے اللہ اکبر نہیں معلوم آپ کا مسرت بھرا خط میں جاگتے میں پڑھ رہا ہوں یا خواب میں۔ آج کی مسرت کے بیان کرنے

کے لیئے میرے پاس لفظ ہی نہیں ہیں۔ آپ کی شادی خانہ آبادی اور ایسی حسب خواہ اللھم لک الحمد حمداً کثیراً الشکر ہے کہ خدا نے جوڑا اچھا ملایا اگر آپ کو اپنی عروس سلمہا کی لیاقت اور خاندان اور خیالات اور وجاہت ظاہری پر مسرت ہے تو آپ کی عروس سلمہا اور ان کے عزیزوں کو بھی فخر کرنا چاہیئے کہ آپ ایسا جوہر قابل مایۂ ناز عزیزاں اور اس بڑے باپ کا سعید فرزند رشتہ مند ہاتھ آگیا جس پر خود کمال اور بزرگی کو افتخار ہے اللہ تعالےٰ یہ پیوند مبارک کرے پھلے پھولے اور یوماً فیوماً کرسئی جاہ وجلال و اقبال پر ترقی نصیب رہے اللھم آمین۔

ہرچند آپ نے اپنی شادی میں اس غریب بوڑھے بھائی نہیں نہیں بلکہ اپنے باپ کے ایک ادنےٰ خاندانی کفش بردار کو یاد نہ کیا اور سسرال کی دعوت تنہا نوش کر لی مگر اس دور افتادہ دعاگو کو تو ضرور یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اپنی بھاوج صاحبہ کے لیئے حسبِ رواجِ خاندان کوئی ایسی چیز پیش کروں کہ ہماری بھاوج کے لیئے باعثِ مسرت ہو انشاء اللہ ایسا ہی کروں گا از راہ عنایات میری دعا اور مبارکباد فرما دیجئے۔ آپ نے میرے کلیات کا حال پوچھا ہے کہ اگر میں صراحت اور تفصیل سے اپنے حالات سے آپ کو اطلاع نہ دوں تو کس کو دوں۔ میرے پیارے بھائی بخدا اب میں وہ علی محمد شاد نہیں ہوں جس کو آپ اپنی کم سنی سے دیکھتے آئے بقول شخصے ہاتھی پھرے گاؤں گاؤں جس کا ہاتھی اسی کا ناؤں چونکہ یہ کل ترقیاں آپ کے پدرِ بزرگوار کی روحِ مقدس اور دعا کا صدقہ

ہیں اس لئے آپ سے ضرور بیان کر دینا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور پرنور اعلی اللہ مقامہ نواب بہادر مرحوم کے امام باڑہ میں میر مونس مغفور کے لینے کو تشریف فرما تھے اور خادم پہلو میں حاضر تھا میر مونس مرحوم نے وہ مرثیہ پڑھا

؎ مجلس افروز ہے مذکورِ وفاداری حر

حضرت نے بھی بہت کچھ داد دی جب مرثیہ سن کر دولت خانہ پر تشریف فرما ہوئے تو اس خادم کو ہمراہ لیتے گئے میں نے دبی زبان سے عرض کیا حقیقت الام ہیں یہ مرثیے جو ہم سنتے ہیں اعجاز ہیں کسی کی قدرت نہیں ہے کہ ایسے مرثیے نظم کر سکے استاد مرحوم نے فرمایا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو یہ مرثیے الہامی ہیں مگر فلاں فلاں امر کی اگر ریاضت کرو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ پچاس برس کی عمر میں (یہی عمر شباب کمال کی ہے) تم بھی ایسے مرثیے کہہ دو گے بلکہ تمہارے خیالات اس سے زیادہ عالی ہوں گے پھر ٹھہر کر یہ فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم منبر پر اپنا کلام پڑھ رہے ہو اور سامعین اسی طرح جیسی میر مونس کی داد دیتے ہیں داد دے رہے ہیں پھر حضرت نے چند ایسے نصائح کئے کہ حرف حرف اس کا میرے دل میں گڑ گیا۔ میں حیران تھا کہ الٰہی حضرت نے یہ کیا حکم لگا دیا حالانکہ میں غزل سرائی کرتا ہوں۔ غرض ایک مدت اس پر گذر گئی سنہ ۱۸۹۴ء میں میں اپنا کلیات نظم مرتب کرنے لگا جس میں فضلِ خدا سے تین ہزار سے زیادہ غزلیں پانچ سو رباعیاں پچاس جزو میں مارل

و سوشیل و پولیٹکل و دیگر متفرق مضامین و خیالات کی نظمیں ہیں۔ غزلوں میں میرا ایک رنگ ہے اس کو تو آپ خوب جانتے ہیں با این ہمہ دو مطلعوں سے سمجھ لیجئے کہ سارا دیوان بلا انتخاب یوں ہی ہے ؎

اگر مرتے ہوئے لب پر نہ تیرا نام آئے گا   تو میں مرنے سے درگذرا مرے کس کام آئے گا
سرکار دل کی ہوش ربائے زمانہ ہے   وسعت تو کچھ نہیں مگر اک کارخانہ ہے
پس از معشوق مرنا عشق کو بدنام کرنا ہے   خدا مجنوں کو بخشے مر گیا اور ہم کو مرنا ہے

رباعیوں کا رنگ ؎

کیا مفت کا زاہدوں نے الزام لیا   تسبیح کے دانوں سے عبث کام لیا
یہ نام وہ تھا کہ جس کو بے گنتی لیں   کیا لطف جو گن گن کے ترا نام لیا

آپ جانتے ہیں کہ ان شعروں کو خصوص آپ کے سامنے میں نے کیوں مذکور کیا بخدا شیخی سے نہیں بلکہ فقط اس خیال سے کہ حضرت استاد جنت آرام گاہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ کوشش کرو کہ اردو میں حافظ اور امیر خسرو کا رنگ اور حکمت و فلسفۂ الٰہی کے اعلےٰ مضامین (جو اب تک اردو والوں کے خواب میں بھی نہیں آئے ہیں) کثرت سے آئیں اور رنڈیوں اور بازاری محاوروں اور نازنخروں سے ہمیشہ احتراز کرو اور یہ تاکید تھی کہ شوخ نامہذب مضامین حتےٰ بوسہ کا لفظ بھی بے محل آنے نہ پائے اگرچہ اگلے اساتذہ نے کہیں کہیں استعمال کیا ہے مگر تم ہرگز اس کی پیروی نہ کرنا۔ الحمدللہ کہ اول سے آخر تک میرے کلام میں

تو کیا میرے شاگردوں تک کے کلام میں ان نامہذب مضامین کا نام تک نہیں ہے جب تو حضرت مولانا مفتی سید عباس صاحب مغفور نے سیکڑوں آدمیوں کے سامنے میری غزلیں سن کر ارشاد فرمایا کہ یہ غزلیں مسجدوں اور جانمازوں پر پڑھنے کے قابل ہیں حالانکہ بظاہر ایک ادنےٰ جاہل بھی اسی طرح سے لطف اٹھاتا ہے چنانچہ سال گذشتہ لکھنؤ میں نو دن تک میں رہا صبح سے دس بجے رات تک عالم و فاضل سے لے کر عوام الناس تک میرے پاس آ آ کر غزلیں سنا کرتے تھے اور خدا جانے تعریف میں کیا کیا کہتے تھے حد یہ ہے کہ جناب میر خورشید علی صاحب نفیس مرحوم نے دو مجلسیں میرے پڑھنے کے لئے کیں ایک اپنے والد حضرت میر انیس کی قبر پر اور ایک عین وہاں جہاں میر صاحب ممدوح کا انتقال ہوا تھا اور کھڑے ہو ہو کر جیسے جیسے کلمات کہے سننے والے جانتے ہیں خیر یہ تو مجلس تھی تکلف یہ ہے کہ میرے پڑھنے کے لئے جلسۂ شعر خوانی الگ کیا حالانکہ ان کو غزلوں سے کیا سروکار۔ غرض جب میں کلیات مرتب کرنے لگا تب یہ خیال پیدا ہوا کہ تیمناً و تبرکاً ایک مسدس بطور مرثیہ کہہ کر داخل کر دوں یہی آغاز میری مرثیہ گوئی کا ہے اس خصوص میں جیسے جیسے خواب مجھ کو ہوئے اس کی الگ داستان ہے اس پہلے مرثیہ کو مخدومی مولوی سید خیرات احمد صاحب وکیل نے حسب ایمائے جناب نواب صاحب مرحوم ۱۸۹۵ء میں انھیں کے امام باڑہ میں پڑھا سارا شہر جمع تھا

اس مرثیہ کی بیحد تعریف ہوئی تب سے مجھ کو مرثیہ گوئی کا شوق بے حساب بڑھ گیا پھر باوجود ضعف کے میں خود اپنا مرثیہ پڑھنے لگا آخر رفتہ رفتہ استاد مغفور کا ارشاد آنکھوں سے دیکھ لیا یعنی بخدا میرے پڑھنے کی مجلس کسی طرح ان مجلسوں سے کم نہیں ہے جن میں میر انیس مغفور اور میر مونس مرحوم پڑھتے تھے اور تعریفوں کی بھی حد گذر گئی ہے زیادہ تر سبب یہ ہے کہ میرے مرثیوں میں خلاف واقعہ خلاف صبر اہلبیت و خلاف تاریخ اور خلاف فطرت کوئی مضمون نہیں ہوتا۔ باوجود اس کے رقت خیز و اثر انگیز ہیں اسی لئے ہر مذہب والے پر پورا پورا اثر ہے اس وقت تک بفضل خدا اور برکت روح استاد مغفور سے مولود و مرثیے قریب ساٹھ کے ہیں اور کوئی مسدس ۲۵۰ بند سے کم نہیں ہے خاص کر ایک مولود کا ذکر کرتا ہوں کہ میں نے ایک مولود جناب رسول مقبول صلعم کا ایسا نظم کیا جس میں تاریخ اور فلسفہ سے ثابت کیا ہے کہ محمد رسول اللہ برحق پیغمبر تھے تعدد ازواج اور جہاد وغیرہ جملہ معرکۃ الآرا بحث کا نہایت تشفی بخش جواب بھی دیا ہے وغیرہ وغیرہ یہ مولود چار سو بند کا ہے جب اس کو نظم کیا تھا تو مجلس میں ہزاروں سنی خیال کے حضرات بھی مشتاق آئے تھے مولود کو سن کر مسٹر سید حسن امام صاحب بیرسٹر نے کھڑے ہو کر کہا کہ مجھ کو اب تک اسلام پر اعتقاد نہ تھا مگر آج پوری تشفی اور پورا اعتقاد ہو گیا۔

تیسرا برس ہے کہ میں اپنے ماموں صاحب سے ملنے پانی پت گیا تھا۔

مولوی حالی صاحب نے میری دعوت کی وہاں کچھ ایسی صحبت رہی کہ انھوں نے میرے بغیر اطلاع سیّد احمد خاں مرحوم کو علی گڈھ میں لکھ بھیجا کہ اتفاق سے علی محمد شاد آ گیا ہے مرثیہ اور مولود سن لیجئے سیّد صاحب نے کئی تار بھیجے آخر میں علی گڈھ پہنچا کالج میں یہہ صحبت ۴ ڈسمبر کو قرار دی گئی ایک ہزار سے زیادہ سامعین تھے اور ۲۵ انگریز مثل مسٹر بک صاحب و مسٹر ارنلڈ صاحب پروفیسر کے جمع تھے چھہ بجے شام سے ساڑھے نو بجے تک کھڑے ہو کر میں نے یہہ مولود پڑھا میں نہیں عرض کر سکتا کہ سامعین کا کیا حال تھا ایک بی۔ اے کلاس کے لڑکے کو غش آ گیا بعد اتمام ایک گھنٹہ تک برابر مولوی شبلی صاحب مولوی حالی صاحب سر سیّد احمد صاحب اور مسٹر ارنلڈ صاحب نے اس کی تعریف میں اسپیچیں کہیں ہر چند چاہا کہ یہہ مولود چھاپنے کے لئے میں دیدوں مگر چونکہ میرا اس وقت یہ خیال تھا کہ مولود ہذا حضور نظام کی خدمت میں نذر کر دوں گا نہ دیا چنانچہ ۴ ڈسمبر کے علی گڈھ گزٹ میں خود سر سیّد نے یہہ سب واقعات قلم بند کئے اور میری نظم اور خیالات پر حیرت ظاہر کی ہے۔ سال گزشتہ جو میں لکھنو گیا تھا اور جناب میر نفیس مرحوم نے میری دعوت کی تھی تو دبی زبان سے میں نے ان سے یہ گزارش کیا کہ اب چونکہ ملک کے خیالات دوسرے ہیں مرثیوں میں بھی بحسب زمانہ ترمیم مناسب ہے اوّل تو ایسے مضامین مذہباً کب صحیح ہو سکتے ہیں جن سے بے صبری اہلِ بیت نکلے دوم عقلاً بھی یہ بات ممنوع ہے پھر خلاف

واقعہ بھی ہے اس کا جواب میر صاحب نے بہت آزردہ ہو کر یہ دیا کہ اول تو اگر محض واقعات تاریخی پر اکتفا کی جائے تو نظم میں لطف کیا ہوگا دوم جو حاصلِ مجلس ہے یعنی گریہ وہ ایسے مضامین میں کہاں ہیں نیز اس کی تردید کی اور مثالاً اپنے مرثیئے کے کچھ بند پڑھے اس پر میر صاحب نے سخت حیرت ظاہر کی اور میرے فرودگاہ پر آکر تمام وکمال میرا مرثیہ سن کر بہ اصرار ایک مجلس اپنے والد کی قبر پر اور ایک مجلس اس گھر میں مقرر کی جہاں میر انیس مرحوم نے رحلت فرمائی تھی مجلس میں حد یہ ہے کہ کھڑے ہو کر انھوں نے لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ حضرات نظم مرثیہ میں یہ صاحبِ کمال میرے والد سے کسی طرح کم نہیں بلکہ جدید خیالات میں زیادہ اور باقی اور اصنافِ نظم پر جس قدر ان کو قدرت ہے بخدا میرے والد کو نہ تھی جو صاحب ان کو دیکھ لیں وہ فخر کریں کہ ایسے باکمال کو دیکھا میں آپ سے کیا عرض کروں کہ میر نفیس صاحب کس محبت سے پیش آئے مسٹر حامد علی خاں صاحب بیرسٹر نے قیصر باغ میں ایک عام مجلس میرے پڑھنے کی قرار دی تھی مگر دوسرے ہی دن ایک تار پٹنہ سے ایسا پہنچا کہ میں واپس چلا آیا لکھتے وقت مرثیہ کا ایک بند یاد آگیا سنئے اس سے میرے خیالات کا کچھ پتہ لگ جائے گا ۔

بچوں کو تین دن سے جو تھی انتہا کی پیاس بیٹھے ہوئے تھے ماؤں کے پہلو میں سب اداس
بازار موت گرم تھا تھی زندگی سے یاس لیکن یہ کیا مجال کہ ظاہر کریں ہراس

رونے کو اضطراب کو ٹالے ہوئے تھے وہ   سیدانیوں کی گود کے پالے ہوئے تھے وہ

ایک بند اور یاد آگیا ؎

حقا کہ شش جہات میں ہے فرد تیری ذات   ہنگام قتل کیا متزلزل تھے شش جہات
مولا مگر تھا تیرے قدم کو وہی ثبات
……
رخنہ خضوع میں تو دعا میں خلل نہ تھا   خنجر گلے پہ تھا مگر ابرو پہ بل نہ تھا

یہ کل داستانیں اس طوالت کے ساتھ بخدا صرف اس وجہ سے لکھیں کہ آپ کو تھوڑا تھوڑا میرا حال معلوم رہے اور آپ خوش ہوجیے کہ میرے باپ کے غلام نے اس فن میں کیا کیا کیا۔

ایک دوسری بات اور بھی سن لیجیے حضور لارڈ لینڈڈون صاحب بہادر سابق ویسرائے کے زمانہ میں گورنمنٹ ہوس کلکتہ میں مجھے اور سرمکنزی والس صاحب پرائوٹ سکرٹری سے مسلمانوں کی تعلیم کے بارہ میں بہت سی دلچسپ باتیں ہوئی تھیں جب ہی سے میرا خیال تھا کہ ہمارے یہاں کا اردو و فارسی و عربی کا نصاب نصاب تعلیم باعتبار زمانہ نہایت قابل ترمیم ہے چنانچہ تین برس برابر شب و روز دردسری کر کے سات کتابیں تعلیمی میں نے تصنیف کیں جن سے بلامبالغہ ساڑھے تین برس میں ایک لڑکا الف با سے لے کر فارسی و عربی تک کا جید فاضل ہو جاتا ہے پہلی کتاب اردو تعلیم جو چھپ چکی ہے چار مہینے میں ختم ہوتی ہے سارے مرحلے اردو کے اسی میں طے ہیں دوسری کتاب فارسی تعلیم ہے

یہ کتاب دس مہینے میں استعداد کے ساتھ نہایت سہولت سے لڑکے کو فارسی پر آشنا بہرہ ور کر دے گی کہ گلستان سے لے کر مینا بازار پنج رقعہ ظہوری شاہنامہ قصائد خاقانی وغیرہ سب خوب سمجھ لے گا سمجھا دے گا ایک مفہوم کو سات طرح کی سادہ و رنگین عبارت میں خود لکھ دے گا حال میں جو فارسی دربار ایران میں رائج ہے اور ان محاوروں سے ہندوستان نابلد ہے سب اچھی طرح سے سمجھ لے گا برت دے گا اور کیا چاہیئے ۔ پٹنہ کالج کے عربی و فارسی کے پروفیسر اور اکثر اہل علم نے اس کو آ کر ملاحظہ کیا اور متحیر ہو گئے بجنسہ یہی حالت عربی تعلیم کی بھی ہے ۔ مولوی امجد علی صاحب مشہور ہڈ ماسٹر کالجیٹ اپنے ریمارک میں لکھتے ہیں کہ ہر ایک کتاب اس جدید نصاب کی ایسی ہے کہ کم سے کم پچاس برس کی شب و روز محنت میں بھی کوئی مصنف تصنیف نہیں کر سکتا اردو تعلیم جو چھپ چکی ہے اور جس کی ایک کاپی ابھی آپ کی خدمت میں حاضر کرتا ہوں یہاں کے اسکولوں میں تو جاری ہے مگر چونکہ اب اردو کے پڑھنے والے ہی بہت کم ہیں بعوض فائدہ کے اب تک چھپائی کے دام بھی کھڑے نہیں ہو سکے ۔

آپ نے حیدرآباد کی یاد دلوائی افسوس ؎

رسیدن ہائے منقار ہما بر استخوان غالب   پس از عمرے بیادم داد کاوش ہائے مژگان را

تو سنئے اور ذرا توجہ سے سنئے جس زمانہ میں ملکہ معظمہ مرحومہ کی الماس جوبلی کی دھوم دھام تھی تو میں نے اٹھارہ شعر کا ایک قطعہ نظم کیا اس کو چوب

حرفوں سے ایک عمدہ مخمل پر کڑھوایا حرف سب زردوزی اور جواہرات کے تھے ١٢ سو نگینے سب تھے ٢٢ سو موتی اُن حرفوں کے اندر تھے اور لطف یہ رکھا تھا کہ مثلاً جہاں سرسبزئی ملک کا فقرہ تھا اُس میں سب زمرد کے نگینے اور جہاں جوبلی کا لفظ تھا الماس اسی طرح موتی وغیرہ اپنی جگہ قرینہ سے تھے یہ جواہرات کے حرف اور زرنگار پردہ ایسا نظر فریب تھا کہ جس جوبلی والے دربار میں میں نے کمشنر صاحب کے سامنے مع بکس پیش کیا خود کمشنر صاحب اس کو کھول کر کھڑے ہو گئے دو ڈھائی سو میم انگریز بقیہ ہندوستانی جمع تھے ایک گھنٹہ تک بطور نمایش کمشنر صاحب لئے رہے اور تعریف ہوتی رہی ۔ کمشنر صاحب اور اکثر انگریزوں نے یہ کہا کہ اگر آپ حیدرآباد جائیے تو آپ کی بڑی قدر ہو اور یہ کہا کہ اگر آپ جائیے تو میں آپ کو بنام پلوڈن صاحب چٹھی دوں چنانچہ میں نے منظور کیا اور خرچ و زحمت کثیر کے ساتھ تین پردے چار پانچ مہینوں میں طیار کئے عجب اتفاق کہ بمبئی کے طاعون نے اور راہ کی دیکھا بھالی کے خیال نے چند روز یوں روکا اس درمیان میں ہمارے بھائی مولوی سید حسن رضا خاں صاحب نے وہاں حتے الوسع کوشش میری طلب کی حضور تک پہونچائی بھی اور میں نے بھی یہاں روسائے پٹنہ کی طرف سے اپنا ڈپلی گیٹ ہو کر جانے کا بندوبست بھی کیا مگر پھر جو درخواست ڈپلی گیٹ کے بارہ میں بلکہ تار بطلب اجازت خود مدار المہام صاحب اور پرائیوٹ سکرٹری صاحب

وزیر افواج صاحب و نواب محبوب یار جنگ صاحب کی خدمت میں مع نقل اڈریس بھیجے گئے تو جواب تک کسی نے نہیں بھیجا۔ میں بھی خاموش بیٹھا رہا یہاں تک کہ حضور نظام کلکتہ تشریف لائے تھے کمشنر صاحب ایک چٹھی بنام سکرٹری فارن آفس اور ایک چٹھی بنام پرائیوٹ سکرٹری حضور وائسرائے اس مضمون کی لکھ دی کہ حضور نظام تک ان کو پہنچا دیں تقدیر دیکھئے کہ جس دن میں کلکتہ پہونچا اس کے دوسرے دن حضور نظام حیدرآباد روانہ ہونے کو تھے فارن آفس کے سکرٹری نے تو بالکل بد اخلاقی سے انکار کیا مگر پرائیوٹ سکرٹری نے افسوس کے ساتھ عذر کیا کئی دن بعد حضور وائسرائے سے البتہ ملوا دیا اس بکھیڑے میں سب ملا کر قریب تین ہزار روپیہ کے صرف ہو گئے وہ تینوں چاروں پردے بھی کسی قدر دھرے دھرے میلے ہو گئے دنیا اسی کا نام ہے کہ میاں داغ تو باوجود جہالت اور محدود غزل گوئی کے اس رتبہ کو پہنچیں اور ہم باوجود ان کاوشوں اور خرچ کے اور باوصف اس کے کہ ہمارے لوگ اور عزیز اس شہر میں موجود ہوں محروم رہ جائیں حد ہے کہ اپنے تصانیف چھپوا نہ سکیں اور حسرت زدہ یا دیکھتے رہیں فاعتبروا یا اولی الابصار میں نے جو حضور ملکہ کی خدمت میں وہ ہدیہ ارسال کیا تھا حضور ممدوحہ نے اپنے قلم سے اس کی شکر گزاری لکھی تھی۔ میں نے اپنے تصانیف کے چھپنے کے بارہ میں بے سبب تردد ظاہر نہیں کیا ہے ادھر میری حالت

زمانہ نے عجب افسوسناک بنادی ہے کیفیت مختصر یہ ہے کہ نصابِ تعلیم کی کتابیں جو میں لکھنے کو بیٹھا تو سترہ مہینے کامل اسی میں غرق رہا ہمارے پاس ایک لالہ نوکر تھا اور ایک مسلمان مختار اور ان دونوں کو بسبب قدامت کے میں نے بچپن سے نوکر رکھ کر خود تعلیم کیا تھا مختار اسی زمانہ میں دفعتہً فصلی عارضہ سے مر گیا یہ لالہ رہ گیا چونکہ بچپن سے میرے پاس تھا مجھکو اپنے بیٹے اور بھائی سے کم اعتبار اس پر نہ تھا تاہم حساب وکتاب وغیرہ خود جانچ لیا کرتا تھا جب میں ان مشکل تصنیفوں میں پھنسا تو سارا گھر اسی پر چھوڑ دیا اور سترہ مہینے تک مطلق گھر کو دیکھا تک نہیں جب کوئی ضرورت پیش آئی کنجی اس کے حوالہ کی جہاں سے آمدنی آئی اُسی کے ہاتھ میں رہی اسی درمیان میں میرے لڑکے کی شادی مقام بھاگلپور میں پیش ہوئی سارا انتظام اسی کے متعلق رہا اس وقت تک وہ خائن نہ تھا یہاں تک کہ ایک چالاک کہارنی سے اس سے تعلق ناجائز ہوگیا اور شب و روز شراب میں غرق ہوگیا مجھ کو اپنے تصانیف سے یہ بھی فرصت نہ ملی کہ اس کی طرف توجہ کرتا یہاں تک کہ نقد و جنس سب ملا کر رفتہ رفتہ قریب سولہ ہزار روپیہ کے اس نے تصرف کر لیا اور میں بالکل مطمئن بے خبر رہا یہاں تک کہ مجھکو تصنیف سے کچھ فرصت ملی اور اس پر بھی یہ ثابت ہوگیا کہ اب یہ حساب وکتاب کے دیکھنے پر ضرور متوجہ ہوں گے گھبرا کر ایک دن یعنی اسی جون گزشتہ میں دریا میں جا کر ڈوب گیا اور ایک عرضی میں مفصل اپنے غبن کی حالت

اور شرم کے سبب سے ڈوبنے کی کیفیت لکھ کر میرے ملازم کو دے گیا کہ چار گھنٹہ
بعد سرکار کو دے دینا جب اس کے ڈوب جانے کی شہرت ہوئی تب وہ عرضی بھی
ملی علاوہ نقد و جنس کے کمبخت نے اکثر ضروری کاغذات بھی خدا جانے کیوں اور
کہاں پھینک دیئے کہ اب تک کہیں پتہ نہیں ملتا ٹھیکہ داروں نے جعلی رسیدیں بنا
بنا کر پیشگی سال بھر مالگذاری وصول کر کر لی اب اس نقصان کی بدولت میں چودہ
ہزار روپیہ کا قرضدار اور پریشان ہو رہا ہوں ایک روپیہ سیکڑے کے حساب
سود دینا ہوتا ہے اس لئے روزمرہ کے خرچ میں اس پیرانہ سالی میں تکلیف
ہے ایسی حالت میں کلیات وغیرہ کیوں کر چھاپا جائے اور وہ نصاب تعلیم جس
کا چھپنا سب پر مقدم ہے کیوں کر چھپے ایک اور نہایت ہی مفید ستّر جزو
کی کتاب میں نے گویا مدت العمر میں جمع کی ہے جس میں ادب و شاعری کے
متعلق کوئی ایسی بات نہیں ہے جو چھوٹ گئی ہو عروض و قوافی و معنی و بیان
و تاریخ فن شاعری و ضرورت شاعری و اقسام نظم و موازنہ شاعری فارسی
و زبان ہائے یورپ و اردو وغیرہ غرض یہ کتاب ۱۹ باب پر مبوب ہے اور
بہت دلچسپ اور مفید ہے مگر چھپے کیونکر اور کہاں سے۔ ایک کتاب اور بھی
بہت ہی مفید اور دلچسپ چالیس جزو کی مرتب ہے۔ اس میں ساڑھے تین سو
امرا و رؤسا و کملائے عظیم آباد کا تذکرہ اور بعض کا پورا لائف ہے اس کتاب
میں یہ التزام ہے کہ انہیں بزرگوں کا ذکر ہے جن کی زیارت سے بہرہ ور

ہوا ہوں مقدمۂ کتاب میں بطور عام میں نے تین طبقے قائم کئے ہیں طبقہ اول میں ساٹھ برس سے اسی برس کی عمر والے ان کے رسوم اخلاق وضع طرز معاشرت طرز لباس وغیرہ طبقہ دوم میں چالیس برس سے ساٹھ برس تک والے طبقہ سوم میں بیس برس سے چالیس تک کی عمر والے ان کے اخلاق طرز معاشرت وغیرہ وغیرہ اور ہر زمانہ کا تفاوت و تغیر۔ جبر کر کے پہلا حصہ اس کا آج چھپنے کو بھیج رہا ہوں عجب نہیں ہے کہ بعض لوگ اس کے پیشگی خریدار ہو جائیں اس میں فوٹو دینے کا بھی قصد ہے۔

اب دوسری بات سنئے شروع شعبان میں اس شہر میں پلیگ کا آغاز ہوا پہلے ہی دفعہ سید محمود میرا بھتیجا یعنی سید امیر حسن خاں صاحب کا لڑکا جو سب طرح سے ہونہار لائق اور سب رجسٹراری کی سند پا چکا تھا دفعتہً مر گیا اس حادثہ سے جملہ امی خاندانی تتر بتر ہو گئے میں بھاگل پور میں تین مہینے رہا اور برادر سید جعفر حسین صاحب مع عیال بنارس میں اور خود سید امیر حسن صاحب شیخپورہ میں۔ پھر تو پٹنہ کی جو حالت گذری آپ کو بذریعہ اخبار معلوم ہوا ہوگا یہ حالت شائد کسی زمانہ میں اس شہر کی نہیں ہوئی تھی ہماری غیبت میں بھی بقیہ جو کچھ میرے گھر میں تھا چوری ہو گیا۔ بعد تین مہینے کے جب کسی قدر امن ہوا تو میں شیخپورہ ہوتا ہوا یہاں آیا جس شب کو میں شیخپورہ وارد ہوا میرا اسٹیل بکس جس میں میری طلائی گھڑی و زنجیر طلائی بھی تھی جو گورنمنٹ نے خلعت خطاب میں میرا نام کندہ کر کے

عنایت کی تھی اور حضور ملکۂ معظمہ کی وہ شکریہ والی چٹھی جس پر حضور ممدوحہ کا خاص دستخط تھا وہ بھی تھی اور خدا جانے کتنی چٹھیاں اور کتنے حساب اور رسیدیں تھیں مع اشرفی و نوٹ و زر نقد وغیرہ وغیرہ چور اٹھا لے گیا سارا شیخوپورہ پولیس نے چھان مارا کہیں پتہ نہ لگا اب آپ اے میرے دل سوز بھائی ذرا دل میں سوچئے کہ میں کس حالت میں گرفتار ہوں کبھی اپنی تصانیف کے ڈھیر کی طرف دیکھتا ہوں کبھی قرض کی طرف کبھی بڑھاپے اور ضعف کی طرف۔ شہر بھر میں اب آشنا کوئی باقی نہ رہا کہ اس سے بیٹھ کر دل خالی کروں چار چار مہینے ایک ہی جگہ پڑا رہتا ہوں۔ اس وقت فضلِ خدا سے شہر اور اطراف شہر میں پچاس ساٹھ اچھے اچھے میرے شاگرد بھی ہیں مگر کس کام کے۔ حضرت استاد جنت مکاں کی وصیت یہ تھی کہ اس فن شریف کی آبرو کا ہمیشہ خیال رکھنا مگر مجھ کو تو دو طرح کی آبرو کے رکھ رکھاؤ کا سامنا ہے ایک اس فن کی آبرو دوسرے خاندان کی قدامت اور گورنمنٹ سے روشناسی اور آنریری مجسٹریٹی کا لئے دئے رہنا۔ ایسی حالت میں حیدرآباد ہو یا کسی اور جگہ کس قدر مجھ کو دوڑ دھوپ اور کوشش کی حاجت ہے لیکن آپ خود خیال فرمائیے گا میں کیونکر بلا کسی طلب یا ذریعہ کے جنبش کر سکتا ہوں فرض کیجئے کہ آنے کو چلا بھی آؤں تو صرف آنے جانے میں میرے سے آدمی کے ایک ہزار روپے صرف ہو جائیں گے بالفرض یہ روپیے صرف بھی کروں مگر وہاں کی حالت جو سنی ہے اس سے تمام تر اندیشہ ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو یہ

محنت وزر بھی رائگاں جائے اور کسی امیر تک رسائی نہو بالفرض ہو بھی تو نتیجہ کچھ نہو اس میں تو شک نہیں ہے کہ کسی اہلِ علم باذاق سے چند روز صحبت رہی خواہ میرا مولود یا مرثیہ ان نے سنا تو کیونکر کہوں اس پر اثر نہ ہوگا مگر خدا جانے ایسا اتفاق ہوگا بھی یا نہیں۔ آپ خود جوہرِ قابل ہیں اور سب طرح سے خدا نے آپ کو ممتاز کیا ہے اور وہاں کے کل اُمرا و ارکینِ سلطنت سے اور آپ سے ضرور ربط ہوگا اگر اب تک آپ کوشش سے کام لیتے اور یہ سب حالات اور مرثیوں اور مولود اور دیگر ضروری تصانیف کی کیفیت صراحت سے آپ کو معلوم رہتی تو اب تک میرے وہاں پہنچ جانے کی ضرور کوئی صورت نکل ہی آتی میری جس قدر کامیابی ہے وہ عین آپ کی اور آپ کے پدرِ بزرگوار جنت مکاں کا نام ہے خداوند کریم آپ کو اور آپ کے گھر کے لوگوں کو صدوسی سال زندہ رکھے اور روزانہ روز افزوں ترقی دے آمین

میرے عزیز بھائی قبل اس کے کہ میری رحلت کا حال معلوم ہو آتنا تو کیجئے کہ حیدرآباد والے اتنا دیکھ لیں کہ عظیم آباد میں بھی کوئی ایسا باکمال تھا جسکی تعلیم کا ایک نمونہ علی محمد شاد ہے۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ امیر مینائی اور داغ کے اکثر شاگرد اڈیٹر بعض اخباروں کے اور اکثر مضمون نگار ہیں پھر یہ بھی معلوم ہے کہ اہلِ دہلی و لکھنو کیسے متعصب ہیں کہ دوسری جگہ کے باکمال کو ابھرنے ہی نہیں دیتے اس پر بھی اُمراان دونوں کے شاگرد اور ہر طرح سامان

یہاں نہ کوئی اخبار اپنا دولت نہ کوئی امیر نہ مضمون نگار اس پہ وطن عظیم آباد ۔ کسی گلدستہ میں بھی باوجود طلب و تقاضا محض اس خیال سے آج تک ایک شعر بھی چھاپنے کو نہ دیا کہ گلدستوں میں ایک تو اپنے طور پر شعر انتخاب کر کے چھاپتے ہیں دوسرے حفظ مراتب نہیں کرتے تیسرے رنڈیوں تک کے کلام چھپتے ہیں اور میں پیرو اپنے استاد کا ہوں پھر بتائیے کہ میری ویسی شہرت کیوں کر ہو سکتی تھی با ایں ہمہ جو کچھ ہوئی شکر ہے اب میں اس خط کو تمام کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں کہ فضول آپ کا وقت ضائع کیا اللہ تعالیٰ کوئی ایسی صورت کرے کہ میں حیدرآباد میں حاضر ہوں اور مجلس یا مولود پڑھوں اور آپ وہاں اس بات کو دیکھ کر خوش ہوں کہ میرے باپ کا ایک غلام اس فن میں کہاں تک پہنچ گیا اور مجھ کو عین مجلس میں آپ کے شکریہ کا موقع ملے ۔ میرا لڑکا سید حسین سلمہ آداب عرض کرتا ہے اور چچی صاحبہ کی خدمت میں بھی تسلیم بجا لاتا ہے پھر بھی التماس ہے کہ مجھ کو اب تو نہ بھولئے گا میں برابر منتظر آپ کے عنایت نامہ کا رہوں گا۔

مکرر التماس آنکہ نسبت پہلے کے آب و ہوا کسی قدر درست ہوتی جاتی ہے اللہ تعالیٰ رحم کرے ۔

دعاگو خاکسار
سید علی محمد شاد غفرلہٗ

(۴)

۷ر نومبر ۱۹۰۳ء

برادر سبحان برابر فدایت شوم مدتوں کے بعد آپ نے مجھ کو یاد فرمایا اس کا کیا شکریہ ادا کروں ۔

ع جز این کہ بصدق دل دعائے بکنم

آپ شکوہ کرتے ہیں کہ میرے اخیر خط کا تو نے جواب نہ لکھا میں خفا ہو کر بیٹھ رہا کس کم بخت کو یاد بھی ہو کہ میں نے اس قدر خلاف قاعدہ کیا ہوگا میں برابر آپ کے حال کا جویا رہا کیا ہوں۔ حیدرآباد سے جو شخص پلٹ کر آیا میں نے سب کے پہلے آپ ہی کی خیریت اُن سے پوچھی۔ البتہ میرا گمان ہے کہ شاید آپ نے ایسا نہ کیا ہوگا ورنہ میرے تفصیلی حالات کی مجھ سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ آپ کا خط ایسے وقت مجھ کو ملا کہ مجھ کو چند دنوں سے تپ اور اور بھی کئی قسم کے امراض تھے۔ میں اپنی حالت ہی میں نہ تھا۔ اس پر بھی بیحد خوش ہوا اور بیحد ایسا خوش ہوا جیسے برسوں بعد کسی کا مفقود الخبر بھائی مل جائے۔ برابر قصد کرتا رہا کہ جواب لکھوں مگر مزاج ہی درست نہ ہو تو کیا کروں۔ بس میں ایسا بیمار تھا کہ ایک ڈاکٹر ہر وقت میرے پاس رہتا تھا اور یوں مختلف اوقات میں کئی ڈاکٹروں کے مشورے سے نسخہ لکھا جاتا تھا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بچ گیا دو کم ساٹھ برس کی عمر ہے اور صرف ایک وقت آدھ پاؤ سے کم غذا ہے پھر ضعف نہ ہو تو تعجب ہے۔

اب میری مختصر کیفیت سنئے کہ آج ۲۸ برس کا زمانہ گزرا کہ میر انیس مغفور یہاں جو آخر دفعہ تشریف لائے اور مولوی محمد یحییٰ صاحب وکیل بھی مجلس میں شریک ہوئے تو مولوی صاحب ممدوح نے بنظر طعن مجھ سے یہ کہا کہ میر انیس کی شاعری

کا کیا کہنا ہے مگر حیرت ہے کہ اس قدر نامہذب اور بے صبری کے مضامین میر صاحب کیوں نظم کرتے ہیں اگر امام حسینؑ و اہل بیت ایسے ہی بے صبر تھے تو اس مذہب کو میرا اسلام ہے وغیرہ وغیرہ ۔

میں نے بہت سے جواب تو دئے مگر سچی بات تھی دل پر اثر کر گئی میں نے اپنے حضرت استاد مغفور جنت آرام گاہ سے عرض کیا کہ حقیقت میں یہ اعتراض کیسا ہے جب حضرت نے بھی تصدیق فرمائی تو ناچار خود میر مونس مرحوم سے بہ تفصیل عرض کیا کہ آپ حضرات تاریخ و حدیث سے کیوں تجاوز فرماتے ہیں انھوں نے میر انیس مرحوم سے یہ اعتراض بیان کیا میر صاحب نے جواب میں فرمایا کہ جو صاحب مجھ پر اعتراض کرتے ہیں خود چند بند نظم کر کے دکھائیں تو البتہ ورنہ میرے نزدیک تو ایک قصہ بے لطف باقی رہ جائے گا نہ اثر انگیز ہوگا اور نہ مُبکی ہوگا پھر ایسے کلام کا کیا نتیجہ ہوگا غرض کہ یہ جواب پا کر مجھکو ہمیشہ کد رہی کہ کسی طرح سے میں حسب خواہ مرثیہ کہہ کر سنا دیتا مگر میں سچ کہتا ہوں کہ ۲۵ برس کامل روزانہ میں کچھ نہ کچھ نظم کرتا رہا مگر جب دیکھا تو پوچ لچر اس پر بھی دو چار بند سے زیادہ کبھی نظم نہ کر سکا آج بارہواں برس ہے کہ میں اپنے دیوان کی ترتیب دینے لگا حسب قاعدہ ایک مسدس بطور مرثیہ دیوان میں داخل کرنے کو کہنے لگا اس کے ایک سو بیس بند نظم ہو گئے میں نے یہاں کے بڑے بڑے بیناکاروں کو یہ کہہ کر

سنایا کہ میر انیس کا مرثیہ ہے سب نے تصدیق کی بلکہ یہ کہا کہ ان کے عمدہ مرثیہ کے بند ہیں تب اطمینان ہوا جب سے فضلِ خدا سے اب تک پچاس مرثیوں سے زیادہ نظم کر چکا ہوں اور کئی مولود بھی حسب خواہ نظم کئے چنانچہ سنہ ۱۸۹۷ء میں جب میں نے حسب قرارداد مجلس علی گڈھ مدرسۃ العلوم میں مولود پڑھا ہے تو یوں جس قدر اس کی تعریف ہوئی غالباً نظم کی شاید ہی ایسی تعریف ہوئی ہو مولوی حالی صاحب مولوی شبلی صاحب خود سر سید نے پکار پکار کر کہا کہ آپ پر نظم کا خاتمہ ہے اور یہی اپنے اخبار انسٹیٹیوٹ گزٹ میں بھی چھاپا مسٹر ارنلڈ صاحب نے کہا کہ میں نے کئی ہزار کتابیں اسلام کے بارہ میں چند زبانوں میں پڑھی ہیں مگر یہ عمدہ مضامین آج تک نہیں دیکھے* غرض جب یہ سب دیکھ لیا تو بتقریب لکھنؤ گیا وہاں میر خورشید علی صاحب مرحوم نفیس سے وہی باتیں کیں جو قبل میں میر مونس مغفور سے کی تھیں ابتدا میں حضرت بھی برہم ہوئے اور فرمایا کہ ممکن نہیں کہ تاریخی حالات میں یہ اثر ہو سکے جو ان مرثیوں میں ہے حضرت ممدوح یہ تو خوب جانتے تھے کہ میں شاعر ہوں اور کہنہ مشق مگر چونکہ دو ہی برس سے مرثیے کہنے لگا تھا ان کو یہ حال معلوم نہ تھا غرض میں نے چند بند یہ کہہ کر سنائے کہ اگر اسلوب یوں ہو تو کیسا ہے پہلے تو میر صاحب کو سخت حیرت ہوئی کہ کلام کس کا ہے جب یہ معلوم ہوا کہ میرا کلام ہے پھر تو جو کیفیت ان کی ہوئی بیان سے باہر ہے ہر چند میں نے قسمیں دیں ہاتھ جوڑے اور کہا کہ عدیم الفرصت ہوں

مگر پھر بھی ایک مجلس میر نفیس مرحوم کی قبر پر اور ایک ان کے خاص گھر میں جہاں میر صاحب نے رحلت کی تھی زبردستی مجھ سے پڑھوائی کسی کو اطلاع نہیں دی تھی کیونکہ میں نے ہزاروں قسمیں دی تھیں اس پر لوگ جمع ہو گئے میر نفیس مرحوم ہر بند پر کھڑے ہو کر بلا تصنع کہتے تھے کہ والد مرحوم کی زبان سے بخدا کوئی فرق نہیں ہے اور پھر یہ بھی فرماتے رہے کہ والد مرحوم صرف مرثیہ فرماتے تھے اور یہ حضرت جملہ اصناف شاعری کے مالک ہیں اور سامعین سے مخاطب ہو کر بار بار یہ کہتے تھے کہ حضرات فخر کیجئے کہ ایسے باکمال کی زیارت آپ کو نصیب ہو گئی وغیرہ

میرے عزیز بھائی بخدا یہ میں نے شیخی سے نہیں لکھا ہے بلکہ یہ مقصود ہے کہ محنت کا یہ پھل انسان کو ضرور ملتا ہے ایسے وقت اگر میرے استاد مغفور زندہ رہتے (میں نے کئی مرتبہ دیکھا ہے کہ میر مونس مرحوم کی مجلس میں سے جب جب میرے استاد مغفور اٹھے اور میں ہمراہ چلا تو فرمایا کہ یہ کلام اعجاز ہے) اب فرمائیے کہ اگر حضرت ہوتے تو ان کی مسرت کس درجے ہوتی افسوس اس وقت تک نثر چھوڑ کر دو لاکھ شعروں سے زیادہ بعد تلف ہونے کے میرا کلام موجود ہے اگر میں تفصیل سے اپنے تمام تصانیف کا تذکرہ کروں تو ایک جزو سے زیادہ میں بھی نہ آئے گا اس سے قطع نظر کر کے دوسری بات عرض کرتا ہوں۔

سال گزشتہ کسی نے ڈاک میں ایک کارڈ سید بادشاہ نواب صاحب کو لکھ بھیجا کہ پورب والے شاعری کیا جانیں ساتھ اس کے چھ طرحیں بھی درج کی تھیں کہ ان طرحوں میں غزلیں کہیں تو معلوم ہو۔ حضرت کو جلال آگیا دھوم دھام کا مشاعرہ کیا چار دن رات برابر مشاعرہ رہا اطراف و جوانب کے شعرا بلائے گئے۔ میرے اوپر جو اصرار ہوا اس کا کیا بیان ہو خود برابر دو وقتہ آٹھ دن آیا کئے کہ میں بھی شریک ہوں اگر میں انکار کرتا تو غالباً نہایت عداوت ہو جاتی غرض عین مشاعرہ کے دن میں نے دو غزلیں طرح میں اور ایک قطعہ جس میں فن شاعری کو بیان کیا ہے نظم کیا اور سب کے آخر میں پڑھوایا گیا دو ہزار سے زیادہ خلقت جمع تھی خدا جانے کس قدر اثر ہوا مشاعرہ بھر نے اعتراف کیا اور جس نے کارڈ لکھا تھا اس نے بھی ڈاک میں برابر چاروں مشاعروں پر ریویو کر کے بھیجنا شروع کیا چنانچہ اس نے لکھا کہ میں نے رامپور رحیم آباد لکھنؤ دہلی سب جگہ کے اساتذہ کو سنا اور مشاعروں میں شریک رہا بخدا علی محمد شاد کا جواب نہیں ہے مگر افسوس آپ حضرات کو قدر نہیں ہے خلاصہ یہ کہ میں روزانہ طرح میں غزلیں کہتا اور آخر مشاعرہ میں پڑھتا رہا خدا نے بڑی آبرو رکھ لی اور اسی مشاعرہ نے سب کے دانت کند کر دئے اور اب سب معترف ہو گئے سید بادشاہ نواب صاحب نے سر مشاعرہ جوش میں آکر فرمایا کہ اگر میں لطف علیخاں کا بیٹا ہوں گا تو میر علی محمد صاحب کے ساتھ وہ سلوک کروں گا کہ لوگ دیکھیں گے غرض یہ

مشاعرے رجب میں ہوئے تب سے حضرت کا اصرار ہوا کیا کہ میرے یہاں مجالس
محرم پڑھئے میں نے کہا کہ میں ادنٰے غریب گھر میں پڑھتا ہوں آپ سے کیا عذر
ہے اور شاید تنہا صاحب سلمہٗ سے بھی عرصہ سے یہی کہتے آتے تھے کہ علی محمد شاد
کو میرے مکان پڑھنے پر راضی کر دو انھوں نے ان سے کہا تھا کہ اگر روپیہ دے
کر پڑھوانا ہو تو آٹھ ہزار روپیے سے ہرگز کم نہ لیں گے کیونکہ ہم لوگ ان کو تیس ہزار
سے ہرگز کم نہیں جانتے اور حضرت دو ہزار روپئے دیا چاہتے تھے مگر بخدا مجھ
و اس کی کچھ بھی خبر نہ تھی۔ اسی زمانہ میں میرا ایک موضع باقی مال گزاری میں
نیلام ہو گیا تھا اور خریدار نیلام سے یہ طے ہوا تھا کہ ایک ہزار نفع اور دوشنبہ کو
ملے تو البتہ واپس کریں گے اتوار تک کوئی سبیل روپیے کی نہیں ہوئی تھی آج دو
برس سے ہر اتوار کے دن صبح کو خدا بخش خاں صاحب اپنی بی بی کی غزلیں
ایا کرتے ہیں کھانا وغیرہ یہیں کھاتے اور سہ پہر کو جاتے ہیں حسب معمول غزلیں
ڑھنے لگے میں نے کہا کہ خاں صاحب آج معاف کیجیے میں متردد ہوں جب
ن کو یہ حال معلوم ہوا تو چلے گئے اور بغیر میرے استمزاج کے بادشاہ نواب صاحب
سے میری ضرورت ظاہر کی اسی دن بادشاہ نواب صاحب ایک ہزار کا نوٹ لے کر
ئے اور ہزار اصرار کے ساتھ خلوت میں لیجا کر وہ نوٹ میرے قدم پہ رکھ دیا
ضرورت بری بلا ہے میں نے لے لیا پھر بادشاہ نواب صاحب کلکتہ گئے اور وہاں
شہ کو لکھ بھیجا کہ میں نے اور میرے باپ نے اب تک مفت کسی سے نہیں پڑھوایا

ہے اگر آپ میری عزت کا خیال کر کے جو کچھ میں قدم پر رکھ دوں متوجہ کریں تو امام باڑہ حاضر ہے یہ خط پڑھ کر مجھ کو سخت ملال ہوا اور صاف لکھا کہ میں نے اور نہ میرے باپ نے آج تک ذاکری کے روپیہ لئے ہیں مجھ کو معاف کیجئے اور اسی دن کسی تدبیر سے وہ ہزار روپیے کلکتہ روانہ کر دئے اتفاقاً میرے بھائی سید امیر حسن خان صاحب مرحوم کا انتقال ہوا تھا پھول کی مجلس تھی سید خورشید نواب صاحب اور میر سید علی صاحب نے مجھ سے کہا کہ کیا آپ بادشاہ نواب صاحب کے مکان محرم میں پڑھیں گے میں نے کہا کہ پہلے قصد تھا مگر اب نہ پڑھوں گا تب خورشید نواب صاحب نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ اپنا امام باڑہ چھوڑ کر وہاں پڑھنا چہ معنی دارد میں نے کہا کہ مجھ کو عذر نہیں ہے بشرطیکہ اہتمام کیجئے اب سارے شہر میں یہ مشہور ہو گیا کہ علی محمد شاد خورشید نواب صاحب کیاں اس سال پڑھے گا جب اس کی خبر بادشاہ نواب صاحب کو ہوئی تو بنتا صاحب کو تار پر تار دئے کہ آٹھ ہزار روپیہ حاضر ہیں جس طرح سے ممکن ہو علی محمد شاد کو میرے کیاں پڑھنے راضی کر دو اور خورشید نواب بھی گھبرائے کہ ایسا نہ ہو روپے کا لالچ کر کے میں راضی ہو جاؤں مگر میں نے قسم کھائی کہ اگر اب آٹھ لاکھ بھی دیں گے تو نہ پڑھوں گا تب سید بادشاہ نواب صاحب نے دولہا صاحب کو منتخب کر کے لکھنو سے بلایا دولہا صاحب کے پاس ایک تو سرمایہ میر نفیس صاحب کا دوسرے دو مرثیے علی میاں صاحب کامل تخلص سے ایک ایک سو روپے کے خرید کر کے

یہاں ہمراہ لائے اور خود بادشاہ نواب صاحب دیوان محلہ مغل پورہ حاجی گنج باقی پور گلزار باغ غرض کوئی ایسا نہ تھا جہاں روزانہ نہ گئے اور شرکت مجلس اور دولھا صاحب کی تعریف میں دریا نہ بہائے ہوں تکلف یہ ہے کہ دس پندرہ شخص تعریف کرنے اور رونے کے لئے مقرر ہوئے فی کس پندرہ روپے دئے گئے ان میں ایک میرے شاگرد بھی تھے ساتھ اس کے عین وقت پر یعنی ٹھیک دو بجے مجلس کا وقت مقرر کر کے مجلس کو لڑا دیا پہلی اور دوسری تاریخ کی مجلس تو میرے پڑھنے کی ایسی ہوئی کہ اللہ دے اور بندہ لے یعنی بجز خورشید نواب صاحب اور ان کے اتباع کے اور کوئی نہ تھا مگر فضلِ خدا سے تیسری تاریخ سے مجمع شروع ہوا اور اہل انگریزی دانوں اور مولویوں نے جو تعریف شروع کی تو پھر خدا کے فضل سے نویں تک برابر یکساں رنگ رہا اور وہ وہ مجلسیں ہوئیں جیسے میر انیس کے زمانے میں آنکھوں نے دیکھی ہیں الحمد للہ۔

میرے عزیز بھائی خیال کرو کہ ایک تو مجھ کو ذاکری سے کیا علاقہ دوسرے ضعیف منحنی ظرفِ مقابل جوان زور آور دوسرے ان کے گھر میں کئی پشتوں سے یہ کام ہوتا آیا اسی پر معیشت منحصر پھر بادشاہ نواب صاحب کی یہ تدبیریں اس کے ساتھ خورشید نواب صاحب کی بالکل خاموشی روپے کے لالچ کے علاوہ دولھا صاحب نئے لائے ہوئے اگر خدا نے آبرو میری رکھ دی تو کتنی بڑی بات ہے ہزار ہزار تدبیریں کیں مگر دولھا صاحب کا

وزن نہ ہوا بااین ہمہ روپیہ تو ان کو مل گیا مجھ کو بجز زبانی واہ واہ کے کیا نصیب ہوا۔ مئی کے مہینے میں بہ اصرار حضرات کلکتہ گیا تھا ایک مجلس نواب احمد علی خاں صاحب کے صاحبزادہ نواب یوسف علی خاں صاحب کیاں ایک مجلس مٹیا برج میں نواب بیگم مرشد آباد اور مرزا شجاعت علی صاحب کیاں ایک مجلس حاجی کربلائی کے امام باڑہ میں پوروں کیاں یہ تینوں مجلسیں بھی ایسی ہوئیں کہ آج تک لوگ یاد کرتے ہیں پھر مدرسہ عالیہ میں انسٹیٹوٹ کی طرف سے ایک جلسہ بتقریب پزیرائی وخیر مقدم میرے ہوا وہاں ایک نظم پڑھی وہ چھپ گئی ہے ڈاکٹر راس صاحب پرنسپل صدر انجمن تھے بہت خوش ہوئے یہاں کی آمد و رفت میں بھی تین سو روپے اپنے پاس سے صرف ہو گئے حال میں ۱۹ رجب کو بنارس میں ایک مجلس کی گئی ایک پیش نماز صاحب میرے گھر کئی دنوں تک رہ کر باصرار مجھ کو لے گئے بنارس والی مجلس تو حقیقت میں یادگار تھی چار ہزار آدمی جمع تھے سن رسیدہ لوگ وہاں کے معترف تھے کہ میر انیس مرحوم کی مجلس بھی ایسی نہ ہوئی پھر وہاں ایک مشاعرہ بھی کیا گیا الحمد للہ اس میں بھی ایسی آبرو رہی جیسے کنور سکھراج والے مشاعرہ میں اس آمد و رفت میں بھی دو سو روپئے خرچ ہو گئے سبب یہ ہے کہ حسین سلمہ کو اختلاج قلب کا عارضہ ہے ایک لمحہ میری جدائی گوارہ نہیں کرتا لطف یہ ہے کہ جب یہ چلا تو کھلائی وغیرہ سب ہمراہ ہوئے پھر سکنڈ کلاس خاص درجہ

لینا ہوتا ہے اور بالفرض وہاں پہنچکر دل نہ لگا تو جلد واپس ہونا پڑتا ہے ہزار
تدبیر کی کہ یہ عارضہ دفع ہو اب تک تو ممکن نہ ہوا بغیر اس شتابانہ سفر کے ناممکن
ہے کہ میں کہیں نقل و حرکت کر سکوں اب حالت میری معیشت کی سنئے تین سو
روپے ماہانہ جائداد بیچ رہی ہے وہ مدتوں قبل میں نے اسی لڑکے کے نام سے
لکھ دی تھی بھاگلپور میں عمدہ بیگم ایک زردار نامی صاحب معاش عورت ہیں
ان کی دو بیٹیاں ہیں بڑی بیوہ ہے اس کی دو بیٹیاں تھیں دونوں کو واجد علی شاہ
مرحوم کے پوتوں یعنی قمر قدر اور آسمان جاہ کے لڑکوں سے بیاہ دیا چھوٹی
بیٹی کی چار پانچ بیٹیاں ہیں ایک کو معتمد الدولہ آغا میر کے پوتے سے کانپور
میں دوسری کو پورینہ کے راجہ کے بھائی سے بیاہا ایک کی نسبت میرے لڑکے
سے سید مہدی کشمیری جوہری لے کر آئے اور لڑکے او کھلائی پر خوب روغن
قاز مل کر راضی کیا ہرچند میں نے سمجھایا مگر لڑکا اور یہ کم بخت کھلائی کسی طرح
سے ممتنع نہ ہوئی آخر وہیں شادی ہوئی عمدہ بیگم بال بال قرض میں گرفتار اب
جائداد برائے نام ہے غرض اس تقریب میں نو ہزار سے زیادہ میرے
خرچ ہوئے اور سب قرض لیئے ہوئے۔ امید موہوم وہاں سے کوئی نفع
بجز نقصان کے نہ ہوا بعد اس کے میرا لالہ بیس ہزار روپے کھا کر دریا میں
ڈوب کر مر گیا غرضکہ ان دو نقصانوں کے سبب سے اٹھارہ ہزار روپیہ
کا میں سودی قرض دار ہو گیا ہوں جان پر نوبت ہے کوئی صورت ادا کی

نہیں ہوتی ہے بجز اس کے کہ ایک عمدہ موضع فروخت کروں اس فروخت
سے آمدنی بہت گھٹ جاتی ہے اس وقت میں آنریری مجسٹریٹ ہوں اور
سب طرح کا پوزیشن بھی سنبھالنا ہے گاڑی گھوڑا خانساماں خدمتگاروں کے
علاوہ زنانہ خرچ اور آمدنی سود میں کٹتی ہے میری افسوسناک حالت کو کیا
پوچھتے ہیں اس پر مرثیہ کہنا پھر صبح سے شام تک غزلوں کی اصلاحیں
نواب سرفراز حسین خانصاحب ویس چیرمن سید خورشید نواب صاحب
بنا صاحب مولوی بدرالحسن صاحب غرض سب ماشاءاللہ ۲۵ آدمی شاگرد ہیں
سب کی غزلیں بناتا اور پھر آپ جانتے ہیں کہ ان سب صاحبوں کی غزلیں
کیسی بنائی ہوں گی ۔ چار پانچ برس ہوئے کہ بتقریب جوبلی ملکہ معظمہ میں نے
ایک قطعہ نظم کر کے مخمل پر کارچوبی حرفوں میں اس کو بنوایا اور دو ہزار سے زیادہ
سچے نگینے اور موتی اس میں لگائے وہ پردہ کے طور پر تیار ہوا عجب نظر
فریب بنا بورڈلن صاحب کمشنر نے اور اور سب انگریزوں نے بیحد تعریف
کی اور بورڈمن صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ حیدرآباد ضرور جائیے اور دنیا
کو اپنے کمالات دکھائیے مگر اتفاق نہ ہوا یہاں تک کہ خود نظام حیدرآباد
کلکتہ آئے تو بورڈمن صاحب نے پھر اصرار کیا میں نے جلدی جلدی ویسا ہی
ایک خیر مقدم بنوایا اور کمشنر صاحب نے تین چٹھیاں سفارشی لکھیں ایک
ویسرائے کے پرائیوٹ سکرٹری دوسرے فارن آفس کے سکریٹری تیسرے

لفٹنٹ گورنر کے نام اور یہ لکھا کہ علی محمد شاد ایسا ہے کہ گورنمنٹ کو اس پر ناز ہے میں نے اس خیر مقدم اور اس کے غلاف وغیرہ میں پندرہ سولہ سو روپیہ صرف کیا اور جلد کلکتہ روانہ ہوا مگر افسوس کہ نظام دوسرے دن حیدرآباد جانے والے تھے انگریزوں نے عذر کیا اور مجھکو جو غصہ آیا تو پھر کسی انگریز کے گھر نہ گیا وہ خیر مقدم وغیرہ سب پڑا سڑتا ہے۔ ان سب نقصانات کو ملاحظہ فرمائیے۔ نصاب تعلیم عربی و فارسی بطرز جدید ایسا جمع کر دیا ہے کہ طالب العلم تین ہی برس میں ایک لڑکا الف با سے صدرا تک پر قادر اور عبارت عربی و فارسی بطور اہل زبان کے بے تکلف لکھ دے اس میں سات کتابیں ہیں کتاب مردم دیدہ کی آٹھ جلدیں ہیں اس میں اب تک کئی ہزار شخصوں کے (جن سے مجھسے صورت آشنائی ہوئی ہے) حالات درج ہو چکے ہیں اس کے مقدمہ میں ایک انقلاب عظیم کا بیان ہے معین الشعرا ایک اور کتاب ہے ۱۹ بابوں میں جس قدر ضرورت شاعر کے لئے ہے سب علوم بہ صراحت و دلچسپی بیان کئے ہیں پھر یہ دکھایا ہے کہ اصل مذاق زبان اردو کا بہ مقابلہ زبان ہائے یوروپ و دیگر السنۂ مشرقیہ کیا ہے وغیرہ وغیرہ اور چند ضروری کتابیں ہیں۔

اب دیوان کو ملاحظہ فرمائیے کہ روز زمانہ بھر کا اصرار ہے کہ بہت جلد چھپنا چاہئے پھر مرثیہ اور مولود الگ ہیں اب فرمائیے کہ یہ سب کیوں کر چھپے اور کیا

ہو لوگوں پر اپنی حالت تمام ظاہر کرتے شرم آتی ہے ۔

خیال کرنے کی بات ہے کہ داغ کے تو یہ مراتب ہوں اور میں اس حالت میں پڑا سڑتا رہوں افسوس زمانے افسوس زمانے سال گزشتہ ایک دن یہی سوچ کر اتنا صدمہ بڑھا کہ خودکشی کر لی مگر رشتۂ حیات ایسا مضبوط تھا کہ بمجرد پھانسی کی رسی فوراً ٹوٹ گئی یہ تھی مختصر سی کیفیت ۔

عزیز بھائی میں جب مر جاؤں گا تو خوب جانتا ہوں کہ سارے ہندوستان میں میرا ماتم ہوگا مگر مجھ کو کیا نفع آج کون میرے کام آتا ہے قصور معاف ہو آپ سے زیادہ میرا کون ہے حیدرآباد میں آپ سے اکثر امرا سے ربط بھی ہے اگر آپ چاہتے تو اتنا ضرور ہوتا کہ میں وہاں کے لوگوں کے خرچ سے حیدرآباد پہنچا ہوا ہوتا پھر جب میں وہاں پہنچ جاتا تو میرا کلام وغیرہ آپ کوئی صورت نکال لیتا اگر آپ پر بھی ابھی وہ اثر میرا نہیں ہے کیونکہ اتنے زمانہ میں جو ترقی میں نے کی ہے آپ اس سے کیا واقف ہیں لکھتے لکھتے جی گھبرا گیا خط کو تمام کرتا ہوں ۔

لڑکی کے رحلت کرنے کا حال پڑھا قلق پر قلق ہوا اللہ تعالی جلد نعم البدل عطا کرے بھائی میرے سات لڑکے پہلے مر چکے ہیں یہ آٹھواں ہے خدا اس کو زندہ رکھے صبر کیجئے صبر کیجئے اپنے گھر میں میری دعا کہیئے اور یہ کہیئے کہ سب سے بڑھ کر عورت کے لئے یہ ہے کہ شوہر اس سے رضامند ہو الحمد للہ خدا نے

یہ بات آپ کو دی ہے میرا بھائی وہاں محض تنہا ہے اس کی دلبستگی صرف آپ سے ہے اللہ تعالےٰ آپ کو زندہ و صحیح رکھے اور ایک فرزند دلبند جلد مرحمت فرمائے آمین ۔

نورچشم سید حسین اور ان کی دولھن آپ کی خدمت میں تسلیم اور آپ کے گھر میں آداب عرض کرتے ہیں اس کے جواب کے بعد انشاءاللہ پھر جو خط لکھوں گا مفصل ہو گا ۔

خاکسار
سید علی محمد شاد

---

(۵)

عظیم آباد
۲۱ جنوری ۱۹۰۵ء

برادر بجان برابر روحی فداکم

گرامی نامہ پہنچا خداوند کریم آپ کو مع عیال عمر طبعی تک پہنچائے غنیمت ہے کہ آپ کبھی کبھی مجھکو یاد فرما لیتے ہیں ۔ بخدا اب مجھ کو (اپنی قوم پر کیا موقوف ہے) خود اپنے آپ سے نفرت ہو گئی ہے ۔ چالیس۴۰ برس ہوئے جب میر انیس مغفور اس شہر میں آئے تھے اور مجلسیں پڑھی تھیں ۔ مجھ سے مولوی محمد یحییٰ صاحب وکیل نے یہ کہا تھا کہ میر صاحب کی شاعری و کمال میں تو کسی طرح کا شک ہی نہیں ہے مگر خلاف صبر و استقلال و خلاف روایات صحیحہ اور لکھنؤ کی عورتوں کا بین وغیرہ کیوں نظم کرتے ہیں اگر زبان حال کہی جائے تو بھی ایسی زبان حال کب معقول ہے ۔ غرض میں نے میر مونس مغفور سے اس کو بیان کیا دو برس بعد میر مونس مرحوم زبانی

میر انیس مرحوم کے یہ جواب لکھ بھیجا کہ اگر محض تاریخ پر اکتفا کی جائے تو ہرگز موثر نہیں ہو سکتا بلکہ جو صاحب ایسا کہتے ہیں دس بند کہہ کر سنا دیں تب یہ کہنا قابلِ خیال ہو سکتا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے میر انیس کی قدر دیکھی تھی کہ مجلسوں میں علماء و شعراء و رؤسا سب کے سب ان پر قربان ہوا کرتے تھے اور بڑے بڑے امرا و علماء ان کی جوتیاں سیدھی کر دیا کرتے تھے۔ چار پانچ برس سے تو مجھ کو اپنی شاعری کی تکمیل کی دھن تھی ہی اور یہ چاہتا تھا کہ جس طرح سنسکرت و بھاکھا اور انگریزی اشعار مفید اور با اثر ہیں اسی طرح اردو اشعار کہے جائیں ایک انگریزی داں ذی علم اور ایک پنڈت کو نوکر رکھ کر روز ترجمہ عمدہ انگریزی اشعار اور سنسکرت و بھاکھا کے عمدہ مختلف مضامین کے دوہروں کا لکھ لیا کرتا تھا دن بھر تو درسی عربی علوم کی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہتا تھا شب کو یہ ترجمے اور فارسی و عربی کے دیوان وغیرہ لے بیٹھتا تھا اور ان سب طرزوں میں طبع آزمائی کرتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ اردو میں یہ طرز دل پسند کسی طرح حسب خواہ پیدا ہو جائے چنانچہ اس وقت تک بہت کچھ کامیابی ہو چکی تھی غرض پانچ چھ برس تک شاید ہی رات دن میں دو گھنٹہ سے زیادہ نہ سویا ضعفِ معدہ اور اختلاج قلب میں سخت طرح علیل رہا حتےٰ کہ معالجوں نے صاف کہہ دیا تھا کہ اب اگر یہ کچھ نظم کریں گے یا کتاب کا مطالعہ کریں گے تو زندہ نہیں رہ سکتے مگر میں اپنی ہی دھن میں تھا اس پر مزید یہ کہ مرثیہ کی بھی دھن بندھی غزلوں اور اور تصنیفوں کے علاوہ

روزانہ دو چار بند بطریقہ خاص کہہ لینا ضرور تھا۔ غزلوں اور دوسری نظموں میں تو خیر ایک انداز خاص میں کسی قدر پختگی آ گئی لیکن بیس پچیس برس تک مرثیہ کے بند اس قابل نہ ہو سکے کہ کسی کو سناؤں مگر کوشش سے باز نہ آیا چودہ برس ہوئے کہ ایک مرثیہ ڈھائی سو بند کا حسب خواہ نظم ہو گیا میں نے آغا مرحوم و علی مرزا صاحب وغیرہ احباب کے سامنے میر انیس کے نام زد کر پڑھا جب کسی نے نہ پہچانا تب نواب بہادر مرحوم نے اس کے لئے مجلس مقرر کی مولوی سید خیرات احمد صاحب وکیل نے مجلس میں اس کو پڑھا نئے اور پرانے خیالات والے ذی علموں اور عام و خاص نے خدا جانے کتنی تعریفیں کیں اور مولوی محمد یحییٰ صاحب میری پچیس برس کی جان فشانی اور کامیابی سے دنگ ہو گئے جب سات آٹھ مرثیئے اور مولود نظم کر چکا تو میر انیس زندہ تھے نہ میر مونس مگر میر نفیس مرحوم زندہ تھے لکھنؤ گیا اور میر صاحب کو سنایا گلے سے لپٹ لپٹ گئے میر انیس مرحوم کی قبر پر ایک مرثیہ مجھ سے پڑھوایا اور خود پیش خوانی پر مستعد ہو گئے جب میں مرثیہ پڑھ رہا تھا تو میر نفیس دو تین دفعہ کھڑے ہو گئے اور حاضرین کو مخاطب کر کے کہا کہ حضرات میرے والد مرحوم فقط مرثیہ میں کامل تھے آپ حضرات دیکھئے کہ مرثیہ میں علی محمد شاد نے بھی وہی زبان وہی کمال حاصل کر لیا ہے اس کے علاوہ تمام اقسام نظم پر ایسے حاوی ہو رہے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے آپ حضرات فخر کیجئے کہ ایسے باکمال اعجوبۂ زمانہ کو آپ حضرات نے دیکھا کہ

شاید اب دنیا ایسا باکمال پیدا نہ کر سکے گی وغیرہ وغیرہ۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میر نفیس مرحوم پر میرے کلام کا کیسا اثر ہو گیا۔ ۱۸۹۱ء میں مولوی حالی صاحب کے اصرار سے میں علی گڈھ گیا اور سر سید کی طرف سے جلسۂ مولود کالج میں قرار پایا چھ بجے شام سے دس بجے شب تک میں نے مولود پڑھا ان حضرات نے تو جو کچھ تعریف کی اس کو کیا بیان کروں خاص کر مسٹر ارنلڈ صاحب نے اپنی اسپیچ میں یہ کہا کہ میں نے سیکڑوں کتابیں حقانیت اسلام پر مختلف زبانوں میں پڑھی ہیں آج تک یہ تازہ دلیلیں اور ایسے عمدہ فلسفیانہ مضامین نہیں سنے تھے وغیرہ وغیرہ۔ یہ کچھ کم فخر کی بات نہیں ہے کہ جناب مفتی صاحب اعلی اللہ مقام نے متفرق صحبتوں میں میری غزلیں اور کلام سن کر بلا میری استدعا کے یہ عبارت میرے دیوان میں تحریر فرمادی کہ "چنیں کلام فصیح بلیغ در زبان اردو دیدہ نشد فخر ہا دارم کہ چنیں کاملے را بہ چشم خود دیدم غزلیات را بر منابر در مساجد تواں خواندن" اگرچہ یہ تعریفیں میرے فخر کے لئے کافی ہیں مگر افسوس جب اپنے نزدیک میں اس قابل ہوا کہ ان تمام ریاضتوں کا پھل کھاؤں تو کس نپرسد کہ بھیا کون ہے۔ چار پانچ برس خوب ہاتھ پاؤں ہلائے بہت کچھ خرچ کیا دوڑ دھوپ بھی کی مگر کوئی فائدہ نہ دیکھا شاگردوں کے پیچھے بھی محنت تمام کر دی آج بھی ماشاء اللہ چالیس پچاس موجود ہیں مگر کس کام کے۔ کلیات نظم غزلیات وغیرہ کلیات مراثی مولود ۶۵ مرثیے دو دو ڈھائی ڈھائی سو بندوں کے دس مثنویاں پندرہ سو رباعیاں قومی منظومات بھاشا

فارسی عربی وغیرہ زبانوں میں نظمیں تین تاریخی ناول ایک نصاب تعلیم عربی و فارسی و اردو جس میں سات کتابیں ہیں ساڑھے تین برس میں لڑکے کو عربی و فارسی کا جید فاضل زبان داں بنا دیتی ہیں۔ ذخیرۃ الادبا جس میں ۱۹ ابواب ہیں عروض و قوافی معنی و بیان بطور جدید موازنہ مذاق شاعرانہ یورپ فارسی، عربی و اردو وغیرہ اہل زبان کی تعریف متروکات کی بحث اور خدا جانے کتنے فوائد اس میں ہیں کتاب مردم دیدہ کی سات جلدیں جس میں قریب قریب بارہ سو ملاقاتیوں کا ذکر ہے اور کس کس کا نام لوں علاوہ اگلی تصنیفوں کے یہ سب ذخیرہ پڑا سڑ رہا ہے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ پہلے ہزارہا روپے صرف کر چکا ہوں اور کتابیں مفت بانٹ بانٹ دیں اب سولہ برس سے جو کچھ کہتا ہوں چھپوانا کیسا چھپاتا ہوں۔ کسی کی محنت رائگاں نہیں جاتی ایک وقت ضرور ان چیزوں کی قدر ہوگی گر میں نہ ہوں گا۔ داغ کی طرف دنیا ٹوٹی ہوئی ہے دیوان اول ملاحظہ فرمائیے ؎

حوروں کا انتظار کرے کون حشر تک   مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں
جب سوالِ وصل پر کرتا ہوں ضد   ڈر کے کہتے ہیں کہ ہم اچھے نہیں
شیطان بھاگتا ہے محمد کے نام سے   کیا ذکر اس ذلیل و پلید و خبیث کا

وغیرہ وغیرہ ایسے فحش مضامین کے بجز رنڈی بازیوں اور فسق و فجور کے اور کیا ہے مگر اچھے اچھے فہمیدہ با مذاق بھی ادھر نظر نہیں کرتے استعداد علمیہ

وشاعری کی حالت ظاہر۔ دنائت طبع وکثافت نسب وبدی اخلاق عیاں۔
مگر چیدرتا یاد کبھی کیا جگہ ہے جب ان امور پر غور کرتا ہوں تو میرے دل کی جو حالت
ہوتی ہے میں ہی جانتا ہوں۔ میں ناشکری نہیں کرتا ہوں پندرہ برس اُدھر
جب تک میں زندہ تھا فضلائے یورپ وسخن سنجان ہند نے ایسی ایسی داد
مجھے دی کہ شاید ہی کسی کو نصیب ہوسکے بایں کہ پندرہ برس ادھر کے تصانیف
سے اور اب سے زمین وآسمان کا فرق ہے اگر ان تمام ذخیروں کو شائع
کیا جاتا تو خدا جانے انصاف طبع کیا کچھ مجھکو نہ سراہتے مگر ہندوستان کا رنگ
دیکھ کر اب مطلق یہ دل نہیں چاہتا کہ کسی چیز کو شائع کروں جب میں مرثیہ
کہنے ریاضت ہائے شاقہ کر رہا تھا تو بخدا میرے دل میں ہرگز یہ بات نہ تھی
کہ میں اپنے کمال کو اور خاص کر کے مرثیوں کو ذریعہ معیشت بناؤں گا بلکہ یہ سوچ
لیا تھا کہ اگر مجھ کو حسب خواہ مرثیوں میں کامیابی نصیب ہوگئی اور دو تین گھنٹہ
تک ممبر پر حسب خواہ پڑھ بھی سکا تو مختلف شہروں میں بشرطیکہ وہاں کے اراکین
نے اشتیاق ظاہر کر کے مجالس کا اہتمام بھی کیا تو جا جا کر مجلس پڑھوں گا اور ان تازہ
ترکیب کے فلسفۂ مذہبی کو پھیلاؤں گا ایسے موقع میں اگر خرچ سفر چندہ کر کے یا اور کوئی
معقول ترکیب سے کوئی دے گا تو لینے میں مضائقہ نہ کروں گا کیوں کہ ہر دفعہ
اپنے ہی پاس سے برابر یہ خرچ بھی کروں گا تو کیوں کر نبھ سکے گا مگر یہ بھی مجھ کو
گوارا نہ ہوا۔ جب مجھ پر یہ ثابت ہوگیا کہ اب مرثیے حسب خواہ ہیں اور بعض دوربینش اند

مجتہدین نے بھی یہ فرمایا کہ اب ان مرثیوں کو مختلف بلاد میں خود جا کر شائع کرنا تم پر واجب ہو گیا ہے ورنہ گنہگار ہو گے تو صاحب گنج میں مولوی سید خیرات احمد صاحب اور کلکتہ میں نواب بیگم صاحبہ مرشد آباد نے اور وہاں کے حضرات بوروں نے اور بنارس کے نواب صادق علی خاں صاحب نے بڑے بڑے اہتمام سے مجالس مقرر کئے اور میرے لانے کو لوگ روانہ کئے میں ان سب جگہ گیا مجلسیں خوب خوب پڑھیں چار چار پانچ پانچ ہزار آدمیوں تک مجمع ہوا ان صاحبوں نے خرچ سفر کے نام سے ہزار ہزار روپیے تک دینے کا قصد کیا اور میرے ہر سفر میں معمولی سے کہیں زیادہ خرچ بھی ہوا کرتا ہے کیوں کہ بغیر سکنڈ کلاس رزرو کئے میں نہیں جا سکتا اور دو چار احباب ایسے ہیں کہ مجھ کو چھوڑتے نہیں ہیں ان سب امور کو پیش نظر رکھ کر مجھ کو خرچ دیا گیا مگر مجھ کو شرم آئی اور بڑے اصرار سے واپس کر دیا۔ مگر ادھر چار برس ہوئے کہ مجھکو تصانیف میں بجد مشغول پاکر رام بہادر لال میرا کارندہ ہزار کا غبن کر کے خود جا کر دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ ایسی سخت زیر باری ہوئی کہ اب ایسے سفروں کا متحمل نہیں ہوں لاہور سے خدا جانے کس قدر اصرار ہو رہا ہے دہلی سے احباب مصر ہیں مگر میں حیران ہوں کہ کیا کروں اگر جاتا ہوں تو ایک ہزار روپیہ آمد و رفت میں خرچ ہوں گے مانگنا مجھ سے ممکن نہیں اور لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ میں قبول نہ کروں گا اسی کو گو میں ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک خود

ہر جگہ جاکر اپنے آپ کو نہ دکھاؤں کوئی کیونکر مجھ سے پوری طرح آگاہ ہو سکے گا علاوہ اس کے ان مرثیوں کو پھیلانا مجھ پر شرعاً واجب بھی ہے۔ بورڈلن صاحب سابق لفٹنٹ گورنر بنگال اور بولٹن صاحب سکرٹری نے مجھ سے خود کہا تھا کہ اگر تم حیدرآباد جاؤ تو میں خطِ سفارش لکھ دوں گا اسی خیال سے میں نے کئی سو روپیہ خرچ کر کے ایک مخملی پردہ پر جواہر نگار حرفوں کے تہنیت نامہ کو مرتب بھی کیا مگر ناگفتہ وجوہ سے وہ قصد رہ گیا۔ اور اب ویسے روشناس اور میرے اچھی طرح سے پہچاننے والے حکام یہاں نہیں رہے پھر بغیر کسی کی تحریک کے خود چل کھڑے ہونا اور کم سے کم پندرہ سو روپیہ اس سفر میں خرچ کر دینا درآں حالیکہ حیدرآباد کا حال ظاہر ہے کون سی عقل کا کام ہے ہاں یہ ممکن تھا کہ وہاں کے چند اعزہ و روشناس مجھ کو بلاتے آپس میں دو چار سو روپیہ کا چندہ کر لیتے تب بھی میں اپنے پاس سے بقیہ خرچ گوارا کر کے دو چار ہفتوں کے لئے چلا جاتا۔ کہنے کے لئے یہ بات ہوتی کہ وہاں کے اراکین اور قدر شناسوں نے چندہ کر کے سفر خرچ بھیجا ہے یہ بات میرے اور ان سب صاحبوں کی وقعت اور نام کی ہوتی ایسے موقع میں میں وہاں کے خطوط حکام کو دکھاتا اور مستدعی ہوتا کہ آپ بھی (جو کچھ مجھ سے واقف ہیں) خطوط میں درج کر دیجئے اور یوں بلا وجہ نہ اُس قسم کے حکام ہیں اور نہ میں استدعا کر سکتا ہوں۔ تیسرے سال کلکتہ مدرسہ کے مسلم انسٹیٹیوٹ کے سالانہ جلسہ

میں میں بلایا گیا میری پذیرائی کا اہتمام بلیغ کیا گیا ڈاکٹر راس صاحب پرنسپل صدر انجمن تھے سید محمد خاں صاحب ڈپوٹی کلکٹر نے میرے انٹرڈیوز کروانے کے لئے ایک طویل اسپیچ کیا اور کہا کہ علی محمد شاد وہ شخص ہے کہ جو لوگ اس باکمال سے ناواقف محض ہیں ان کو اپنی قسمت پر رونا چاہیئے آج نہ فقط سرزمین بنگالہ بلکہ سارے ہندوستان کو اگر کسی باکمال پر فخر ہو سکتا ہے تو وہ علی محمد شاد ہی ہیں۔ میں ہندوستان کے ناموں سے خوب واقف ہوں ان کے مقابلہ میں آفتاب اور ستارے کی بھی مناسبت نہیں ہے وغیرہ وغیرہ ایسی ایسی تقریریں نہ فقط ہندوستان ہی کے باوقعت بزرگوں نے مختلف جلسوں میں کی ہیں بلکہ بعض یورپین واقف کاروں تک نے بہت کچھ کہا ہے مگر نتیجہ کیا ہوا۔

اب میں ایک سال سے گویا گوشہ نشین ہوں شہر میں ایک شخص بھی ایسا زندہ نہیں رہا جس سے مل کر دل خوش ہو سکے اصلاح کے لئے بیشتر سید خورشید نواب صاحب سرفراز حسین خاں صاحب نظیر میاں میر عنایت حسین وغیرہ وغیرہ آیا کرتے ہیں اور مجبوراً اصلاح بھی دیا کرتا ہوں سید خورشید نواب صاحب کی فرمایش جان مارتی ہے ہولی ٹھمریاں چیت وغیرہ تک کی نوبت آتی ہے اب چونکہ شہر میں مارواڑیوں کا دور دورہ ہے ان کی شادیوں کے رقعے انھیں کی اردو زبان میں اکثر تصنیف کر دیا کرتا ہوں مگر اب یہ حالت ہے کہ جب مرثیے کے لئے قلم اٹھاتا ہوں تو برائے چہ اور برائے کہ” کہہ کر قلم رکھ دیتا ہوں۔ اپنی حالت

یہ ہے ؎

پیری کی اک امید بندھی تھی وہ آ چکی　　موت آکے اپنی شکل بھیانک دکھا چکی
افسوس چشم شوق بصارت گنوا چکی　　طاقت مرے بدن سے ہمیشہ کو جا چکی
چپ ہو کے ہوں گا زمزمہ پرداز حشر میں　　سن لو کہ پھر سنو گے یہ آواز حشر میں

اس عمر کے اب ساٹھ برس ہو گئے کامل　　ہر چیز ہے اب اپنی نظر میں خط باطل
اب عمر رواں کاٹ چکی اپنے مراحل　　کہتا ہے جرس چونک کہ نزدیک ہے منزل
بستر بصد اندوہ ہمارا کہیں ہوگا　　بیشک اسی جنگل میں اتارا کہیں ہوگا

آج کی غزل کا یہ مطلع بھی حسب حال ہے ؎

خضر کیا ہم تو اس جینے میں بازی سب سے جیتے ہیں
دم اب اکتا گیا اللہ اکبر کب سے جیتے ہیں

میں نے یہ خط آپ کو نہیں لکھا ہے بھائی سمجھ کر جو کچھ دل میں آگیا گھسیٹ دیا ہے معاف فرمائیے گا۔

سنتا ہوں کہ حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ کلکتہ تشریف لائے ہیں مگر مجھ کو کیا۔ اگر میری کچھ بھی رسائی ہوتی تو میں اڈرس و تہنیت نامۂ خیر مقدم حاضر کرتا۔ آپ نے جس پرچہ کے لئے مجھ کو خبر دی ہے وہ اب تک میرے پاس نہیں آیا۔ ہر چند دل سخت کبیدہ ہے لیکن آپ کے ارشاد کی تعمیل بھی ضرور ہے سید سلمہٗ آداب عرض کرتے ہیں اپنی دلہن سلمہا کو دعا اور صاحب زادی سلمہا کو دیدہ بوسی۔

به پایاں آمد ایں دفتر حکایت ہمچناں باقی بصد دفتر نشاید گفت حسب الحال مشتاقی

خاکسار
سیّد علی محمد شاد

(٦)

۲۳ جنوری ۱۹۰۶ء عظیم آباد۔ پٹنہ

برادر صاحب گرامی قدر مکرم برادران دام عنایاتکم

تسلیم و دعائے ترقی عمر و اقبال مدّت سے آپ کے مزاج مبارک کا حال نہیں معلوم ہوا نہایت جی لگا ہوا ہے اور بیحد اب دیکھنے کے لئے دل تڑپتا ہے میں بالفعل کلکتہ گیا تھا وہاں ایک مجلس مولود پڑھنے کو عزیز از جان سید نصیر حسین خیال سلمہٗ نے بلایا تھا خدا کے فضل سے ایسا مولود ہوا کہ لوگ کہتے ہیں کہ کلکتہ میں کبھی ایسا مولود نہیں ہوا میں نے تین گھنٹے اپنا نیا کہا ہوا مولود پڑھا ہزاروں آدمی جمع تھے جن میں ڈیڑھ سو بی۔ اے و ام اے تھے لوگ بہت پریشان کرتے ہیں کہ حیدر آباد جا کر وہاں مجلسیں پڑھو اور محرم بھی قریب ہے مگر جب تک کوئی دل سوز تحریک نہ کرے خود جانا نہایت برا معلوم ہوتا ہے افسوس ہے کہ جب لورڈلن صاحب نے سفارش کر دینے کو کہا تھا نواب صاحب مرحوم نے جانے نہ دیا۔ آپ اتنے دنوں سے وہاں تشریف رکھتے ہیں کیا کسی تدبیر سے مجھ کو نہیں بلا سکتے افسوس ہے کہ آپ نے میرے مرثیے اور میری مجلسیں پڑھنا نہیں سنا تین سال تک عشرہ بھر میں سید خورشید نواب صاحب کیاں پڑھا کیا اس سال بالکل قصد نہیں ہے ہمارے ان کے

صفائی نہ رہی یہ مجلسیں یادگار ہوئیں جیسی مجلسیں آپ نے میر مونس مغفور کی دیکھیں ہیں اس سے کم نہیں ہوئیں کاش محرم میں حیدرآباد آنا ہو اور مجلسیں پڑھوں کوئی تو تدبیر کرنا ضرور ہے خدا آپ کو تندرست اور زندہ رکھے۔ میری بہو اور لڑکا تسلیم کہتے ہیں اپنے گھر میں میری دعا فرما دیجئے عمرکم طویل وعدوکم ذلیل۔

مکرر میں ان دنوں میر انیس مرحوم کی سوانح عمری لکھنے میں مشغول ہوں اگر آپ ایسے کا نام بتائیں کہ اس سے مدد ملے تو نہایت احسان ہوگا۔ فقط

دور افتادہ دعاگوئے شما
سید علی محمد شاد

۷

اخوی گرامی قدر والا دودمان روحی فداکم

تسلیم بالتکریم و شوق دیدار و دعائے ترقی حیات۔

قاصد رسید و نامہ رسید و خبر رسید　　در حیرتم کہ جان بہ کدامی کنم نثار

عزیز تر از جان اہلبیت نشان مولوی احمد خان اسسٹنٹ کمشنر پٹنہ آپ کے لفافہ کے پہنچنے کے تھوڑی ہی دیر قبل میرے پاس دیر سے بیٹھے ہوئے تھے افسوس ہے کہ آپ کا لفافہ تھوڑی دیر قبل نہ پہنچا ورنہ وہ بھی فائض بہ مطالعہ ہوتے۔ میرا خدا جانتا ہے کہ اس کے پہلے جو میں نے آپ کو خط لکھا ہے تو محض خلوص اور محض شوق دیدار کے جوش میں اور سبب یہ ہوا کہ میں میر انیس مغفور کی سوانح عمری لکھ رہا ہوں یہ ایسا دریا ہے کہ بیان میں نہیں آسکتا اور آپ سے اس کے مشکلات

اور وسعت کو بیان کرنا بھی بے سود ہے کیونکہ مجھ سے کہیں زیادہ فضلِ الٰہی سے آپ اس کو جانتے ہیں۔ بہرکیف میں اس مقام کو لکھ رہا تھا کہ میرے استاد اعلی اللہ مقامہ میر مونس مرحوم کی مجلس میں تشریف رکھتے تھے اور میر صاحب ممدوح حضرت کی طرف متوجہ ہو کر بار بار مخاطبت کرتے جاتے تھے اور مرثیہ پڑھتے جاتے اور حضرت حسب معمول ذرا زیادہ متلذذ ہوتے اور عمدہ تر مضمون پاتے تو واہ میر صاحب کا کلمہ ارشاد فرماتے اور میر مونس مرحوم اس مختصر تعریف کو بھی اپنا سرمایۂ ناز جان کر برخلاف عادت سلام کرتے اور "حضور کی مرحمت اور حضور کی تعریف میرے لئے آرزو" وغیرہ الفاظ کہتے جاتے تھے میں دست بستہ حضرت استاد علیہ الرحمہ کے سامنے حاضر تھا مجھ سے حضور لفظوں اور مضامین کے محامد آہستہ آہستہ ارشاد کرتے جاتے تھے جب مجلس تمام ہو گئی اور حضور ممدوح وہاں سے چلے تو میں ہم رکاب تھا رستہ میں چونکہ میرے اوپر مرثیہ کا بیحد اثر تھا میں نے جراءت کر کے عرض کیا کہ ایسا کلام حد اعجاز کو پہنچا ہوا معلوم ہوتا ہے اور ناممکن ہے کہ دوسرا ادا کر سکے سن کر خاموش رہے جب دروازہ تک میں نے پہنچایا اور حضور کوٹھے پر تشریف لے جانے لگے اور میں آداب بجا لا کر اپنی گاڑی پر سوار ہو چکا تھا تو آدمی سے ارشاد ہوا کہ دیکھ لڑکا کدھر گیا پکار پکار کہ ضرورت ہے میں اتر پڑا اور حضور کے ہمراہ کوٹھے پر گیا تو حضور چوکی پر سے فارغ ہو کر آ بیٹھے اور ارشاد کیا کہ ہاں تم نے ابھی کیا کہا تھا

میں نے اعادہ کیا تو فرمایا کہ کیا تم کو مرثیہ کہنے کا بہت شوق ہے میں نے نہایت ہی یاس سے عرض کیا کہ حضور یہ دولت کیوں کر نصیب ہو سکتی ہے دل تو چاہتا ہے کہ سلطنت ملے تو نہ لوں اور یہ ملے تو مقدم جانوں ٹھنڈی سانس لیکر فرمایا کہ افسوس ہے اس وقت میں زندہ نہ رہوں گا مگر جو لوگ زندہ رہیں گے وہ دیکھیں گے خدا نے چاہا تو میں چند ایسی صورتیں تم کو بتاؤں گا کہ تم اگر مشق کروگے تو ضرور یہاں تک پہنچو گے اس کے بعد سے حضرت نے ایسی ایسی باتیں تعلیم فرمائیں کہ وہ آج میرے لئے اکسیر کا کام دے رہی ہیں۔ میں نے اس سوانح عمری میں گو کہ یہ کل مضامین تو نہیں لکھے مگر بعض حصہ اس کا جب لکھا تو حضرت کے ذکر میں آپ کا ذکر ضروری سمجھ کر لکھنے لگا خدا جانتا ہے کہ آپ کی تصویر سامنے کھڑی ہو گئی وہ جوانی کی صورت زیبا وہ رنگ صبیح وہ چہرہ کی بشاشت وہ طرز کلام وہ جامہ زیبی غرض سب چیزیں یک دفعہ سامنے آ گئیں اسی کے بعد میں نے آپ کو خط تحریر کیا البتہ میں نے ضرور یہ جرأت کی کہ آپ کو اپنے حال پر متوجہ کیا اور غالباً یہ بھی لکھا کہ اگر ایک بھائی کسی جگہ موقع پاتا ہے تو اپنے پیرانہ سال بھائی اور اپنے باپ کے نام یوا کی جس نے ایک ہی کام میں عمر گزار دی ہو اور عزت و جان و دولت و صحت سب کچھ اس کے نذر کیا ہو کیونکر بھول سکتا ہے میں نے کھرنی کا درخت بویا تھا اور آپ کے پدر بزرگوار نے پانی سینچا تھا اب وہ کھرنی کا درخت

اتفاقات روزگار اور محض خدا کی مہربانی سے بُرا ہوا اور پھلا تو پھل کھانا نصیب نہیں ایک جگہ حیدرآباد البتہ تھی مگر وہاں میرا بجز تم ایسے نورنگاہ کے اور کون ہے وغیرہ۔

میں البتہ یہ ضرور طبعی طور پر متمنی ہوں کہ ایک دفعہ حیدرآباد جانا ہو اور اگر محرم کے عشرہ میں ہو تو کیا کہنا میرے وہاں جانے آنے میں ایک ہزار روپیہ سے کم خرچ نہیں معلوم ہوتا اس لئے سخت مجبوری ہوتی ہے۔ رزیڈنٹ صاحب کے نام چٹھی ممکن ہے کہ کمشنر صاحب موجود گو کہ مجھ سے اور ان سے صرف ایک ملاقات ہے لکھ دیں۔ کئی مہینے ہوئے کہ موجودہ لفٹننٹ گورنر صاحب یہاں آئے ہوئے تھے اور مجھ کو ایک دوست نے مرشدآباد سے یہ لکھا تھا کہ نواب بہادر مرشدآباد باصرار آپ کو بلایا چاہتے ہیں اور واقعی یہ بات سچ بھی تھی میں نے لفٹننٹ گورنر صاحب سے یہ ذکر کیا کہ غالباً مرشدآباد جانا ہو مگر نواب بہادر میرے شناسا نہیں ہیں اور لفٹننٹ گورنر نے ایک چٹھی بنام نواب بہادر انٹرڈیوز کی لکھ دی گو کہ جب میں اس دفعہ کلکتہ گیا اور دربار وغیرہ میں مرشدآباد کے ولیعہد صاحب کو دیکھا تو سخت نفرت ہو گئی کہ اگر دس کرور روپیہ ملیں تو میں نہ جاؤں عجب بے ترکیب اور نامہذب ہیں اور نواب بہادر شخص معطل ہیں میں ڈرا کہ ایسا نہ ہو بےلطفی ہو۔ لکھنؤ وغیرہ کے قدیم و جدید جتنے مرثیہ گو تھے اور ہیں سب نے بعوض اظہار صبر اہل بیت و نشان اہل بیت و صحت

واقعہ کے نفس بیان میں ایسی باتیں رکھی ہیں کہ غیر مذہب والے اگر اخلاقی طریقہ سے دیکھیں بجز تعجب کے اور کیا کہیں کہ امام حسین جب بے صبر تھے تو پھر تعریف کیا ہوئی میں نے یہ التزام رکھا ہے کہ مذہبی فلسفہ اور واقعہ اصلی سے تجاوز نہ کروں کیونکہ گناہ و شماتت ہے اسی لئے ہر طبقہ کے اہل علم خصوصاً نئے تعلیم یافتہ حد سے زیادہ پسند کرتے اور ترجیح دیتے ہیں مگر افسوس اس کا ہے کہ اگر میرا کوئی مددگار ہوتا اور جو موقع مرزا داغ کو ملا اگر مجھ کو ملتا تو میں غزلوں میں ہو یا مرثیوں میں بقدر اپنے حوصلہ کے محنت کرتا کتابوں اور تصانیف کا ڈھیر اور غزلوں اور مرثیوں کا انبار ہے اور میں ہوں اللہ اللہ

آپ نے اپنے گھر میں کی دو راز حال علالت کا حال لکھا ہے میں جب میاں بی بی میں ماشاء اللہ یہ درجہ پاتا ہوں جو خدا کے فضل سے آپ میں پاتا ہوں تو نہایت شکر کرتا ہوں کیونکہ میاں بی بی کے یہی معنی ہیں کہ من تو شدم تو من شدی الخ۔ اللہ اور زیادہ کرے لیکن بظاہر اسباب مجھ کو یقین ہے کہ آپ کی دلہن ماشاء اللہ ہوشیار باسلیقہ اور آپ کی آرام دینے والی اور نہایت ہمدرد ہیں ورنہ آپ کے مزاج میں اور اتنا اثر پیدا ہو کبھی گمان نہ تھا جو شخص لاڈ میں پلتا ہے وہ خود نازک مزاج اور معشوق طبع ہوتا ہے اور آپ بھی یوں ہی پلے ہیں اللہ تعالیٰ دونوں میاں بی بی اور بچہ کو عمر طبعی کو پہنچائے اور عافیت و نشان و شکوہ سے رکھے آمین۔

میں آج کمشنر صاحب کیان گیا تھا راستہ میں عزیز از جان مولوی احمد علی

خان صاحب سے ملاقات ہوئی تو آپ کے لیکچر کا حال بیان کر دیا ابھی پورا میں نے دیکھا نہیں ہے مگر جہاں تک دیکھا ہے ہر بن مو سے دعا نکلتی ہے اور ناز کرنے کو جی چاہتا ہے دیکھنے کے بعد تفصیل سے التماس کروں گا۔ اگر حیدرآباد میں آپ مجھ کو بھول گئے تو اتنا یاد رکھئے کہ آپ کے والد ماجد رضوان اللہ علیہ کی روح پر فتوح کو صدمہ ضرور ہوگا اتنا جانتا ہوں کہ آپ کو موقع بہت ہے اور وہاں شیعہ مذہب امراے قدر شناس بھی ہیں اور آپ اتنے دنوں سے ہیں کہ ذریعہ معقول نکل سکتا ہے اس سے زیادہ کیا تکلیف دہ الفاظ عرض کروں۔

نور چشم سید حسین خاں اور ان کی دلہن آپ کی خدمت عالی اور دلہن صاحبہ سلمہا کی خدمت میں آداب بجا لاتے ہیں میری طرف سے دلہن صاحبہ مدعمرہا اور صاحب زادی کو دلی دعا پہنچا دیجئے اللہ تعالیٰ آپ تینوں صاحبوں کو عافیت سے رکھے برادر سید جعفر حسین خاں صاحب نہایت شوق ملاقات کے ساتھ سلام و نیاز کہتے ہیں۔

مکرر سید حسن رضا خانصاحب کا کچھ حال معلوم نہیں ہے کہ کیسے ہیں تکلیف فرما کر ازراہ عنایت ان کی خیریت سے ضرور اطلاع فرمائیے گا۔

از پٹنہ یکم فروری سنہ ۱۹۰۶ء

خاکسار

سید علی محمد شاد

(۸)

اخی محتشم روحی فداکم

آپ کا خط اور تار ایسے وقتوں میں میرے پاس پہنچا کہ میں اپنے حواس میں نہ تھا اور نہ اب تک ہوں اور نہ امید ہے کہ اب اپنی حالت میں آسکوں۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ متبذل عورت جس نے نورچشم سید حسین خاں عمرہٗ کو جب ایک دن کا تھا گود میں لے کر انتہائے محبت و ہمدردی غایت شفقت و محنت سے پال لکالا اور چوبیس برس تک ایک منٹ کے لئے بھی مجھ سے جدا نہ ہوئی معاش ملکیت گھر بار سب اس کے سپرد کر کے میں اپنے ریاضات میں مشغول رہا اور گھر کو الٹ کر نہ دیکھا دفعتہً وہ مجھ سے ہمیشہ کے لئے چھوٹ گئی ہو مالن کا مرنا میری موت اور مصائب کا پیش خیمہ ہے بخدا اب مجھ کو بجز موت کے کچھ نہیں سوجھتا دوسری بات غم انگیز اور حد سے مصیبت و حسرت افزا یہ ہے کہ نورچشم سید نصیر حسین خاں مدعمرہٗ کی بہن سل و دق میں مبتلا رہی اور پرسوں دنیا سے چل بسی۔ ایسی ذی علم و ادیب و شاعرہ اور مذہبی لڑکی میں نے فی عمرہ نہیں دیکھی جس قدر مصائب اس نے مردود محمد نواب اپنے نالائق شوہر کے ہاتھوں برداشت کئے کیا لکھا جائے جب میں اس کو دفن کر رہا تھا آپ کا تار پہنچا واللہ میں ہرگز اس قابل نہ تھا کہ قلم ہاتھ میں لوں مگر آپ کا بارہ تھا کیا کرتا ہرچند مجھ کو نہ تاریخ پسند ہے اور نہ قطعہ مگر آپ کی جلدی سے مجبور ہوں ابھی نظم کر کے ارسال کرتا ہوں اگر کوئی اور مضمون بھی داخل کروانا منظور ہو تو لکھ بھیجئے گا ورنہ میرے نزدیک کافی ہے۔ عزیزی مولوی عبدالحمید خاں صاحب

کی خدمت میں سلام و دعا خداوند کریم آپ کو کامیاب کرے میرا دیوان اب غالباً چھپ جائے گا ہر چند مجھ کو نہ اپنی شہرت سے غرض ہے اور نہ شیاع کلام سے مگر خدا جانے شائقین کا کس قدر اصرار ہو رہا ہے مجبور ہوں۔

اپنے گھر میں میری دعا اور مبارکباد تصنیف کہہ دیجئے۔

سید حسین ان کی دلہن اور لڑکی آپ کی اور آپ کے گھر میں کی خدمت میں بصد ادب تسلیم بجا لاتے ہیں۔ عمرکم طویل و عدوکم ذلیل۔

بستم جولائی سنہ ۱۹۰۶ء (از پٹنہ)

خاکسار

سید علی محمد شاد

قطعہ

اخی سید ہمایوں میرزا نام
نگہدارد خدا او را بہ عزت
ادیب و فاضل و بیرسٹر لا
گلے از گلبن باغ سیادت
ہمایوں یادگار اوستادم
چہ استادے کہ او خضر طریقت
جناب حضرت فریاد مغفور
ملک در شکل انساں فی الحقیقت
محقق ہمچو او نایاب در دہر
ہمانا در ادب سعدی سریرت
ہزاراں ہمچو من تلمیذ او را
فزائی شان او یارب بحکمت
کسی محشور با آبائش او را
ز تربت چوں بر آید در قیامت

غرضِ خاتونِ آں آخ گرامی کہ آمد حجلہ پرداز سعادت
ادیب و شاعر و انشانگارے الٰہی برخورد از عمر و دولت
عجب زیبا کتابے کرد تصنیف کہ باشد مایۂ صد گونہ حیرت
گرامی نسخۂ تعلیم نسواں ہمایوں نامۂ پند و نصیحت
چو شد مطبوع عالم گشت مطبوع جہاں را تازہ شد نور بصیرت
مرا اے شاد در دل حاصل آمد ازیں تصنیف صد فخر و مسرت
بگفتم سال طبعش از سرِ جاں فزودہ از پے اخلاق زینت

ف	ز	و	د	ہ	ا	ز	ب	ی	ا	خ	ل	ا	ق	ز	ی	ن	ت
۸۰	۷	۶	۴	۵	۱	۷	۲	۱۰	۱	۶۰۰	۳۰	۱	۱۰۰	۷	۱۰	۵۰	۴۰۰

سنہ ۱۳۲۱ + ۳ = سنہ ۱۳۲۴ ہجری

(۹)

۱۰؍ جولائی سنہ ۱۹۰۶ء پٹنہ

اخوی محتشم من ارفع اللہ شانکم

بعد ادعیہ وافیہ و شوق ملاقات (جس کو میں اپنے لفظوں میں ادا نہیں کر سکتا) واضح خدمت ہو ایک مہینے کے قریب عرصہ ہوا کہ میں نے بجواب آپ کے مسرت نامہ کے ایک مفصل خط روانہ کیا اور امید تھی کہ آپ جواب سے شاد کام فرمائیں گے مگر اب تک آپ نے جواب سے مسرور نہ کیا حالانکہ اس میں بعض امور جواب طلب تھے خداوند عالم موانع بخیر کرے کل ۶؍ جولائی کو پرائیوٹ

انٹرویو میں لفٹنٹ گورنر بہادر سے میں نے عرض کیا کہ میرے بعض احباب حیدرآباد سے مجھ کو بلاتے ہیں اور میرا اعتقاد ہے کہ حضور نظام تک بھی میری رسائی ہو کیا یہ ممکن ہے کہ گورنمنٹ مجھ کو بذریعہ رزیڈنٹ کے روشناس کر دے اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ جب آپ کا مصمم قصد جانے کا ہو تو میں اس کے لئے موجود ہوں میں اگست تک برابر دورہ میں رہوں گا اور ستمبر میں دو ہفتہ کے لئے کلکتہ آؤں گا اگر واقعی آپ جانا چاہتے ہیں تو کلکتہ میں آئیے میں بندوبست کر دوں گا"

اب آپ ارشاد فرمائیں کہ مذکورۂ بالا امر کے واقع ہونے پر یعنی لفٹنٹ گورنر کی چٹھی کا کیا اثر ہوگا اور مضمون چٹھی کا کیا ہونا چاہئے۔ میں بار بار یہی سوچتا ہوں کہ اس سفر میں پانچ سو روپے مجھ غریب کے صرف ہو جائیں اور کوئی کام نہ نکلے تو اور بھی آخر عمر میں صدمہ پہنچے اور اگر یہ پس پیش سوچکر خاموش بیٹھا رہتا ہوں تو اوّل تو پچاس برس جس کام میں محنت کی ہے اس کی نشو نما سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے دوسرے جو چند نہایت ضروری فرائض اپنی گردن پر ہیں خصوص کلکتہ والی لڑکی کی شادی اس کا سرانجام بغیر بالائی فتوح کے کیونکر ہو سکے غرض یہ خلجان شب و روز سوہان روح ہے۔ اب آپ فقط اس پر غور ہی نہ کیجئے بلکہ جو جو امور مناسب ہوں خود اس کا کماحقہ بندوبست کیجئے اور مفصل جواب لکھئے۔ ستمبر میں ان شاء اللہ میں کلکتہ اس صورت میں جاؤں گا

جب آپ مجھ کو یہ لکھیں گے کہ گورنمنٹ کی چھٹی منفید ہو گئی دن ہوئے کہ حافظ احمد رضا صاحب نے کئی مہینے کی علالت میں رحلت کی آج ان کا چہارم ہے۔ سید حسن رضا خاں صاحب کا حال معلوم نہیں کیسے ہیں۔

میں پنچ کا فیصلہ اردو میں لکھا کرتا تھا ہائی کورٹ اور لوکل حکام نے اردو کو ناجائز قرار دے کر مجھ کو حکم دیا تھا کہ ہندی میں لکھوں میں نے نہ مانا آخر لفٹنٹ گورنر نے یہ فیصلہ کر دیا کہ جب تک علی محمد شاد زندہ ہے اردو میں فیصلہ لکھا کرے باقی لوگ ہندی میں لکھیں بعد علی محمد شاد کے پھر کوئی مجاز نہ ہوگا نہایت صدمہ ہے کہ مجھی تک عدالت میں اردو ہے۔ ان دنوں ایک شغل یہ ہے کہ ہر اتوار کو سرفراز حسین خاں صاحب کے گھر میں تاریخ پر لکچر دیا کرتا ہوں اور مجمع ہوتا ہے اور جو نعمت مجھ کو میرے استاد اعلی اللہ مراتبہ سے ملی ہے میں اس کو پھیلاتا ہوں زیادہ عمر کم طویل و عدو کم ذلیل

اپنے گھر میں میری طرف سے دعا اور لڑکوں کی طرف سے آداب و بندگی قبول کیجیے۔

خاکسار

سید علی محمد شاد

---

(۱۰)

۵ ستمبر ۱۹۰۷ء

اخی محترم روحی فداکم

تسلیم و سلام شوق و دعا۔ عین انتظار بعید میں گرامی نامہ پہنچا۔ نہ تو مجھ کو

مشیر نسواں ملی اور نہ بچہ۔ پہلے خط کے آپ کا کوئی خط تعجب ہے کہ کیوں ایسا ہوا یہاں کے ڈاک خانہ میں ممکن نہیں کہ میرا خط یا پارسل تلف ہو سکے۔ بہر کیف مشیر نسواں ایک دوست سے مجھ کو مل گئی اور پندرہ دنوں سے شب کو میری لڑکی اور کبھی سید سلمہ پڑھ پڑھ کر مجھ کو سنایا کرتے ہیں۔ جہاں تک میری نظر سے حال کی نسوانی تعلیم کے متعلق کتابیں گزری ہیں یہ سب سے مفید تر اور اچھی ہے اب میں تمام کر لوں تو غالباً اس کے کثیر محاسن کو قلم بند کر کے حاضر کروں گا۔ بھائی ایک تو بخدا مجھ کو فرصت بہت کم دوسرے اس پیرانہ سالی میں کمی مقدرت اور کثرت خرچ اور بعض ترددوں نے ایسا ضیق میں کر رکھا ہے کہ بیان سے باہر ہے حد ہے کہ میں اپنا دیوان تک چھپوا نہیں سکتا۔ تمام دنیا تقاضا کرتی ہے کہ دیوان چھپواؤ اور مجھ سے یہ ممکن نہیں کہ پانچ چھ سو روپیہ لوگوں سے بھیک مانگوں اور چھپواؤں ”گونگے کا سپنا ہے“۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔ ہاں مشیر نسواں میں آپ نے کسی موقع سے اپنے والد بزرگوار کا نام نامی کیوں ترک کیا حالانکہ بہت گنجائش تھی کیا علی سجاد صاحب کی تقلید کی یا ان جناب کو لائق ذکر نہ سمجھا افسوس جب آپ سا لائق ایسے باکمال باپ کو تصنیف میں بھول جائے تو اور کیا امید ہو سکتی ہے میری گستاخی معاف کیجئے کیونکہ مجھ کو سخت صدمہ ہوا ہے۔

اب یوں سمجھئے کہ میری آئندہ کی تمام امیدیں آپ کے جوابات پر منحصر ہیں

یعنی کلکتہ جانا اور لفٹنٹ گورنر سے حیدرآباد کی نسبت سفارشی خط لینا چنانچہ جس خط کا یہ تفصیل جواب تلف ہوگیا میں نے اس میں مفصل آپ سے پوچھا ہے خدا کے لئے پھر آپ از راہ برادر نوازی میرے خط نکال کر مفصل جواب قلم بند فرما کر دوبارہ زحمت فرمائیے اسی ستمبر میں میں نے لاٹ صاحب سے کلکتہ آنے کا وعدہ کیا ہے آپ کے خط کا منتظر ہوں خط آتے ہی پرائیوٹ سکرٹری کو تار دوں گا کہ کس دن کلکتہ آؤں ۔ اور حتی الوسع وہاں کچھ تو ایسا سامان کیجئے کہ جو روپیے راہ خرچ میں میرے صرف ہوں وہ ضائع نہ جائیں ۔ سید حسین صاحب بلگرامی سے پہلے تو مجھ سے خط کتابت تھی اب برسوں سے نہیں ہے اور نہ ان سے مجھ کو کوئی امید ہے بہر کیف اگر آپ کی رائے ہو تو ان کو بھی خط لکھوں اور کسی شخص سے شناسائی نہیں ہاں صفدر علی خاں صاحب دکن ریویو کے اڈیٹر مجھ سے مل گئے ہیں اپنے گھر میں (خدا ان کو صد و سی سال سلامت رکھے اور اولاد دے) میری دعا اور لڑکوں کی بندگی فرما دیجئے اور مجھ کو حد سے زیادہ اپنے خط کا منتظر سمجھئے عمرکم طویل و عدوکم ذلیل ۔

خاکسار
سید علی محمد شاد

---

(۱۱)

اخوی محتشم و محترم سلمکم اللہ تعالے تسلیم

اب تک زندہ ہوں اور آپ کا دعاگو خداوند کریم آپ کو جمیع مکارہ سے

محفوظ رکھے ادھر میں نے ایک کتاب ایسی لکھی ہے کہ دنیائے شاعری میں نیا انقلاب کرنے والی ہے اُس کا شمہ اشتہار سے معلوم ہوگا۔ حضرت استاد مغفور کے حالات خاص طور سے درج کئے ہیں میرے پاس روپیہ کہاں کہ ایک ہزار روپیہ لگا کر حسب خواہ چھپوا سکوں لامحالا اور اور تصنیفوں کی طرح پڑی سڑتی مگر بعض احباب نے مسودہ چھین لیا اور وہ لوگ چھپوا رہے ہیں اگر یہ کتاب حسب خواہ چھپ گئی تو سمجھئے کہ میرا دیوان و کلیات منظومات و مراثی و دیگر کتب کا ذریعۂ طبع نکل آئے گا۔ دس اشتہار آپ کی خدمت میں جاتے ہیں اگر آپ پچاس کتابیں بھی پیشگی خرید کروادیں تو میں سمجھوں گا کہ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کو زندہ کر دیا ورنہ جس طرح وہ مر گئے ہیں میں بھی انھیں کے ساتھ ہمیشہ کے لئے مر کر رہ جاؤں گا اور پھر کوئی آشنا نہیں ہے کہ ان کو یا مجھ کو جلا سکے آئندہ آپ کو اختیار رہے

بہت دنوں سے آپ کے حالات معلوم نہیں ہیں بورود نیاز نامہ جواب سے مطمئن و ممنون فرمائیے۔ نورچشم سید حسین خاں تسلیم بجالاتے ہیں۔ اپنے گھر میں میری دعا کہہ دیجئے۔

خاکسار تمھارا دعاگو

سید علی محمد شاد

۱۰ر نومبر سنہ ۱۵ء

(۱۲)

اخوی مکرم من سلمکم اللہ تعالیٰ

تسلیم

میں ۱۶ محرم سے دورۂ بواسیر و اختلاج قلب میں ایسا مبتلا ہو گیا کہ چند عرصہ بعد زندگی کی امید نہ رہی اب کچھ اچھا ہوں ۔ آپ نے اپنے والد ماجد کے بارہ میں جو کچھ لکھا ہے میرے معلومات پر کوئی اضافہ نہ ہوا حضرت کے سلسلہ تلمذ کو بھی آپ نے نہ لکھا یعنی اُردو زبان میں بدو واسطہ خواجہ میر درد کے آپ شاگرد ہیں بہرحال آپ مجھ سے ان حالات کی نقل مانگتے ہیں جو میں نے کتاب میں درج کئے ہیں بھائی نہ کوئی کاتب ہے نہ مجھ میں طاقت کہ نقل کر کے بھیجوں تصنیف سے میرا ایسا جی چھوٹ گیا ہے کہ بیان نہیں کر سکتا عمر بھر میں بڑی محنت و شوق سے یہ کتاب لکھی اشتہار دیا تعریفیں اور زبانی شوق کے اظہار میں تو وہ مبالغہ آمیز خطوط آئے مگر زر می طلبد سخن درین است پھر کس کو ہمت و جرات ہو سکتی ہے کہ گھر بیچ کر کتاب چھپوائے دنیا کو خوب دیکھا اب ہوس نہیں ہے ؎

خورم آن روز کزین منزل ویران بروم

میرے لڑکے سب تسلیم عرض کرتے ہیں اپنے گھر میں دعا کہہ دیجئے فقط

۲۶ ڈسمبر سنہ ۱۵ (پٹنہ)

خاکسار

سید علی محمد شاد

۱۸۴۲۸ R

(۱۴)

۲۶ر دسمبر ۱۹؁ء (پٹنہ سٹی)

اخوی محتشم روحی فداکم

بعد ماوجب و آرزوئے دیدار

چونکہ ایک مدت سے خط و کتابت مجھ سے اور آپ سے نہیں ہوئی ہیں تو کسی قدر آپ کے حالات سے آگاہ بھی ہوں کیونکہ اکثر واقف کاروں سے پوچھا کیا مگر شاید آپ کو خبر نہیں ہوگی۔ اس پیرانہ سالی میں تواتر ہر قسم کے روحانی آلام نے دو برس سے مجھ کو چور کر دیا میں نہیں چاہتا کہ اس کا ذکر کر کے آپ کو بھی ملال دوں۔

قریب اربعین ایک بزرگ جن کا اسم گرامی جناب مولانا غلام حسین صاحب اور مجتہد عصر ہیں دفعتہً غریب خانہ میں وارد ہوئے اور میں اسی وقت بر سبیل علاج کلکتہ جا رہا تھا آپ کا نامۂ نامی انھوں نے دیا گذشتہ سال کی سخت بارش میں گھر میرا الگ مسمار اور زیر تعمیر گھر میں میری ہو گئے قضا کرنے سے بجز تین چار بچوں کے کوئی تنظلہ نہیں اب میں سخت حیران ہوا کہ کیا کروں آخر استخارہ کیا تو ان کے ٹھہرنے کے لئے گلزار باغ ابو صاحب کے پاس واجب آیا میں نے ایک معقول تمہید کے ساتھ معذرت کی اور ایک خط ابو صاحب کے نام لکھ دیا۔ لکھنؤ وغیرہ سے جو اس قسم کے بزرگوار تشریف لاتے ہیں وہ وہیں قیام

کرتے ہیں امام باندی بیگم صاحبہ کا وقف لاکھوں روپئے کا اسی لئے ہے غرض بظاہر تو وہ کچھ ناراض نہ ہوئے اور تشریف لے گئے ہیں میں بھی روانہ ہو گیا پھر کچھ خبر نہ ملی کہ کیا ہوا ممکن ہے کہ وہ مجھ سے ناراض ہوئے ہوں مگر بخدائے لم یزل مجبور محض تھا۔ یہ محلہ بھی اجاڑ ہو گیا ورنہ ممکن تھا کہ میر جعفر حسین مرحوم یا علی میر مرحوم کے سپرد کر کے خود روانہ ہو جاتا آپ کو ضرور ملال ہوا ہوگا مگر میری محض مجبوری آپ سے میرا قصور بخشوا دے تو عجب نہیں عزیز بہتر از جان سر سید علی امام صاحب سے کل بھی آپ کی خیریت معلوم کر کے نہایت دل خوش ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب اور خوش رکھے بمنہ وکرمہ

اپنے گھر میں دعا کہئے بچے آداب عرض کرتے ہیں۔

تمہارا خادم پیر اور تمہارے باپ کا غلام

سید علی محمد شاد

مکرر التماس یہ ہے۔

یوں خیال فرمائیے کہ کچھ تو خود میرے بڑھاپے و تعلقات و مکارہ کے سبب سے اور کچھ اور اور موانع سے کتاب "حیات ابد" کے چھپنے میں توقف ہو رہا ہے یوں تو آپ اس کو ضرور چھپوائیں گے فرض کیجئے کہ اگر آپ اس کو نہ بھی چھپواتے تو میں ایسی کتاب کو جس طرح ہوتا ضرور ہی چھپواتا اور یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ جب تک میرے سامنے نہ چھپی تو اچھی حسب خواہ نہ چھپے گی اور طوالت ہوتی جائیگی

صورت اس کے چھپنے کی یہی ہے کہ میں دیباچہ سے لے کر حصہ باب اول کو آپ
پاس آپ کی اجازت پانے پر روانہ کروں آپ دیکھ کر فوراً واپس دیجئے میں فوراً
کاتب کے حوالہ کروں گا۔ جب تک اس کی کاپی اور چھپنا شروع ہو دوسرا باب
روانہ کروں آپ دیکھ کر فوراً واپس دیں اسی طرح برابر ہوتا رہے اور جو فرما خواہ
جزو چھپ جائے آپ کے دوبارہ ملاحظہ کو بھیجا جائے اسی طرح آخر کتاب تک
چھپی ہوئی پوری کتاب آپ پاس جمع ہو جائے جب تک آپ ایک انگریزی
میں دیباچہ خلاصہ مضمون کتاب کا میری طرف سے لکھ کر وہاں چھپوا لیجئے اگر یہ
رائے نہ ہو تو جانے دیجئے اس بیچ میں تصویر وغیرہ کا سامان ہوتا رہے گا۔
ایک میرا مرثیہ معمولی ننگی دالان والوں نے چھپوایا ہے کاغذ لکھائی چھپائی
ایسی ہی ہوگی میں عنقریب پورا یا ادھورا مرثیہ ملاحظہ کے لئے بھیجوں گا انداز
سے کہتا ہوں کہ حیات اذ بیس جزو سے کم نہ ہوگی اسی حساب پر خرچ کا قیاس
کر لیجئے اور روپیہ قسط کر کے بھیجئے اس سے بہتر سہولت میرے لئے نہیں ہے
آئندہ آپ کو اختیار ہے اگر میں تو چھپواؤں گا تو تاریخ صوبہ بہار کا حصہ اول
مولوی محی الدین صاحب کے رانچی سے آنے پر (غالباً دسمبر میں آئیں گے) مجھ کو
پانچ سو روپئے کی قسط گورنمنٹ سے ملے گی میں ضرور شروع کر دوں گا ان
توقف میں اور بھی طوالت رہے گی میں چار سو جلدوں کا حساب ذیل عرض کرتا ہوں
بیس جزو کے حساب سے چار سو کتابوں کے چھپنے کا خرچ۔

کاغذ قسم	۲۰ رم	فی لعہ ۱۲/	ماحلعہ
کاتب	۲۰ جزو	فی جزو للعہ	لعہ
سنگ ساز ۲۰ پتھر فی سنگ	۱۴/		عہ
۲۰ پتھر۔ اجرت چھپائی فرما تخمیناً			اعہ
سیاہی وغیرہ سب ملا کر			عہ
			للالعہ

میرے نزدیک اگر مجھ سے حساب میں غلطی بھی ہوئی ہو تو بہتر ین چھپائی وغیرہ میں چار ساڑھے چار سو روپے سے زیادہ خرچ نہ ہوگا پہلی قسط ایک سو روپیہ کی اسی طرح جب وہ چھپ جائے اور فرمے آپ پاس پہنچ لیں تب پھر ایک سو بھیجئے یوں اگر ہو تو اسی مہینے سے انشاء اللہ چھاپا شروع ہو جائے۔

اپنے گھر میں میری دعا فرما کر یہ فرما دیجئے کہ میں مطلق فرصت نہیں رکھتا آپ کی نایاب کتاب پڑھ کر مفصل رائے ظاہر کروں گا آپ کی تعریف میں بخدا زبان قاصر ہے فقط۔

(۱۵)

اللہ اکبر میرا ہر دل عزیز اور پیارا بھائی کہتا ہوگا کہ علی محمد شاد کیا مر گیا جو میرے اشتیاق نامے کا جواب نہیں لکھا اگر معذرت لکھوں تو جب خود میرا دل ایسی معذرت کو قبول نہیں کرتا تو میرا استاد زادہ کب قبول کرے گا جانتے ہو کہ میں نے تمھارے

خط کو دیکھ کر کیا کیا اول یہ کہ دیر تک روتا رہا آنسو تھمے تو پھر پڑھا اور پھر پڑھا
اور پھر پڑھا۔ جو ملنے آیا اس کو سنایا دوسرے دن بضرورت آرہ جانا تھا وہاں
جا کر بیمار ہو کر گھر آیا افاقہ کے بعد روز قصد کرتا رہا کہ جواب لکھوں ایک ہفتہ اس
میں گزرا۔ اب میری حالت دل لگا کر سنئے میری مطیع بیوی تو سال گزشتہ پانچ
اولاد چھوڑ کر مر گئی جس میں ایک لڑکی جوان قابل شادی ہے کہیں سے حسب خواہ
نسبت نہیں آتی سخت پریشان ہوں دو لڑکیاں سات اور آٹھ برس کی دو
لڑکے چھ اور تین برس کے ہیں اگر ماں جیتی رہتی تو اس کو ترکہ سے چھ سو
روپیے ماہواری کی آمدنی ملتی اس سے محروم رہ گئے۔ میری ذاتی
پنشن گورنمنٹ (للعہ) دیتی ہے اور میرے لڑکے کی زمینداری اب صرف
ایک سو روپیہ ماہانہ باقی ہے اتنے میں نہایت تنگی سے بسر ہو رہی ہے
گرانی نے اور چور کر دیا مزید برآں ہر سال کی بارش نے باہر والے سب کمروں
کو لے ڈالا یعنی چھتیں بیٹھ گئیں گورنمنٹ نے مرمت مکان کے لئے کل ایک ہزار
روپیے دئے دو ہزار سے زیادہ خرچ ہو چکے ہیں ابھی ناتمام ہے۔
اب دوسری بات سنئے میں نہیں جانتا کیونکر گورنمنٹ نے دفعتہً پبلک لیبرری
کو باضابطہ چٹھی لکھی کہ مولوی عظیم الدین ایم۔ اے (حکیم عبدالمجید کے نواسے)
جا کر علی محمد شاد کے کل تصانیف دیکھیں اور رپورٹ کریں تاکہ گورنمنٹ چھاپے۔
میں یہ سنکر ڈائرکٹر صاحب کے پاس چلا گیا بہت سی باتوں کے بعد گورنمنٹ نے

اپنی رائے واپس لی اور خود مجھ کو حکم ہوا کہ تم فہرست اور رپورٹ بھیجو اٹھارہ کتابوں کی فہرست اور طول طویل رپورٹ بھیج دی غالباً چند کتابیں گورنمنٹ چھاپے گی ۔

حیدرآباد دکن کے بارہ میں میرے عزیز گرامی قدر سر سیدؔ علی امام صاحب نہ میرے اصرار سے بلکہ خود اپنی مہربانی سے کچھ تو ضرور کریں گے میں بھی چند کتابیں قلمی لکھوا کر انشاءاللہ عنقریب بھیجوں گا ۔ پیرانہ سالی د ، برس کی عمر بواسیر اور دھڑکن کا عارضہ اس پر ان دنوں لکھنے کا کام حد سے زیادہ بڑھا ہوا ہے خدا انجام بخیر کرے ۔

خاتونانِ دکن والا رپورٹ میں اور میرے بعض لائق دوستوں نے پڑھا بجز اس کے کیا کہوں کہ حق تعالیٰ دونوں میاں بی بی کی حیات میں ترقی دے واقعی یہ ہے کہ ایسے شوہر کے لئے ایسی ہی بی بی چاہئے تھی ۔

سر سیدؔ علی امام صاحب اس دفعہ بھی مجھ سے ملنے رونق افروز ہوئے تھے آپ کے حالات سن کر دل خوش ہوا اللھم زد فزد ۔ آپ مجھ کو بلاتے ہیں بخدا دل تو یہ چاہتا ہے کہ اب مروں بھی تو تمھارے پیش نظر علی الخصوص خاتونانِ معظمہ جیسیوں کو اب میں روحِ رواں سمجھنے لگا ہوں اکثر اُن کا خیال اور محبت التفات جذب کر رہا ہے کہ پر لگا کر اڑ جاؤں خدا کرے میری آرزو پوری ہو ۔

نصیر میاں کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے بہت کم ہے غالباً اگر میں حیدرآباد میں پہنچوں بھی تو مجھ سے ملاقات نہ کریں گے اور وہاں فرود ہونا

تو ناممکن ہے۔ یہاں مشہور کر رکھا تھا کہ خاص سرکار نظام کے سکرٹری اور پچیس سو روپیہ ماہانہ تنخواہ ہے سر سید علی امام صاحب سے اس دفعہ پوچھا تو انھوں نے ازرو صیغہ کا ان کو اپنا سکرٹری بتایا میں نے عمداً تفصیل سے ان کا حال ان سے نہ پوچھا اب آپ سے پوچھتا ہوں کہ واقعی ان کی کیا حالت ہے سر سید علی امام صاحب سلمہ کو میں نے اس دفعہ نصیر میاں کے تذکرہ میں کچھ سرد مہر پایا اس لئے عمداً میں نے اور کچھ نہ پوچھا میری سرمایۂ ناز و فخر بھاوج کی خدمت میں (خدا اس کو رہتی دنیا تک زندہ رکھے) میری دلی دعائیں پہنچیں بخدا اگر میں تم تک نہ پہنچا تو اس پیرانہ سالی کی زندگی کا کچھ بھی لطف نہ اٹھایا میں جس فخر کی نگاہ سے ان کو دیکھتا ہوں لفظوں میں کیا ادا کروں کیونکہ اس کے لئے حسب خواہ کوئی لفظ ہی نہیں ہے سید حسین اور سب بچے دونوں صاحبوں کو تسلیم بجا لاتے ہیں۔

فروری سنہ ۱۹۲۰ء
تمھارے باپ کا غلام
سید علی محمد شاد

(۱۶)

برادر سبحان برابر ثمرۂ شجر حسب و نسب و کمال سلمکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام شوق و دعائے ازدیاد عمر و اقبال۔ عنایت نامہ بجواب خط فقیر پہنچا آپ کی محبت آمیز باتیں اور مسرت خیز فقروں نے میرے شکستہ دل کو قوت بخشی اور یہ معلوم ہوا کہ میں خدا ناکردہ بیکس نہیں ہوں۔ جامع المتفرقین آپ سے ملائے۔

بھائی اب میری زندگی کا کیا بھروسہ ہے، برس کا سن ہوا مجھ سے جو عمر میں بہت کم
تھے وہ بھی دنیا سے جا چکے اور ہم عمروں میں بجز دو شخصوں کے (اللہ تعالیٰ مجھ کو
ان کا داغ نہ دکھائے) ایک مخدومی و اخوی نواب سید امداد امام سلمہ ہیں اور دوسرے
برادر گرامی مولوی سید خیرات احمد ہیں مگر یہ دونوں حضرات بھی ہم سے کہیں
برسوں پر ملتے ہیں۔ اس اجڑے شہر میں اب کوئی اتنا بھی نہ رہا کہ دم گھبرائے
تو دو گھڑی اس سے باتیں کروں بخدا باتوں کے سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتے یہ
دیکھ کر اور بھی دم الٹ جاتا ہے پچاسوں حضرات (بخصوص جب مشاعرہ ہوتا ہے)
غزلوں پر اصلاح لینے آتے ہیں مگر جس کو دیکھو علم سے بے بہرہ۔ یہ دیکھ کر میں
نے چاہا کہ فنونِ شعر (فصاحت و بلاغت و معنی و بیان و عروض و قوافی) پر ہر
ہفتے لکچر دیا کروں یا ہفتہ وار یا ہر مہینے ایسا جلسہ ہوا کرے مصطلحات اردو
کے حدود و ضبط کئے جائیں۔ یہ لکچر آسان زبان میں تیار کرنے شروع کئے تھے
کہ میرے خیال میں اس سے زیادہ سہولت غیر ممکن ہے مثلاً فن عروض کے
لکچر کی ابتدا یوں کی آپ حضرات روزمرہ دیکھتے ہیں کہ بنئے سودا بیچنے کے لئے
پانچ سات باٹ اپنی دوکان پر رکھتے ہیں اور انہیں سے مختلف چیزوں کو مختلف
اوزان کے ساتھ تول دیا کرتے ہیں بعینہٖ فن عروض کی بھی یہی حالت ہے اس
فن کو اسی لئے فن میزان بھی کہتے ہیں کہ یہ فن مختلف اوزانِ شعر کے لئے ترازو
ہے اس کی دوکان میں بھی دس باٹ معین کئے ہیں جن کا نام اصولِ افاعیل

رکھا ہے جس طرح ہر باٹ مرکب ہے ماشوں اور تولوں سے اسی طرح یہ (باٹ و تول) اصولِ افاعیل مرکب ہے سبب و تد فاصلہ سے" اسی طرح آخر تک بیان کیا گیا ہے۔ حالت یہ ہوئی کہ پہلے جلسہ میں تو کچھ لوگ شریک ہوئے مگر تیسرے جلسہ میں سناٹا تھا ناچار موقوف کیا اور سنئیے یوں تو میرے نظم و نثر کے ناچیز تصانیف کا ایک ڈھیر ہے اور سب بحالت مسودہ ادھر پچیس پچیس روپیہ مہینے تک قبول کیا کہ کوئی کاتب ایسا مل جائے کہ املا کے ساتھ میرے تصانیف صاف کر دے نہ ملا پر نہ ملا ناچار ایک کاتب بڑی تلاش سے ہاتھ آیا چار روپیے جزو لکھنے پر رضامند ہوا اس سے بعض ضروری چیزیں لکھوا رہا ہوں۔ اہلِ حاجت اور سائل بکف شرفا آتے ہیں کہ اوقات معین کے سوا باہر بیٹھنا چھوڑ دیا۔ اس پریشانی و حیرانی کے علاوہ اس آخر عمر میں جیسی جیسی پریشانیاں اور صدمے ہیں ان کو کہاں تک لکھوں۔ باقی ماندہ جو میرے چند عزیز ہیں ان کے حالات سنکر دنیا سے دل متنفر ہو جاتا ہے جب اپنے مطیع بھائی اور حقیقی بہن کی اولاد بے وجہ بے سبب اپنا مخالف بن جائے تو اوروں سے کیا شکایت ہے خصوص ایسی حالت میں کہ نہ شرکت معاش کا جھگڑا ہوا اور نہ کسی قسم کی کوتاہی ہوئی ہو اور مجھ ایسے شخص کے ساتھ جو عنقریب دنیا سے جانے والا ہے خیر بہر حال شکر ہے۔

(بلاشبہ) عزیز از جان سر سید علی امام (خدا اس کو عمر طبعی تک پہنچائے)

کے نام سے میرا دل بالیدہ ہوتا ہے چاہیے ہیں ان کے ذریعہ سے کامیاب
بھی ہوں مگر جو برتاؤ خوردی و بزرگی کا اس اہلیت مجسم نے باوجود اس دولت
و ثروت و اقبال کے جس پر مجھ کو فخر ہے قائم رکھا آج ایک بھی ویسا دکھائی
نہیں دیتا بہرحال ایک خط ان کے نام سے ملفوف کرتا ہوں میری تکلیف
دہی کو معاف فرما کر انھیں کے دست مبارک میں آپ ضرور پہنچا دیجئے اور یوں
سمجھئے کہ ایسا ہی سبب ہے کہ میں آپ کا ذریعہ کر رہا ہوں یقین تو ہے کہ وہ
جواب سے سرفراز فرمائیں۔ خدا سے امید قوی ہے کہ اب وہاں کی آب
وہوا درست ہوگئی ہو اور میری عزیز بھاوج ہمایوں نگر سے اپنے قدیم گھر میں
مع الخیر آگئی ہوں میری طرف سے دلی و صمیمی دعائیں پہنچا دیجئے۔

لڑکے سب آداب و تسلیم عرض کرتے ہیں۔

۱۹ مارچ ۱۹۲۰ء

آپ کا برادر پیر دعاگو
سید علی محمد شاہ

(۱۷)

اخوی گرامی قدر محترم اعلی اللہ مدارجکم

بعد اظہار کمال شوق و اتحاف ما یلیق بشانکم من الآداب التماس ضرور
یہ ہے

مجھے کمال حیرت یہ تھی کہ جب سے زبیر میاں سلمہ ہمارے صدر اعظم طلا

کے پرائیوٹ سکرٹری ہوئے ہیں برخلاف گزشتہ میرے خطوں کے جواب کیوں نہیں آئے نصیب سلمہ پر حیرت نہ تھی بلکہ اس پر حیرت تھی کہ سر سید علی امام صاحب نے کیوں ادھر توجہ نہ کی ناچار بطور یاد دہی آپ کے خط میں ملفوف کیا تاکہ میرا خط آپ اپنے دستِ مبارک سے صدر اعظم صاحب کی خدمت میں پہنچا دیں دس گیارہ دن اس کو بھی گزر گئے آپ نے بھی رسید سے مطلع نہ فرمایا معلوم نہیں سبب کیا ہے خدا کرے بلائے طاعون دفع ہو گئی ہو۔

امید ہے کہ جواب باصواب سے جلد مطلع فرما کر مطمئن فرمائیے اور اپنی اور میری بھاوج سلمہا (جن کو میں افتخار خاتونانِ دنیائے اسلام جانتا ہوں) کی خیریت سے ممتاز فرمائیے۔

آپ کے پدر بزرگوار کا ادنیٰ کفش بردار

۶/ اپریل ۱۹۲۰ء (پٹنہ سٹی) سید علی محمد شاد

(۱۸)

یادگار اسلاف فخر اخلاف برادر محترم روحی فداہ

تسلیم۔ قبل کے نیاز نامہ میں آپ کی باتوں کے جواب دے چکا ہوں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے ایک نہایت ضروری امر کے لئے پھر گزارش کر رہا ہوں کہ میرے سید حسین خان کے لئے جلد از جلد کوئی نسبت ٹھہرا دیجئے میری حالت تو قریب قریب آپ کو معلوم ہے ضرورت ہوگی تو مطلع کروں گا آپ سے کہیں زیادہ میں اس بارہ میں اپنی قابل و لائق بھاوج سے ملتجی ہوں میں یہ بھی نہیں چاہتا

کہ بہت دولت ہو ہاں دال روٹی سے خوش ہو عمر ۲۰ برس سے کم نہو خاندان پست
نہو اخلاق درست ہوں آدمی کی صورت ہو اس کا جواب باصواب جلد عنایت
کیجئے یوں تو یہاں بہتیں ہیں مگر وہاں ٹھہر جائے تو لامحالہ مجھ کو رہنا پڑے گا جواب کا
انتظار رہے ۔

تمھارا دعاگو

سید علی محمد شاد

۲۳ جنوری ؁۲۱ (پٹنہ)

(۱۹)

۲۸ دسمبر ؁۲۱

جناب اخوی محترم والا دودمان روحنا فداکم

دعاہائے مخلصانہ و سلام ہائے شوق و نیاز مندانہ کے بعد التماس سنئے گرامی نامہ کی شکر گزاری میرے امکان سے باہر ہے حق تعالیٰ آپ کو اور آپ کی محترمہ اور بلند نام برتر مقام سراپا فیض و فضل و دانش و یادگار زمانہ خاتون کو مدتِ دراز تک سلامت اور کامیاب رکھے عجب حسنِ اتفاق ہے کہ خدا نے ایسا جوڑا ملا دیا کہ اگر خدا نہ کردہ یہ نہ ہوتا تو نہ ان کو لطفِ زندگی حاصل ہوتا نہ آپ کو فالحمد للہ علیٰ ذالک ایک سال ہوا کہ میری ایک مزاج شناس خادمہ نے رحلت کی اور سچ دو ناکدخدا کم عمر پوتیوں کے گھر ہیں کوئی نہ رہا تب سے ہر طرح کی پریشانی حد سے زیادہ بڑھ گئی ۶۷ برس کی عمر محرم سے شروع ہے ایک وقت کا کھانا ہے ضعف نہ ہو تو کیا ہو اس پر اب ریاحی بواسیر اور وحشت و اختلاج قلب

کے دورے بہت ستانے لگے غرضکہ میری ہوبہو بلا فرق وہی حالت ہوگئی جو میرے حضرت استاد علیہ الرحمہ کی تھی۔ خیر بقول میرے ؎

بڑھے جاتے ہیں دکھ یہ عمر جوں جوں گھٹتی جاتی ہے
مگر میں سوچ کر خوش ہوں کہ بیڑی کٹتی جاتی ہے

پھر کہتا ہوں ؎

آخر ہے عمر ضیق میں دل بھی ہے جان بھی
مردانہ باش ختم ہے یہ امتحان بھی

پہلے آپ میرے حالات سن لیں تب میں آپ کی اس مشفقانہ و عطوفت آمیز بات کا جواب عرض کروں۔ آپ کو معلوم ہے کہ جناب اخوی نواب سید امداد امام صاحب روحی فداہ سے اور مجھ سے کتنے گہرے تعلقات ہیں میرے استاد مغفور سے انھوں نے بھی اصلاح لی ہے اس کے علاوہ اور اور وجوہات ایسے ہیں کہ دوئی بہت کم باقی ہے علاوہ ازیں سر سید علی امام صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو ایک مدت سے میرے ساتھ محبت اور مجھ کو ظاہراً و باطناً بزرگ مانتے آئے ادھر جب وہ بعہدۂ وزارت حیدرآباد جانے لگے اور مجھ سے ملنے کو تشریف لائے تو خود فرمایا کہ اگر میرے قدم وہاں جم گئے تو میں کوشش کروں گا کہ جس وقار کے آپ ہیں (یعنی سر سید علی امام صاحب کے نزدیک نہ کہ نعوذ باللہ اپنے نزدیک) اسی وقار کے ساتھ حضور نظام آپ کو بلوائیں یہ بھی فرمایا کہ راجہ صاحب محمودآباد وغیرہ نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ اگر تم نے علی محمد شاد کے لیے کچھ نہ کیا تو سخت افسوس ہوگا وغیرہ وغیرہ پھر تشریف فرما ہوگئے۔ دوبارہ تشریف لائے تو ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ حضور نظام اور وہاں

کے اکثر امراء تم سے بخوبی واقف ہیں بلکہ سید نصیر حسین خاں کو میں نے حضور سے
یہی یہ کہہ کر ملایا کہ فلاں کے بھانجے ہیں اس دفعہ یہ بھی فرمایا کہ تم جو کچھ اپنے تصانیف
دو تو میں پیش کروں۔ غرض اس سراسری میں اپنی کس کس تصنیف کی نقل کرواتا
کیا کرتا نہ یہاں کاتب ہے نہ عمدہ جدول کش اور اگر ہے تو دس روپیہ جزو
وہ بھی ایک جزو مہینے بھر پر دیں گے میں نے چند اشعار حضور کی سچی تعریف میں
کہے اور زر دوزی کام کے حرفوں میں مخمل پر مہینوں میں کڑھوائے اور ایک
مثنوی مادر ہند نام پانچ جزو کی اپنے ہاتھ سے لکھی جب وہ سہ بارہ تشریف
لائے تو حوالہ کی تختہ زریں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور پیشی کا وعدہ مستحکم کیا
چنانچہ اس بارہ میں غالباً ان کے د۲ خطوط سے کم میرے پاس نہیں ہیں
اور مجھ کو یقین ہے کہ اُن کے دل سے لگی ہے کہ ضرور کوئی تقریب کریں مگر
موقع نہ مل سکا۔ اس دفعہ دور از حال بیمار صحت ہو کر جو تشریف لائے اور الحمد للہ
کسی قدر افاقہ ہوا تو حیدرآباد اور حضور نظام کے مفصل حالات مجھ سے بیان
کیئے اور کہا کہ اس دفعہ میں ضرور پیش کروں گا۔ ہاں میں بھول گیا کہ اس کے
قبل جو تشریف لائے تھے تو یہ کہا تھا کہ مثنوی کو کسی خوش نویس سے صاف
کروا دیجئے اور میری تعریف کے شعر نکال دیجئے اور تختہ زریں کی تاریخ بدل
دیجئے اور وعدہ کیا کہ میں دونوں کو واپس بھیجوں گا مگر اب تک واپس نہ مل
سکیں۔ چند مہینے ہوئے کے مسٹر سید راس مسعود نے مجھ کو ایک خط لکھا جس کا

یہ مضمون تھا کہ "فلاں شعر (جس کو درج کیا تھا) جو مشہور و معروف ہے اس کی
پوری غزل اور اپنے حالات اور متفرق کلام جلد بھیج دو میں نے تذکرہ لکھا ہے
اور مختصر شعرا کا حال درج کیا ہے" غرض تعمیل کی گئی زمانہ جو چاہے الزام دے
مگر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے معاملہ میں سر سید علی امام سلمہ اللہ کو مطلق
زمانہ سازی مقصود نہیں۔ اس دفعہ بھی میں نے کہا کہ میں بخدا اب اپنے لئے کچھ
نہیں چاہتا لذاتِ دنیاوی کا اثر باقی نہیں ہے ہاں سید سلمہٗ اور اس کے
ہونہار دو بچوں کے لئے کچھ فکر کیجیے آنسو بھر لائے اور کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو
ایسا ہی ہوگا کیونکر کہوں کہ یہ سب باتیں ہوا ہیں مگر یہاں یہ حالت ہے کہ
فکرِ نان کن خربزہ آب است اگر اس انتظار میں گیا جس کی زیادہ امید ہے تو پھر
ان بچوں کا کیا ہوگا پنشن تو بند ہو جائیگی صرف زمینداری کے ایک سو روپے ماہانہ
سے پانچ کی اوقات کیونکر ہوگی غرض خدا کو بھول کر ایسے خیالات آیا کرتے ہیں
اب جب تک جنوری کا پورا مہینہ بلکہ فروری نہ گزر رہے میں علے الرغم سر سید علی
امام صاحب کے کیونکر کہہ سکتا ہوں فوراً کہہ دیں گے کہ میں جس توقیر سے تم کو بلایا
چاہتا تھا تم نے خود رخنہ اندازی کی۔ میں ایماناً وعدہ کرتا ہوں کہ دونوں حالتوں
میں مجھ کو آپ کی حکم برداری میں کسی قسم کی نہ دوئی ہے نہ عذر ہے خدا تم کو اور
میری قابل و لائق بھاوج کو زندہ رکھے آج دنیا میں میرا ایسا شفیق ایک
نہیں دکھائی دیتا سچ ہے کہ پٹنہ میں اب ایک بھی میرا دردخواہ بلکہ آدمی باقی

نہ رہا اور اگر اتفاق سے کوئی ہے بھی تو وہ برسوں نہیں پوچھتا
یا مر گیا انصاف کیجئے میر نفیس مرحوم مجلس میں ملے رؤسا
میری نسبت یہ کہیں اور کہہ کر رونے لگیں کہ حضرات ان کی زیارت کر لو ہمیشہ
فخر کرو گے کہ ایسے باکمال کو دیکھا والد مرحوم کو مرثیہ ہی میں صرف کمال تھا اور
اس شخص کی ہمہ گیری کی تھاہ نہیں ہے اکبر الہ آبادی صرف میرے دیکھنے کو بیماری
سخت میں بھی زحمت گوارا کر کے آئیں اور بے اختیار قدم چومیں وغیرہ وغیرہ
اور ہمارے اور آپ کے ڈپٹی احمد علی خاں دس برس سے یہ بھی نہ پوچھیں کہ
مر گیا یا زندہ ہوں جرم یہ کہ ان کی مجالس میں صرف اوائل میں دو تین دفعہ
شریک ہوا پھر پیری نے جانے نہ دیا یہ ہے رنگ اپنے لوگوں کا بھائی
خدا شاہد ہے کہ میرے دل سے یہ بھی خیال محو ہو گیا کہ دیوان یا مرثیے یا
اور اور تصانیف چھپیں یا نہ چھپیں خدا کے فضل سے میں نے اپنے واجب الاکرام
استاد کی وصیت پوری کر دی وہ مجھ سے فرماتے تھے کہ سنو اگر زمانہ مہلت
دے تو برابر حقائق و دقائق کو نظم کرتے رہو اگر پچاس برس تم نے یہ ریاض
کیا تو مضامین بغیر سوچے خود بخود بطور الہام دل میں آئیں گے تب سمجھنا کہ ریاض
پورا ہوا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہو بہو یہ ارشاد پورا ہو گیا پھر بقول اُن جناب
کے "خدا جس کو یہ نعمت دے بہشت بھی اس پر صدقے ہے چاہے کوئی
قدر کرے نہ کرے وہ مستغنی ہے" افسوس آپ نے نہ میری غزلیں

یہ مضمون

پوچھیں نہ مرثیے سنئے اور جس قدر سنئے وہ کچھ نہیں۔ ایک نقل سنئے آپ کے والد علیہ الرحمہ اور میں میر مونس مغفور کی مجلس میں تھا جب مجلس ختم ہو گئی اور حضرت گھر تشریف لے چلے تو حسب قاعدہ میں حاضر خدمت اور ہمراہ چلا دیکھا تو افسردہ ہیں رستہ میں فرمایا کہ بھئی دیکھتے ہو ان حضرات نے مرثیہ کو کس حد تک پہنچا دیا کہ دسترس محال ہے۔ میں ادباً چپ رہا تو فرمایا کہ تم چپ کیوں ہو گئے عرض کیا کہ اگر حضور کی دعا ہے تو انشاء اللہ ایسا ہی مرثیہ کہہ کر سناؤں گا بے اختیار رونے لگے میں ساتھ ہی ساتھ کوٹھے پر گیا وہی وقت غذا کا تھا اسی خصوص میں باتیں ہوتی رہیں ہاتھ سے چمچہ گرا کر ہاتھ کو دعا کے لئے بلند کیا اور دعا دینے لگے افسوس کہاں گئے وہ دعا دینے والے۔ احمد علی خاں کو یاد ہو گا کہ جب ان کے باپ ہادی علی خاں مرحوم نے مجلس میں مجھ کو سنا تو اس خیال سے بھی کہ یہ میرے ماموں کا ساختہ پرداختہ ہے کیا حال ہو گیا لپٹ گئے پاؤں چومنے لگے رونے لگے حالانکہ ابتدا تھی۔ لاحول ولا قوۃ کیا بک رہا ہوں ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا لنکونن من الخاسرین الٰہی توبہ ہے میں کیا اور میری ریاضت کیا اگر کچھ ہے تو وہ تیرا ہی عطیہ ہے اور تیرے ہی پاک بندوں کے الہامی ملفوظات کی دریوزہ گری ہے الٰہی تو جانتا ہے کہ نہ مجھ کو اس پر فخر ہے نہ غرور ہے خداوندا اگر میرے دل میں یہ بھی خطور کرتا ہو کہ میرا ناچیز کلام شائع ہو جائے تو اس کو بھی محو و سہو کر دے پروردگار جس نے مجھ کو ان حقائق کی طرف توجہ دلوائی

اور اس سے کے ایک نکتے نے میرے دل میں آکر سمندر بنا دیا اس کے مدارج عالی کر آمین رب العالمین ۔

ہاں بھائی اس خط کا آپ بہت جلد جواب دیجئے اور یہ لکھئے کہ قطعہ اور غزل پسند آئی یا نہیں اپنی خاتون معظمہ اور میری دل سوز بھاوج کو سلام شوق اور دعائیں کہئے بچے سب آداب بجالاتے ہیں اور بے چینی سے مشتاق زیارت ہیں۔

تمھارے باپ کا غلام
سید علی محمد شاد

(۲۰)

برادر صاحب گرامی قدر عین الانسان و انسان العین یادگار اسلاف سلمکم اللہ

خدا کرے نہ تمھیں میرے حال سے واقف   نہو مزاج مبارک ملال سے واقف

اس شعر سے آپ زیادہ تردد نہ کریں میری جسمانی حالت الحمد للہ جیسی تھی ویسی ہے رہی روحانی حالت اور زمانہ کی جو فروشی و گندم نمائی کی تفصیلی و توضیحی بیان کسی سے بجز آپ کے کہنے کے قابل نہیں وہ بھی خط میں بلکہ بالمشافہ۔ ادھر قدیم مخدوم فخر روزگار نواب عماد الملک بہادر سید حسین خان صاحب سے مکاتبت کی نوبت آیا کی جناب مومی الیہ کو اپنے حال پر نہایت متوجہ پاتا ہوں اگرچہ میں نے جناب موصوف سے کسی قسم کی استدعا نہیں کی ہے ۔ آپ نے اپنے آخر خط میں مجھ کو خبر دی تھی کہ شاید نواب مستطاب بہرام الدولہ بہرام جنگ بہادر

یا اور کسی رئیس سے معرفت اپنے بعض احباب کے محرم کے مجالس کے لئے میرے لئے تحریک کی ہے۔ چنانچہ مکرمی جناب نواب سید امداد امام صاحب بعد مراجعت از حیدرآباد میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ نواب بہرام الدولہ بہادر نے تم کو بذریعۂ میرے پیام دیا ہے کہ مہربانی کر کے اگر آپ حیدرآباد آنے کی تکلیف گوارا کر سکیں اور محرم میں میرے امام باڑہ میں (جہاں حضور بھی اکثر قدم رنجہ فرماتے ہیں) مجالس پڑھیں تو ممنون ہوں گا۔ میں چند خیال سے جواب میں متامل ضرور ہوا مگر نواب صاحب نے مجھ سے وہاں جانے کے مصالح بیان کر کے مجھ کو راضی کیا۔ چنانچہ پرسوں جناب نواب بہرام الدولہ بہادر کا خط رجسٹری شدہ پہنچا ہے ہنوز میں نے جواب نہیں لکھا ہے۔ میں آپ سے کسی بات کا مخفی کرنا حرام جانتا ہوں۔ ضرورت شدید تو اسی کو مقتضی ہے کہ فوراً صدائے سلمنا بلند کروں مگر اول تو پیرانہ سالی دوسرے یہ امر بھی ناممکن ہے کہ میرے ہمراہ جناب سید اور ان کے دونوں بچے نہ جائیں ضرور ہے کہ لوازمۂ سفر بڑھ جائے اگر میں بہت کم بھی کروں تو پانچ سو روپے سے کم سفر میں خرچ نہ ہوگا۔ ساتھ اس کے مجھ کو یہ بھی معلوم ہے کہ میر انیس مغفور کے لئے کیا کیا سامان وہاں ہوئے اور کس قدر وہ کامیاب و خوش آئے (ہر چند شیخی کا کلمہ ہے) مگر میں تو اپنے کلام کو کسی سے بھی کم نہیں جانتا اور اعزاز خاندانی کو میرے آپ سے زیادہ کون جانتا ہے۔ باپ میر امیر الامرا خان دوران محمد شاہی اور پندرھویں پشت میں سید حسین فیروزی

بادشاہ شیراز و ممدوحِ خواجہ حافظ کا پوتا دادی میری سادات بارہہ سے اور سید عبداللہ خان وزیر اعظم کی پوتی نانا میر شمس الدولہ خان صادق کا پوتا نانی میری نواب سراج الدولہ فرماں روائے بہار و بنگال کی پوتی ہے ہر چند ان باتوں کا خیال و لحاظ باعتبار موجودہ زمانہ کے جہالت و حماقت ہے مگر میں کیا کروں اگر ذرا بھی میرے رکھ رکھاؤ میں فرق آتا ہے تو شدید صدمہ ہوتا ہے۔ خلاصۂ مدعا یہ ہے کہ آپ خوب غور کر کے اس کا جواب باصواب تحریر فرمائیں کہ میرے ساتھ آپ کو کیسے برتاؤ کی امید ہے بیشک میر انیس کا نام بڑا تھا اور وہ تھے بھی ایسے ہی لیکن میں یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ بشرطیکہ مجھ سے ایک دو مجلسیں بھی حسب خواہ پڑھی جا سکیں تو اہل علم و فن شاذ ہی مجھ کو نظرِ کم سے دیکھیں زیادہ میں اپنے منہ سے کیا کہوں۔ چونکہ اہل لکھنؤ نے اس فن کی مٹی خصوص حیدرآباد میں بہت پلید کر دی ہے ڈرتا ہوں کہ میں بھی عوام میں نہ گنا جاؤں۔ میری غیرت اس کو بھی مقتضی نہیں کہ اپنی زبان سے ٹھیکہ پٹہ کروں غرضکہ یہ سب خیالات پیش ہیں جناب نواب بہرام الدولہ بہادر کے خط کا جواب تو وہی دوں گا جو نواب سید امداد امام صاحب کو دے چکا ہوں۔ امید ہے کہ آپ میرے اس پرانی وضع نیاز نامہ کا جواب مفصل اور جلد عنایت فرمائیے کیونکہ بہت سے امور آپ کے مفصل جواب پر منحصر ہیں میرے بھائی میرے خط کا ذکر کسی سے نہ کیجئے گا اور جواب صاف مفصل تحریر فرمائیے گا

خاتون مکرمہ یعنی میری بھابی طال عمرہا کو میری بہت بہت دعا فرما دیجئے

پٹنہ عظیم آباد — تمھارا دور افتادہ دعاگو بھائی

۱۳ر جولائی سنہ ۲۳ — **سید علی محمد شاد**

(۲۱)

میرے غمخوار و دل سوز بھائی

خدا آپ کو زندہ و خوش رکھے میرے مرجانے پر میری ماتم داری و سوگواری نصیب کرے آمین ثم آمین ۔ رجسٹری کے خط میں جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا اس نے حیرت ہی میں صرف نہیں ڈالا بلکہ اس کا غم ہوا کہ مجھ بڈھے قریب بمرگ پر ایسا یقین کیوں کیا گیا میں اور برخلاف مرضی جناب نواب صدر اعظم سلمہ کے (جن کو میں بہترین شخص جانتا ہوں اور جن کے کامیاب و خوش رہنے کی ہمیشہ خدا سے دعا کیا کرتا ہوں) ایک قدم بھی رکھوں گا۔

دشمن و کینہ خواہوں نے اس تین برس میں برخلاف جناب ممدوح کے کیا کچھ نہ کہا اور کہتے ہیں مگر میرے دل میں جناب ممدوح کے خصائل حسنہ نے ایسی مضبوط جگہ پکڑی ہے کہ شائد تا دم مرگ نہیں نکل سکتی چونکہ میری نسبت ذرا سی بھی کوئی بات بھلائی یا برائی کی ہو اس سرے سے اس سرے تک مشہور ہو جاتی ہے ۔ آج تین برس سے نہیں معلوم لوگوں نے کیا کیا شہرت دے رکھی ہے کہ حیرت ہوتی ہے آج تک میں نے کسی ایک سے بھی تحریراً

خواہ تقریراً جناب صدر اعظم سلمہ اور میرے درمیان کیا معاملات ہیں کبھی ظاہر نہیں کیا حتیٰ کہ آپ تک پر بھی ان امور کو ظاہر نہ کیا۔ ادھر مخدومی نواب عماد الملک بہادر نے بھی کئی دفعہ باصرار لکھا کہ "فلاں فلاں چیز بذریعہ جناب صدر اعظم کے نذر روانہ کر دیں خود بھی صدر اعظم صاحب سے باتیں کروں گا" مگر شمّہ بھی اُن کو مطلع ہونے نہ دیا۔ نعوذ باللہ میرے فعل سے اور نواب سید علی امام صاحب کو کسی قسم کا نقصان یا رنج پہنچے یہ بھی کیا دوغلا یا رذیل ہوں اتنا آپ یقین کر لیجیے کہ اول تو حالتِ موجودہ میں کسی طرح میں جاتا ہی نہیں (جس کا بیان آگے آتا ہے بالفرض لالچ ترغیب اور حاجت بری شئے ہے خدا ناکردہ عقل پر پردہ پڑ جاتا اور کسی طرح حیدر آباد پہنچ بھی جاتا تو ضرور ہے کہ اسٹیشن ہی پر اس کا پتہ لگ جاتا کہ یہ آنا میرا برخلافِ حضور صدر اعظم ہے تو اسٹیشن ہی سے پلٹ جاتا جو داغ میاں نصیر خیال صاحب نے لگایا ہے اسی کی کالک ابھی نہیں چھوٹی۔ بھائی میرے اگر مرثیوں کو میں بیچتا پھرتا یا جلبِ منفعت اس کو بناتا تو خود اپنے شہر اور گویا اپنے گھر میں بادشاہ نواب مرحوم کا ایک سال تک حد سے زیادہ اصرار رہا کہ مخصوص میرے امام باڑہ میں جب دل میں آئے پڑھ دیا کرو تا تین ہزار سالانہ میں حاضر کر دیا کروں گا بلکہ وقف نامہ میں درج کر دوں گا بیسیوں تو ان کے خط موجود ہیں اور کئی ٹیلی گرام۔ ان کی اس جرات کی ایک معقول وجہ یہ تھی کہ چونکہ غفران مآب نواب بہادر مرحوم سے میں نے ابتدا ہی میں (جبکہ میرا عہدہ و

جان مرحوم اسی تقریب سے میرے لینے کے لئے مظفر پور سے آئے تھے) تو نواب بہادر نے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ مرجانا تھا (مجھ کو گوارا ہے مگر باُجرت مرثیہ خوانی گوارا نہیں انھوں نے قسم لے لی تھی کہ محرم کے مجالس بجز ان کے امام باڑہ کے کہیں نہ پڑھوں میں نے اس کی پابندی یہاں تک کی کہ بعض قدرشناس احباب کے اصرار پر پٹنہ سے جونپور کلکتہ علی گڑھ وغیرہ سکنڈ کلاس رزرو کر کے گیا مگر خرچ لینا بھی گوارا نہ ہوا مرزا شجاعت علی بیگ صاحب سے رنج بھی ہوا لیکن میں کیا کرتا۔ بادشاہ نواب صاحب کو یہ جرأت مرحوم خورشید نواب صاحب کی غلطی سے ہوئی۔ ان مرحوم نے میرے ذریعہ سے مخفی ایک مہاجن سے تین ہزار روپیے قرض لئے تھے ان کے دفتر والے اس سے واقف نہ تھے بہ مشکل یہ روپیے فقط اصل ادا ہوئے ڈیڑھ سو روپیہ سود کے مجھ کو ادا کرتے ہوئے چونکہ اس کا پتہ دفتر والوں کو نہ تھا یہ رقم جو میرے پاس آئی تو دفتر والوں کو گمان ہوا کہ مجھے دی ہے ایک محرر نے بادشاہ نواب صاحب سے ذکر کیا پھر کیا تھا اصرار کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا حتیٰ کہ جب میں نے ڈانٹ بتائی اور کہا کہ لطف علی خاں کی پوری دولت تو مجھ کو دے کر دیکھیں تو آپ کو سخت رنج ہوا بارہ سو روپیہ مقرر کر کے دولہا صاحب کو لکھنؤ سے بلایا اور ٹھیک وہی وقت مجلس کا مقرر کیا جو قدیم سے نواب بہادر کے مجالس کا تھا۔ یہی نہیں کرایہ کی دس گاڑیاں الگ لوگوں کے لئے مقرر کیں چند بہار سے باُجرت مقرر ہوئے

عین مجلس کے وقت خود سٹرک پر ٹہلا کرتے تھے کہ مجلسی لوگوں کو کھینچ کر لے جائیں یا
تین تاریخوں تک ہمارے مجالس میں ایک آدمی بھی شریک نہ ہو سکا خورشید صاحب
بدحواس ہو گئے مگر چوتھی سے برابر نویں تک یہ حالت الٹ گئی خصوصاً صاحب بعض
ذی مرتبہ اردو داں انگریز آنے اور تعریفیں کرنے لگے افسوس اس کا ہے کہ یہ
حالت مجالس بادشاہ نواب صاحب سے دیکھی نہ گئی آخر بعوض بارہ سو کے بیچارے
دو طلبا کو بے لطفی کے ساتھ سات سو روپے دیئے تحقیق معلوم ہے کہ مجبور ہو کر دو طلبا
صاحب نے لیئے بھی۔ بھائی میرے سنو اور فخر کرو ایک دن نواب بہادر مغفور کربلا
سے مجلس میں میر انیس مرحوم کو سن کر میرے استاد مغفور اٹھے اور گھر جانے لگے
میں حسب عادت ہمیشہ جناب مغفور کے ہمراہ پہنچانے کو کوٹھے تک جایا کرتا تھا
ہمراہ ہو لیا رستہ ہی سے تعریف میر انیس کی کرتے چلے اور حیرت ظاہر کی۔
میں نے دوسرے ہی دن دس بند اسی ترکیب کے کہہ کر حضرت کو سنائے گلے
سے لگا لیا بہت دعائیں دیں اور فرمایا کہ بیٹا تم ایک چیز ہو گے مگر میری جان
اس فن کو ہرگز مبتذل نہ بنانا وہ نصیحت مجھ کو یاد ہے۔ بھائی میرے دوسری
فرعونیت میری سنو میں اپنی جگہ خود کو خدا جانے کس حد تک پہنچا ہوا جانتا ہوں جس
نے محض مشق و ریاضت و تحصیل و تکمیل میں اپنے لاکھوں روپے ضائع کیئے
۳۰ سال یک قلم نہ رات کو سویا نہ دن کو آرام کیا ضعف معدہ اختلاج قلب وغیرہ
وغیرہ خود مول لیا اور یہ بھی غرض نہ رکھی کہ کوئی تعریف کرے نہ کرے سنے نہ

سنئے مگر بقول اپنے استاد کے ؎

شناسا گو نہ ہو تیرا کوئی پر تو تو گوہر ہو۔

ہنوز میری محنت اور میرے اصناف مضامین فلسفہ اخلاق تاریخ وغیرہ وغیرہ سے خود آپ تک پورے واقف نہیں ہیں اور وجہ یہ کہ سنا کہاں۔ غزلوں کو چھوڑ کر صرف مرثیہ ہی کو لیجئے اور علمی و تصوّف و اخلاق و وجوہات و مناقب شہادت امام کے مضامین کو الگ کر دیجئے (کیونکہ ان مضامین کو لکھنو وغیرہ کے شعرا و مرثیہ گو نہ جانتے ہیں نہ سمجھ سکیں گے) فقط رخصت و صف آرائی و جدال و مصاف مراثی کے بندوں کو میر انیس کے بندوں میں مخلوط کر دیجئے اور پھر اہلِ لکھنو سے پوچھئے کہ وہ چن دیں اگر چن دیں تو میں جھوٹھا۔ میری گمنامی کا بڑا سبب خود میرے اربابِ وطن ہیں ملاحظہ ہو خود مجھ کو یہ ذلیل حرکت کرنی ہوئی کہ اکثر صاحبوں کو مہربان پاکر میں نے ایماءً اپنے پڑھنے کی مجلس مقرر کرنے کو کہا اور وہ بھی ٹال گئے۔ اللہ اللہ آپ کے حیدرآباد میں جہاں تک میں نے سمجھا ہے اگر کامل کو پوچھتے ہیں تو بس یہی تین شخص گنے ملّا آذرقی ملّا ظہوری اور آخر میں میر انیس تمام شُد اب ان تینوں کملا کے کلام حاضر ہیں اور اس ناچیز حقیر کے بھی مسودات اصناف نظم حاضر ہیں دونوں طرح موازنہ کیجئے مضامین و زبان کو الگ تولیئے اور ترازو میں رکھ کر الگ تو معلوم ہو جیسا میرے خدا شاہد ہے کہ میں شیخی سے نہیں کہتا خدا آپ کو زندہ رکھے اگر میرا سب کلام شائع ہوا (اگرچہ اب امید نہیں) تو

آپ فوراً میرے ہم زبان ہو جاتے۔ اس میں شک نہیں کہ میں اپنے متعلقین کے لئے سخت گھبرایا ہوا ہوں اور اپنے بڑھاپے کو دیکھ کر مایوس ہوں چنانچہ صدر اعظم سلمہ سے اپنی نسبت کچھ بھی نہ کہا صرف انہیں کے لئے ان سے عرض معروض کی کہ اگر میں مر بھی جاؤں تو آپ ان کے لئے ضرور کچھ کر دیجئے اور جیسی کہ ان کی ذات سے امید ہے گو کہ تین برس گزر گئے اور لوگوں نے خدا جانے کیا کیا کہا مگر میں تو ہرگز مایوس نہیں ہوں۔ اب سنئے میرے محترم اور غمخوار و سرپرست و یکتائے عصر بھائی مولانا نواب سید امداد امام صاحب مدظلہ بھی مطلق تفصیلی حالات جناب صدر اعظم کے اور میرے نہیں جانتے مگر میری حالت سے مطلع اور متاثر ہیں حیدرآباد سے جب تشریف لائے تو غریب خانے میں آکر نواب بہرام الدولہ کا پیغام بیان فرما کر ارشاد کیا کہ اگر تم نہ جاؤ گے تو میں ذلیل و رسوا ہو جاؤں گا۔ مجھ کو ان باتوں کی کیا خبر۔ میں نے یقین کیا کہ بغیر امتزاج جناب صدر اعظم سلمہ کے مولانا ایسا پیام دیں ناممکن ہے اس وقت غیر لوگ بھی بیٹھے تھے میں تفصیل کچھ پوچھ نہ سکا اور یہی کہا کہ جیسا حکم ہوگا تعمیل کروں گا اس کے آٹھ دن بعد نواب بہرام الدولہ کی رجسٹری کا خط پہنچا جس میں اپنے پیام کا حال اور نیز یہ کہ مولانا نواب صاحب کے خط سے میرا منظور کرنا معلوم کر کے نہایت خوش ہوا پھر یہ بھی تھا کہ محرم میں دس مجلسیں میرے یہاں ہوتی ہیں تم کو اختیار ہے کہ ماہ محرم

کے اوائل یا اواسط یا آخر ہفتہ میں مجلس کی تاریخ سے چند دن پہلے یہاں
آو مضامین تو خیر شائستہ تھے مگر مولانا کا نام صرف نواب امداد امام صاحب
اور اپنا لقب مشفق مہربان دیکھ کر (جو ہم لوگ دہات کے گماشتوں کو لکھتے
ہیں) گراں ضرور ہوا چار ہی دن میں یہ خبر سارے شہر میں بلکہ لاہور اور کلکتہ تک پہنچ گئی اب جو ہے
وہ اصرار کر رہا ہے کہ خدا کے لئے ضرور جاؤ ہمارے مولانا مدظلہ نے
برابر لکھنا شروع کیا کہ دیکھو ایسا نہ ہو تم نہ جاؤ اور میں ذلیل و رسوا ہوں۔
جناب صدر اعظم سلمہ سے تو دریافت کرنا محال تھا کیونکہ برسوں سے میں
ان کے جواب سے محروم ہوں آخر آپ کو لکھا اور کیوں لکھا جبکہ مجھ کو یقین
تھا کہ اس کے اصلی محرک حضور صدر اعظم ہیں ورنہ مولانا مدظلہ ہرگز ہرگز یہ
پیام نہ لاتے سبب یہ ہوا کہ مولوی محمد یحییٰ مرحوم کی اولاد میں سے ایک صاحب
نے باتوں ہی باتوں میں کہا کہ جناب مولانا فرماتے تھے کہ گو کہ یہ سب سامان
علی محمد شاہ کے لئے کئے گئے ہیں مگر وہ نہ جائیں گے کیونکہ وہ پابند نواب سید
علی امام صاحب کے ہیں آخر جو نتیجہ اس کا ہوگا وہ سب لوگ دیکھ لیں گے"
یہ سن کر میں چونکا اور خیال ہوا کہ معلوم ہوتا ہے جناب صدر اعظم کو اطلاع
نہیں ہے نواب بہرام الدولہ صاحب کو تو حضرت مولانا کے مطابق حکم چار
سطروں میں یہ جواب لکھ دیا کہ اگر حالت موجودہ میں کوئی فرق نہ آیا تو
۱۵ محرم تک قصد کروں گا مگر بخدا مجھ پر گراں تھا علی الخصوص لوگوں کے

طعنے اور بھی نشتر تھے میں اس صورت میں بھی اس حیثیت سے جانا کبھی قبول نہ کرتا ہر چند ہمارے مولانا حد سے زیادہ مجھ پر تیر پھینکتے اور میری صورت سے بیزار ہو جاتے مگر آئندہ میں پاؤں پر گر کر منا لیتا اور اب جبکہ آپ نے لکھا ہے آپ جناب صدر اعظم سلمہٗ کو یقین دلوائے کہ بہرام الدولہ پر نہیں منحصر ہے خود حضور بھی بغیر آپ کے استمزاج کے بلا رہے ہیں اور بقول آپ کے حاسدوں کے کہ یہ سب محض دل خوش کن ہے وہ بجز اپنے عزیز و قریب کے کسی کے لئے کچھ نہ کریں گے " اس یقین پر بھی تو میں اپنی جگہ سے نہ ہلتا آپ کی توہین تو کیا ہوتی خود میری ذلت تھی ۔ میں چونکہ اپنے مولانا مدظلہ کے مزاج سے بہت ڈرتا ہوں اتنا ضرور چاہتا ہوں کہ بشرطیکہ جناب صدر اعظم صاحب اجازت دیں تو میں خود ان سے عرض کروں کہ میرا حیدرآباد جانا خلافِ مصلحت جناب صدر اعظم کے ہے یقین ہے کہ وہ مان لیں اور ناراض نہ ہوں یا خود جناب صدر اعظم مولانا کو دو سطریں لکھ بھیجیں کہ علی محمد شاد کا یوں آنا خلافِ مصلحت ہے ورنہ میری جان ضیق میں پڑ جائیگی آپ نے اپنی محبت سے جو یہ لکھا ہے کہ دو مہینے اور انتظار کرو اگر صدر اعظم صاحب نے تمہارے لئے کچھ نہ کیا تو میں راہ خرچ بھیجوں گا تم چلے آنا پھر کوئی ترکیب نکل آئے گی بھائی میں مر جاؤں گا مگر یہ گوارا نہ کروں گا بقول میر کے

طلب نانہ سازند از جانہ شیرم ۔ کہ ہر جاست با من ہمیں یک خدائے

تعجب اس کا ہے کہ ادھر دو قطعے ایک فارسی ایک اردو کا ان کی خدمت

ہیں ارسال کئے رسید رجسٹری اُن کے آفس کی موجود ہے مگر پتہ نہیں کہ پہنچا بھی
یا رستہ ہی سے غائب ہوا۔ یہ دونوں قطعے دو سال سے کہے رکھے تھے۔ اس
دفعہ نواب عماد الملک بہادر کو بطور نمونۂ کلام اُس کی نقل بھی بھیج دی انھوں نے
بیحد اصرار سے لکھا کہ بالضرور صاف کر کے جناب صدر اعظم کو بھیج دو یقیناً کامیاب
ہو گے اس خصوص میں خود میں بھی تحریک کروں گا۔ میں نے بلا عذر وہ دونوں قطعے
بھیج دئے ہیں ضرور دریافت کیجئے کہ پہنچے یا نہیں۔ اگر معلوم ہو جاتا کہ مثنوی
کھو گئی تو اب تک ایک سال کا عرصہ ہوتا ہے میں دوسری مرتب کر دیتا۔ بہر حال
اگر کوئی موقع پیش کرنے یا عرض معروض کا نہ ملا جیسا کہ گمان ہے تو اس آخر عمر
میں سارے ہندوستان میں (جبکہ خود بخود یہ خبر گونج گئی ہے) میں حد سے
زیادہ رسوا ہو جاؤں گا اور بعد اس دو مہینے کے ایک کورہ میں مع غریب
بچوں کے عمر کے دن گزاروں گا اور یہ ناممکن ہے کہ میں حیدرآباد کا قصد کروں۔
نواب سید علی امام صاحب کے علی الرغم کوئی کام کرنا کسی حلال زادہ کا فعل
نہیں ہے البتہ انھیں کو یہ مبارک رہے جو اس فن کے ہیں۔ طول بہت ہو گیا
مختصر یہ ہے کہ آپ بہ تفصیل اُن سے کہئے کہ اب یہ فرض ہو گیا ہے کہ آپ
ضرور کچھ کیجئے اور جلد کیجئے اگر میں مر بھی جاؤں تو میرے لڑکے کے ساتھ
کیجئے ورنہ بصورتِ محرومی شماتتِ ہمسایہ ایک بلا ہے بھائی میرے غمخوار میرے
آپ سے گزارش یہ ہے کہ آپ میرے خط کے پورے مضمون کو پڑھ کر اور جنابِ

صدر اعظم سلمہٗ تک پہنچا کر جلد ہر بات کا جواب لکھئے اور وہ تدبیر کیجئے کہ میں نہ فقط حیدرآباد میں بلکہ کلکتہ سے لاہور تک ذلیل و رسوا ہوں جب تک آپ تفصیلی جواب نہ لکھیں گے میں نہ مولانا مدظلہٗ کو کچھ لکھ سکتا ہوں نہ حیدرآباد کو بلکہ صرف مولانا ہی کو لکھوں گا یا زبانی عرض کروں گا حیدرآباد سے خط کتابت بھی نہ کروں گا۔

بچے تسلیم عرض کرتے ہیں میری بھاوج تاجِ خاتونانِ ہند کو میری دلی دعائیں۔

خاکسار

۴ اگست سنہ ۱۹۲۲ء

پٹنہ سٹی

سید علی محمد شاد

۲۲

جناب اخی محترم روحی فداکم

تسلیم و دعائے ترقی عمر و اقبال۔ نامہ گرامی سرمۂ چشم منتظر ہوا شکریہ قبول فرمائیے اب ضعف پیری طویل طویل تحریروں کی اجازت نہیں دیتی مجبور ہوں میں ہی ہوں جس نے بیک وقت مختلف اوزان کی غزلوں پر دس منٹ میں پندرہ پندرہ غزلوں پر اصلاحیں دیں اور اب یہ حالت ہے کہ لکھنؤ سندیلہ دہلی وغیرہ وغیرہ کے احباب کی سیکڑوں غزلیں دھری سڑتی ہیں تقاضے سن رہا ہوں اور اصلاح کی ہمت و طاقت نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ خوب

آگاہ ہے کہ اس عمر میں مجھ کو کسی بات کا نہ شوق ہے نہ ولولہ بقول اپنے ع

خوش تھے افلاس میں بھی ہائے جوانی مرحوم

اس بڑھاپے میں خزانے بھی اگر پائے تو کیا البتہ یہ تمنا ضرور ہے کہ سیّد صاحب سلمہٗ کی اولاد کے لئے اگر کچھ ہو جائے تو بڑی بات ہے۔ عزیز گرامی قدر فخر قوم و ملّت سیّد علی امام صاحب کو اگر موقع ملے گا تو شاید وہ کوئی صورت کریں گے ورنہ بچوں کی تقدیر۔ جب ساری عمر میری گزر چکی اور کچھ تہوا آفتاب جبکہ گنتی کے دن زندگی کے رہ گئے ہیں کیا امید ہو سکتی ہے میں نے گزشتہ نیاز نامے میں فقط اس امر کی استدعا کی تھی کہ موصی الیہم کی خدمت میں دو برس ہوئے جو مثنوی حاضر کی ہے اس کا بعینہٖ مسودہ جاتا رہا اس کے علاوہ جابجا اس کے مضامین کی اصلاح مدّنظر ہے تین مہینے ہوئے کہ بار بار یاد دہی کی پھر دو عریضے اخوی کیفی حضرت مولائی نواب اثر مدّظلہ کی جناب میں بھیجے مگر کسی کا جواب نہ ملا گھبرا کر آپ کو زحمت دی ممکن ہے کہ کشاکش علالت و سفر کے سبب سے اس کا پتہ نہ ہوا اگر یہ بھی معلوم ہو جائے تو اطمینان سے اسی مسودہ نامرتب کو مرتب کر دوں تاکہ کتاب ادھوری نہ رہے آپ نے اس کا جواب کچھ نہ دیا۔ ایسا سنا ہے کہ حیدرآباد میں خطوط کھول کر پڑھ لئے جاتے ہیں اس لئے میں یکسر اپنے ہر دل عزیز گرامی قدر سلمہ کو کچھ لکھ بھی نہیں سکتا۔

میرے پیارے بھائی اب مجھ کو ہر طرح سے مایوسی ہے اور کوئی چیز چھپے یا نہ چھپے مگر اپنی سوانح عمری جو خود اپنے قلم سے لکھی ہے اور جس کے چھاپ دینے کو وصیت کر دی ہے انشاءاللہ میرے چہلم کے اندر چھپنا شروع ہو گی اس کو پڑھ کر آپ بہت روئیں گے ۔

کل باہمہ ضعف و اختلاج قلب ڈاکٹر معشوق علی صاحب کے سخت اصرار اور سخت ترکوشش کے سبب سے غالباً ایک برس بعد صحبت میلاد جناب امیرؑ میں ایک مسدس پڑھنا پڑا تین سو بند کا مسدس ہے خدا جانے کیونکر دو گھنٹے تک پڑھا ڈیڑھ ہزار آدمیوں سے کم نہ تھے شاید ہی کوئی ایسا ہو جو شریک نہ ہو ورنہ جتنے اعیانِ قدیم و جدید ہیں سب تھے آپ شریک ہوتے تو دیکھ کر خوش ہوتے جن جن لفظوں میں میری تعریفوں کا شور تھا یہ وہی عظیم آباد ہے جو آج میرے قدم قدم پہ نثار ہو رہا ہے ابھی تو خیر جب میں مر جاؤں گا تب دیکھئے گا کہ یہی پٹنہ انشاءاللہ میری قبر کو پوجے گا اگر ایسا نہ ہوا تو آپ مجھ کو ناقص سمجھئے گا ۔ میری فخر خواتین بھاوج کو میری دعائیں کہہ دیجئے موقع ہو تو اس مثنوی کے بارہ میں میرے غمخوار فخر روزگار عزیز سے یوں فرمائیے گا کہ ایک مثنوی جو آپ کے ملاحظہ کے لئے حاضر کی تھی اگر جلد بھیج دی جائے تو صاف کروا کر اپنے تصانیف میں داخل کر دوں سید سلمہٗ اور ان کے پیچھے قدم بوسی بجا لاتے ہیں ۔ ۱۴ شعبان ۱۳۴۰ھ م ۱۲ اپریل ۱۹۲۲ء تمہارا جان نثار دعاگو

سید علی محمد شاد

روحی فداکم

تسلیم میری رجسٹری پہنچی تو ہو گی۔ میں نے حیدرآباد جانے سے قطعی انکار لکھ بھیجا اور یوں لکھا کہ بتحقیق معلوم ہوا کہ نواب صاحب محض مجالس پڑھنے کو مجھے بلانے اور اس کی اجرت دینا چاہتے ہیں میں نے آج تک ایسا نہیں کیا اور نہ کرنے کا ارادہ ہے ہاں وہاں کسی اور ذریعہ سے جاتا تو مجلس پڑھنے کا تو مجھے خود شوق ہے اور اب جبکہ اس ذریعہ اور خصوص اجرت کا نام آچکا تو مجھ کو قطعاً معاف کریں لکھنو سے کسی ذاکر کو بلوالیں میں ہرگز کسی حالت میں ایسا نہیں کر سکتا۔ یہی اپنے مخدوم مدظلہ کو بھی ڈرتے ڈرتے لکھ بھیجا ہے۔ اس سے آپ خاطر جمع رکھئے اگر اب دس ہزار روپے بھی وہ دیں گے تو میں اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا آپ کے مطابق لکھنے کے مثنوی صاف کروا رہا ہوں مسودہ نہ ہونے سے نہایت مشکل ہو گئی باایں ہمہ غالباً میں تین تصنیفیں روانہ کر سکوں گا۔ ایک مرثیہ بھی اگر آپ مناسب سمجھیں تو روانہ کروں اگر حضور پر نور صاحب فن ہیں اور ملاحظہ بھی فرمالیں تو میرا گمان ہے کہ خوش ضرور ہوں گے۔

آپ سب باتوں کو ملحوظ رکھ کر مفصل مجھ کو جواب لکھئے مجھ کو اپنی تقدیر سے اب جبکہ تین چار برس گزر چکے ہیں کبھی یہ گمان تک نہیں ہے کہ میں کامیاب ہوں گا اور اس کا موقع بھی آئے گا بہرکیف ہر طرح گزر جائیگی

اور میری سوانح عمری میں (جو یقیناً چھپے گی اور دوسرے لوگ لکھیں گے) میری ناکامیوں کا مضمون اضافہ ہوگا۔

کئی کئی کتابیں جو نئے ترتیب ہیں ان کو صاف کر رہا ہوں جب جب ضعف و مرض کی صعوبت مہلت دیتی ہے صاف کرتا ہوں اگرچہ نتیجہ معلوم مگر اپنی سعی کر کے دنیا سے جانا میرا فرض ہے والسلام والدعا میری بھاوج کو دلی دعا۔ بچے آداب و تسلیم بجا لاتے ہیں۔

۱۱ اگست سنہ ۲۲ خاکسار دعاگو تمھارا

سیّد علی محمد شاد

۲۴

برادر سبحان برابر عین الانسان و انسان العین اعلے اللہ شانکم

تسلیم۔ مثنوی دبستان اخلاق (جس کو میں جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں) جلد کھول کر روانہ کر رہا ہوں آپ کا خیال غلط ہے جن صاحب کی ہوگی کون سی علمی چیز جو اس گھر میں رہی کہ یہ رہتی دست بستہ گذارش ہے کہ بحفاظت رکھیے اور ممکن ہو تو پھر چھپوا دیجیے خدا شاہد ہے کہ اگر آپ مجھ سے نہ مانگتے تو میں کبھی اپنے پاس سے جدا نہ کرتا۔ پرسوں میرے اخی محترم حضرت مولانا نواب سیّد امداد امام صاحب قبلہ مدظلہ گویا تمام دن غریب خانے میں رہے پہلے تو میرے انکار پر نہایت چیں بجبیں ہوئے میں ڈر گیا۔

آہستہ آہستہ ان کا غصہ میری تقریر سے کم ہوگیا واقعی نہایت کریم النفس
اور سچے سید ہیں۔ میری حالت پر روتے رہے تب میں نے یہ عرض کیا
کہ آپ کے ہمارے باعثِ فخر فرزند کی رائے بھی نہیں ہے کہ میں اس طریقے
سے حیدرآباد جاؤں بگڑ کر بولے کہ ان کو تو موقع ہی نہ ملے گا کہ آپ کو
بلوائیں پھر کیا صورت نکلے گی میں نے عرض کیا کہ آپ کے خوش ہونے
کی جگہ ہے کہ آپ کے اس ادنےٰ خادم کی ذرا بھی بے احترامی نہیں چاہتے
خوش ہوکر کہنے لگے کہ ٹھیک ہے لیکن اگر اب بھی انھوں نے غفلت کی تو
گویا کچھ نہ کیا۔ تین چار سو روپے کا منصب دلوا دینا بھی ان کے لئے کوئی
بات ہے جبکہ محب الحق صاحب کو ادنےٰ شخص نے دوسو روپے ماہانہ مقرر کروا
دے میں نے عرض کیا کہ دیر آید درست آید اگر تقدیر میں ہے تو میرے
بے پناہ بچوں کے لئے بغیر کچھ مقرر کروائے ہرگز باز نہ آئیں گے۔ غرضیکہ
یوں ان کے غصہ اور خیال کو پلٹا دیا۔ آپ کی بہت تعریف کرتے رہے۔
حسب ارشاد میں مثنوی مادر ہند کو گویا پھر تصنیف کر رہا ہوں اور کاتب
کو تین روپے جزو کے حساب سے دیکر لکھوا رہا ہوں اس کے ساتھ ایک
ابتدائی تعلیم کی پہلی کتاب "اردو تعلیم" بھی صاف کروا رہا ہوں۔ اور مجبوری
کتاب سعی بلیغ کے مسودات اپنے ہاتھ سے صاف کر رہا ہوں خدا کرے
جلد انجام ہو۔ بھائی اگر اب کامیابی نہ ہوئی تو میں پٹنہ میں نہ رہوں گا اور

نہ رہ سکتا ہوں ۔ دوسری بات سنئے ایک عزیز نے کلکتہ سے یہاں اپنے ایک دوست کو میرے بارہ میں ایک طویل خط لکھا اتفاق سے میں نے بھی اس کو پڑھ لیا لب لباب یہ ہے کہ خان بہادر شاد کس خواب غفلت میں ہیں آج چار برس سے سر علی صاحب کے وعدوں پر پھولے بیٹھے ہیں اگر آسمان چکر کھائے تو بھی سر علی اپنا وعدہ وفا نہ کریں گے انھوں نے کسی غیر کے لئے کچھ کیا ہے کہ ان کے لئے کریں گے یہ سب دھوکا ہے آگے بڑھ کر لکھتے ہیں کہ خود حضور ایسے خود پسند ہیں کہ گو کیسا ہی کامل ہو مگر اس کے منہ پر اعتراضات و مضحکہ کرتے ہیں اور حواشی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں ۔ تیسرے دکن والے مرثیہ میں کسی نئے طرز کو گو کیسا ہی مفید و دلچسپ ہو نہ پسند کرتے ہیں اور نہ قدر کرتے ہیں چوتھے سر علی اگر بڑی مہربانی بھی کریں تو صرف ایک سو روپیہ ماہانہ تک کا اختیار تمام رکھتے ہیں امید تو بالکل نہیں ہے مگر شاد کا البتہ وہ ایک سو روپیہ مقرر کر دے سکتے ہیں مگر اب تک ان سے یہ بھی نہ ہو سکا وغیرہ وغیرہ ہاں جناب مولوی سید امداد امام صاحب اگر کچھ وعدہ کرتے تو جان جائے یا رہے ضرور وعدہ پورا کرتے مگر بیچارے بے اختیار رہیں ۔

کچھ خبر نہ ملی کہ میرے وہ دونوں قطعے جن کو رجسٹری و بیمہ کر کے میں نے بھیجا تھا جناب صدر اعظم دام شوکتہ تک پہنچے بھی یا غائب ہوئے از راہ عنایت دریافت فرما دیجئے اور مجھ سے اور میرے بے پناہ بچوں سے

ہرگز غافل نہ رہیئے۔ میری بھاوج سرتاج خاتونانِ ہند بیلھا کو میری دلی دعائیں یہ لقب ان کے لئے کوئی بڑا لقب نہیں ہے پہلے میں نے تاج لکھا تھا لیکن حق یوں ہے کہ یہ لڑکی ماشاءاللہ سرتاج ہے اللہم بارک فی عمرہا۔

۱۹ اگست ۲۲ء پٹنہ سٹی　　　طالب جواب باصواب تمہارا دعاگو

سید علی محمد شاد

۲۵

ترا چہ غم کہ ترا ہر کسے بجائے من است　　مرا است غم کہ مرا ہیچ کس بجائے تو نیست

اخوی محترم فدایت شوم۔

تسلیم کیا سبب کہ آپ نے میرے اخیر نیاز نامہ کا جواب اور مثنوی دبستان اخلاق کی اب تک رسید نہیں لکھی۔ بھائی آپ کی اتنی سی غفلت بھی میرے سے بڈھے کے حق میں ستم ہے۔ للہ جلد بتائیے کہ مثنوی بخیریت پہنچی میں خود کو .... ملامت کر رہا ہوں کہ رجسٹری کیوں نہ کردی واضح رہے کہ یہ مثنوی اب نایاب ہے۔ خدابخش خاں مجھ سے ناراض ہو گئے تھے مگر میں نے ان کو نہ دی ؎

چہ داند بزنہ لذات ادرک

یہی مصرعہ میں نے جواب طلب میں پڑھا تھا۔

بہرام الدولہ صاحب نے معذرتیں اور بعید ترغیبیں دیں چونکہ میں ذاکر نہیں ہوں اگر اس ذریعہ سے بیس ہزار بھی دیں گے تو مجھ کو لینا حرام ہے۔

لطیفہ یہ ہے کہ چونکہ میرے محترم جناب نواب سید امداد امام صاحب مدظلہٗ نے مجھ پر حد سے زیادہ اصرار فرمایا تھا کہ جلد حیدرآباد جانے کا سامان کروں میں نے جناب ممدوح کو جواب میں لکھا تھا کہ جناب کو میرے علائق کی پوری خبر نہیں ہے اس سفر میں کم سے کم میرے ایک ہزار روپے خرچ ہو جائیں گے بغیر خاص گاڑی کے میں جا ہی نہیں سکتا اور ان دنوں بعض وجوہ سے اتنا جلد میں سامان سفر نہیں کر سکتا۔ سامان مرتب کروں تو جناب کو خبر دوں گا میرا یہی خط حضور ممدوح نے بہرام الدولہ صاحب کے پاس بھیج دیا۔ بہرام الدولہ صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے غلطی سے اس کو حسنِ طلب سمجھا یہ بھی لکھتے ہیں کہ میں نے آپ کا خط بجز بھائی علی امام صاحب اور سالار جنگ بہادر کے کسی کو نہیں دکھایا خیر بات تیر از کمان جستہ ہے وہ اب تین ہزار تو کیا بیس ہزار بھی دیں تو برخلاف وضع نہیں کر سکتا۔ مگر بڑا غضب یہ ہے کہ میرے محترم مدظلہٗ میرے انکار سے کبیدہ خاطر ہو گئے خیر میں پاؤں پر گر کر منا لوں گا میں نہیں جانتا کہ میں نے نور چشم نصیر میاں سلمہٗ کا کیا بگاڑا ہے اگر نقصان کیا یا کر رہا ہوں تو اپنا کیا۔ پہلے تو خواجہ اسمٰعیل صاحب وکیل و مسٹر سلطان احمد صاحب کو لکھ لکھ بھیجتے تھے کہ ستّر برس کی عمر میں بڈھے کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسے لوگوں کی باتوں کا اعتبار کر رہا ہے اب سلطان نہیں ہیں تو محلہ کے لوگوں کو میری نسبت مضحکہ آمیز و طنز و تشنیع لکھا کرتے ہیں یہ خبر مجھ کو برابر پہنچتی رہتی ہے۔

یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ کی خط وکتابت کا حال کیونکر مل گیا۔ میں نے بہ مشکل تمام مثنوی مادر ہند کو پھر مرتب کر کے کاتب کو دیدیا نصف لکھی جا چکی اس کے ساتھ ایک تعلیمی کتاب بھی لکھوا رہا ہوں کیا کہوں وقت کم ہے ورنہ جو نصاب تعلیم اردو و فارسی و عربی کا میں نے لکھا ہے اور جس سے آسانی کے ساتھ فقط تین برس میں لڑکا ان تینوں زبانوں پر تحریراً و تقریراً قادر ہو جاتا ہے صاف کرواتا یہ سات کتابیں ہیں۔ پٹنہ کالج کے پروفیسروں نے مسودہ جانچ کر لکھا کہ مصنف نے علمی راستہ میں ریل ایجاد کی ہے وغیرہ ایک ضخیم کتاب فکر بلیغ ہے اگر موقع ہوا تو تھوڑی تھوڑی نقل اس کی لکھ لکھ کر آپ کو بھیجوں گا۔

اب میں صاف عرض کرتا ہوں کہ میں ایمان کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ لوگ جو چاہے کہیں مگر میں نے سید علی امام صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے بہتر عمدہ ہمہ صفات موصوف نہیں دیکھا اور شاید آخر تک میرا یہی عقیدہ رہے گا۔

میرے کس مپرس آدمی کے ساتھ وہ جیسی محبت کرتے ہیں ایسی بے ریا محبت شاید ہی کسی کو ہو خدا گواہ ہے کہ اگر ذرا بھی ان کو موقع ملتا تو اب تک نہیں معلوم وہ کیا کر گزرتے میں تین برس گزرنے پر بھی ذرا مایوس نہیں ہوں اگر موقع مل گیا تو میں لوگوں کو سلام کروں گا کہ دیکھو علی امام ایسے ہیں ابھی میں خاموش ہوں جس کا جو دل چاہے کہے میاں نصیر نے لوگوں کو لکھا ہے کہ حیدرآباد میں سر کشن پرشاد کے علی محمد شاد کے اعلیٰ مضامین کو سمجھتا کون ہے نتیجہ یہ کہ اگر کسی اور ذریعہ سے......

دکن گئے بھی تو ان کا کمال مٹی میں مل جائے گا وغیرہ وغیرہ خیر وہ وقت اگر آگیا تو دیکھا جائے گا یہ بھی (میرے جی چھیڑانے کے لئے) لکھتے ہیں کہ خود بدولت (حضور) بجز اپنے کسی کی ہستی نہیں سمجھتے عین مجمع میں یہ کہہ کر کہ یہ مصرع یا یہ شعر یا یہ مضمون لغو ہے اور پھر اپنی صحبت میں مضحکہ کرتے ہیں لوگوں جتنے صدر اعظم کو خوشامدانہ تصدیق کرنی ہوتی ہے۔ مجھ کو یقین نہیں کہ ایک والی ملک خصوصاً اہل فن ہو کر یہ حرکت کرے۔

اب میں آپ سے مستدعی ہوں کہ خدا کے لئے جس طرح ہو آپ حضور صدر اعظم سلمہ اللہ کی خدمت میں جائیے اور کہئے کہ جس طرح ممکن ہو (اگر اعلی پیمانہ پر نہو تو نہو) لیکن کچھ کیجئے ضرور میری زندگی اب بہت کم ہے جو بات ہو جائے غنیمت ہے۔ خدا جانے سچ یا جھوٹ میاں نصیر نے لوگوں کو لکھا ہے کہ صدر اعظم کو دو سو روپیہ ماہانہ منصب دینے کا اختیار ہے دو سو یا اور دو سو سرکاری طریقہ سے وہ چاہتے تو گھر بیٹھے دلوا دیتے نہیں معلوم اس کی حقیقت کیا ہے لیکن یہ سچ ہے حافظ محب الحق نے ایک معمولی کتاب کسی معمولی شخص کے ذریعہ سے پیش کر کے دو سو ماہانہ کا منصب حاصل کر لیا۔

بہرحال میرے اس نیاز نامہ کا جواب مفصل بعد دریافت جملہ امور از راہ ہمدردی عنایت کیجئے اور یہ بھی دریافت کر کے لکھئے کہ میرے دونوں قطعے ایک اردو ایک فارسی اور وہ تحفۂ زرین جو نذر بارگاہ کے لئے طیار کر کے حاضر کیا تھا،

محفوظ ہے یا کشا کشِ سفر و علالتِ مزاج کے سبب سے کہیں گم ہو گیا اگر خدا ناکردہ نسخۂ زرّین گم ہو گیا تو اب اس کا سامان بہت دشوار ہے بہر حال مجھ کو معلوم تو ہو جائے۔

اس دفعہ عزیزی مولوی احمد علی خاں سلمہٗ نے یہ چاہا ہے کہ صوبۂ بہار کے چاروں ضلعوں سے قدر شناسوں کا مجمع کریں اور میں مرثیہ پڑھوں میں نے خوشی سے منظور کر لیا۔ مرحوم مغفور ہادی علی خاں یاد آتے ہیں کہ اپنے ماموں کا کفش بردار سمجھ کر مجلسوں میں منبر کے پاس گھنٹوں کھڑے ہو کر مجھ کو پنکھا جھلا کرتے تھے اور میری ترقی پر خوشی کا رونا رویا کرتے تھے خدا مدارج عالی کرے۔ لڑکے بھی کچھ کم مجھ سے محبت نہیں کرتے اور میرے بارہ میں تعصب حد سے زیادہ ہے۔ سر تاجِ خاتونانِ ہند[1] کو میری دلی دعائیں پہنچائیے لڑکے آداب عرض کرتے ہیں والسلام والدعا والتسلیم

۳ ستمبر سنہ ۱۹۲۳ء

(پٹنہ)

تمھارے باپ کا کفش بردار

سیّد علی محمد شاد

---

[1] صغرا ہمایوں مرزا۔

۲۶

روحی فداکم تسلیم۔

مجھکو حیرت ہے کہ ایک مہینے سے بھی زیادہ زمانہ گزرا کہ نہ آپ نے مثنوی
دبستانِ اخلاق کی رسید نہ میرے دو خطوں کے پہنچنے کا حال لکھا۔ میں نے تو ظاہر
کوئی قصور نہیں کیا ہے البتہ آپ کے روک دینے سے میں نے فسخ عزیمت کر کے
جواب صاف دیدیا ورنہ محض اس خیال سے کہ وہاں کے لوگ بھی مجھ سے کچھ
تو آگاہ ہو جائینگے ضرور جاتا اور یہی رائے یہاں کے لوگوں کی تھی کہ صرف راہ خرچ
لے لو اور ضرور جاؤ بجز آپ کے میں کسی کے روکنے کو نہ سنتا الخیر فیما وقع مگر
آپ بھی خفا ہو گئے اور نہ میں نے آپ کے خطِ ممانعت سے کسی کو خبر دی۔ شاید
آپ کو معلوم ہو یا نہو کہ سیّد وزیر نواب مرحوم کے بیٹے مرتضےٰ نواب مرحوم میرے
بھانجے تھے ان کو بیحد شوق شاعری خصوص مرثیہ گوئی کا تھا مگر استعداد ذہن بہت
محدود تھی میں نے چار پانچ برس بہت کوشش کی رات دن وہ بھی پڑے رہے
آخر ناچار ہو کر میں نے مطابق ان کی استعداد کے چار پانچ مرثیے کہدئے اور
مصرع لگانے کو پندرہ سولہ سلام بھی میرے مجھ سے لے گئے جس کی نقل تک
میرے پاس نہیں ہے افسوس کہ چند دن بعد وہ مر گئے تھوڑے ہی دنوں بعد
وزیر نواب بھی رحلت کر گئے مرتضےٰ مرحوم کا لڑکا مصطفےٰ اگرچہ انٹرنس پاس

کر چکا تھا مگر ننھے آغا جو ٹوپی بناتے تھے ان کے نواسے کاظم نام کا ساتھ ہوا آوارہ ہوگیا اور میرے پاس بھی آنا یک قلم چھوڑ دیا اور میری بہت سی غزلیں اور سلام و متفرق کلام جو مرتضےٰ کے پاس تھے سخت تقاضوں پر بھی مصطفےٰ نے نہ دئے افواہاً سنا ہے کہ اب حیدرآباد جاتا ہے اور وہی مرثیے اور کلام اس کے پاس ہیں اور کاظم بھی جو محض آوارہ گرد ہے ہمراہ ہوگا خدا جانے یہ خبر کہاں تک صحیح ہے۔ سر سید علی امام سے ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی اگر وہ میرے پاس حسب معمول آئے تو خیر ورنہ کوئی صورت ملاقات کی نہیں۔ مثنوی تو کھو ہی گئی اور دونوں قطعے اور وہ زرنگار پردہ جس کی طیاری میں قریب چار سو روپیوں کے خرچ ہوئے تھے وہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بے اعتنائی سے تلف ہوگیا۔ ایں ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر۔ علی امام صاحب کے بارہ میں یہاں طرح طرح کی افواہ ہے خدا جانے صحیح کیا ہے۔ متر صد ہوں کہ از راہِ عنایت جواب تو لکھئے آخر آپ نے خط کیوں نہ لکھا

مکرر یہ ہے کہ میرے پرانے عزیز دوست سید حسن رضا خان صاحب وکیل ہائی کورٹ ان دنوں حیدرآباد میں ہیں یا نہیں اگر ممکن ہو تو تحریر فرمائیے۔ فقط

۱۷ر ستمبر ۲۲ء

خاکسار

سید علی محمد شاد

۲۶

میرے غمگسار میرے غمخوار میرے آقازادہ

خدا آپ کو اور آپ کی سرتاج خاتونانِ ہند پاک نفس بی بی کو صحت
و عافیت و مدارج عالی کے ساتھ عمرِ طبیعی کو پہنچائے آپ کے ساتھ میرے
دلی تعلقات خصوصاً اس چل چلاؤ اور آخر عمر میں کیوں حد سے زیادہ بڑھے
ہوئے ہیں نہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کے جد بزرگوار حضرت سید شاہ غلام
علی صاحب سجادہ نشین خانقاہ اساس دبوہرہ ہمارے حضرت سید شاہ علیم اللہ
پھدوی کے خاص مرید اور جیسا کہ نواب سید غلام حسین خان مغفور مولف
سیر المتاخرین نے اپنی مثنوی بشارۃ الامامۃ میں چشم دیدان کے کشف و کرامات
اور اس خاندان کے تعلقات نظم کئے ہیں نہ اس وجہ سے کہ حضرت علامہ
سید شاہ کلب علی و حضرت سید شاہ جمال حسین جنت آرام گاہ سے اور نواب
سید کاظم علی خان اور میرے جد بزرگوار وغیرہم رحمۃ اللہ اجمعین سے
وہ قلبی خصوصیتیں کہ ہمارے گھر کی عورتیں پردہ نہ کرتی تھیں وغیرہ وغیرہ نہ اس
وجہ سے کہ میرے حقیقی ماموں نواب جلال الدین حسین خان اور میرے
باپ اور چچا آپ کے فخر روزگار باپ کے تلامذہ و صحبت یافتہ و تربیت کردہ
تھے (جس پر یہ بزرگوار ہمیشہ ناز کیا کرتے تھے) اور میں نے جب سے
ہوش سنبھالے اور آپ کے پدر بزرگوار عرصہ سے بہ عہدۂ سفارت کلکتہ
میں رونق افروز تھے اپنے سب بزرگوں کو انھیں کا کلمہ پڑھتے دیکھا دفعتہً

کالوحی من السماء حضرت رونق افروز وطن ہو کر حاجی گنج اسی گھر میں اُترے اس وقت میں تیرہ برس کا تھا اور شرح مسلم پڑھتا تھا موزونی طبع فطری تھی اس لئے مسائل مشکلہ علمیہ کو اُردو نظم کر کے یاد کیا کرتا تھا۔ ایک کشمیری فاضل مولانا سید عبداللہ شاہ مغفور کو میرے والد ماجد میرے پڑھانے کیلئے تیس روپیہ ماہانہ دیا کرتے تھے وہ شاعری کے دشمن علی الخصوص غزل گوئی کے۔ یہ تو نہ پوچھئے کہ حضرت کی یہاں رونق افروزی سے زن و مرد کو کیسی مسرت ہوئی کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میں اس فیض مجسم کی خدمت سے الگ رہا ہوں۔ میری ماں اور چچی چار بجے اندر دستر خوان چن دیتی تھیں اور میں خبر دیتا تھا حضرت میرے چچا اور باپ کے ہمراہ اندر تشریف لاتے عورتیں قطار باندھ کر تسلیم کر کے ہٹ جاتیں حضرت غذا تناول کر کے اور چائے نوش فرما کے باہر رونق افروز ہوتے تخمیناً چار مہینے قیام رہا مجھ کو یقین ہے کہ اس وقت تک آپ پیدا نہ ہوئے تھے۔ ایک دن ناظر وزیر علی عبرتی کی طرف سے مشاعرہ کی فہرست آئی حالانکہ اس وقت تک میں نے ایک شعر بھی غزل کا نہ کہا تھا۔ میرے والد نے ناک بھوں چڑھالی اور مجھ پر خفا ہونے لگے کہ خبردار نہ شعر کہنا نہ شریک ہونا حضرت نے سبب پوچھا والد ماجد نے تفصیل سے میرے شوق کا حال بیان کیا حضرت نے ارشاد کیا کہ عباس میرزا مشاعرہ کی طرح سے

جب سے اس ابرو نے پیدا تیغ عالمگیری کی

میں چند شعر کہیے دو بعد کو میں جیسے کہوں گا ویسا کرنا۔ پھر میری طرف خطاب کر کے مناسب طرح چند مضامین بیان کر کے ارشاد کیا کہ اس کو نظم کر لاؤ۔ یہاں تو ولولہ تھا ہی گیارہ شعر کہہ کر حاضر کئے کچھ فوائد و نقائص سمجھا کر فرمایا کہ خود درست کر لاؤ دوبارہ ملاحظہ کر کے مزین باصلاح فرما دیا اور خود کچھ ارشاد نہ کیا۔ دوسرے دن میں جب حاضر نہ تھا میرے چچا کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے کہ محسن اگر یہ لڑکا اور میں چند سال زندہ رہا تو تم دیکھنا کہ یہ کیسا کامل نکلتا ہے (یہاں تک میں لکھ چکا تھا اور خیال تھا کہ اس مضمون کو پورا کر دوں مگر بعض وجوہ نے آیندہ پر اٹھا رکھنے کے لئے مجبور کیا اس لئے اب یہاں سے دوسرا مضمون شروع کرتا ہوں)۔ میرا کارڈ تو آپ کو مل گیا ہوگا۔ کل بحالت انتظار سخت آپ کا گرامی نامہ مرقومہ ۱۲ ستمبر ۱۹ کو ملا حیدرآباد کے ڈاکخانہ کی مہر ۱۴ ستمبر ہے پانچویں دن یہ خط ملا۔ میرا نیاز نامہ ۳ ستمبر کا ملازم کی غلطی کی بدولت ۸ ستمبر کو روانہ ہوا تھا یہی سبب ہے جو آپ کو دیر کر کے ملا بہر حال یہاں کی غلطی سہی مگر میں تو انتظار میں تڑپا کیا۔ بھائی آپ ابھی پوری طرح شائد واقف نہیں اور نہ میں نے لحاظ سے تفصیل وار لکھنا مناسب سمجھا۔ دس بارہ برس کا عرصہ ہوا میں نے گورنمنٹ انگریزی میں ایک میموریل دیا تھا جس کے دفعہ ۱۶ میں یہ لکھا تھا کہ میری نانی نواب سراج الدولہ کی نواسی یعنی میری نانی

کی نانی سراج الدولہ کی بیٹی تھی بطن سے رضیہ بیگم بنت رابعہ بیگم (یعنی سراج الدولہ کی حقیقی پھوپھی کے) اور پوتی تھی نواب اسمٰعیل قلی خاں یعنی حاجی گنج کے نواب سید کاظم علی خاں کے نانا حقیقی جو نواسے تھے حاجی احمد برادر مہابت جنگ کے۔ جب لارڈ کلایو نے فتح پائی سراج الدولہ مارے گئے تباہی آئی اس زمانہ میں وہی اسمٰعیل قلی خاں مونگیر و بھاگل پور کے حکمران تھے ان کے پرگنے ضبط ہو کر ایک ہزار ماہانہ کی پنشن پانچ پشتوں کے لئے مقرر ہوئی میری نانی تک تین سو روپے رہ گئے وہ غدر ۵۷ء میں مرگئیں میری ماں نے بخوف نام سراج الدولہ درخواست نہ کی وہ ضبط ہو گئی اب آکر میں نے فریزر صاحب لفٹنٹ گورنر سے ذکر کیا انھوں نے کہا کہ موریل دو اور ثابت کرو غرض کہ موریل دیا اس زمانہ میں سر سید علی امام لا ممبر تھے۔ جب یہاں سے تحقیقات ہو کر موریل کے پرانے کاغذات سرکاری سے (بقول گیٹ صاحب بنگال چیف سکرٹری کے) تصدیق ہو کر ویسرائے کے پاس گیا تب سید صاحب سے عرض و معروض و خط و کتابت کی نوبت اور زیادتی آمد و رفت شروع ہوئی ان کے وعدوں کا حال ان کے خطوط سے ظاہر ہے۔ دفعتہً شملہ سے حضرت کا خط آیا کہ پچاس روپیہ پنشن ذاتی مقرر ہوا تم ضرور قبول کر لو۔ آیندہ دیکھا جائے گا مجبوراً قبول کیا مگر اولڈہم صاحب کمشنر نے مجھ سے کہہ دیا کہ تمھارے موریل کی پیشی کے وقت علی امام نے لکڑی ماری اور کہا

کہ اگر یہ پنشن خاندانی تسلیم کی گئی تو واصلات دینا ہوگا لٹریری ذاتی پچاس
روپے کافی ہیں۔ بہرحال چار پانچ برس بعد اسی انسان دوست انگریز کے
کہنے سے دوسرا میموریل دیا اس پر بقول سررشتہ دار کمشنری کے اولڈہم صاحب نے
ایسا عمدہ رپورٹ کیا کہ شاید کسی ہندوستانی کے لئے نہ کیا ہوگا۔ بدقسمتی سے
اولڈہم رٹائر ہوئے اور بقول جو سر سید علی امام کے بنک میں اولڈہم صاحب
سے کہا کہ علی امام ہیں علی محمد شاد کو تمہارے سپرد کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔

علی امام صاحب اس وقت بہار کونسل میں تھے اور یہ سررشتہ ان کے
اُردو نا واقف کار انگریزوں کے ہاتھ میں تھا یہاں سے ۳۲ روپیہ اضافہ
ہوکر [illegible] ہوا حالانکہ رپورٹ صاد کا تھا۔ جب یہ مراحل بھی گزر گئے اور سر سید
صاحب حیدرآباد جانے لگے تو بڑے شوق سے میرے گھر رونق افروز ہوکر
فرمایا کہ اب موقع آگیا میں حیدرآباد پہنچتے ہی سرکاری طریقہ سے تم کو بلواؤں گا
وغیرہ وغیرہ۔ تم علمی تحفہ کا ضرور سامان کرو بڑی بڑی تصنیفوں کا تو اتنا جلد مرتب کرنا
بیحد مشکل تھا ناچار یہی مثنوی مادر ہند صاف لکھوائی اور جا بجا سیکڑوں شعر مناسب
مسودہ کرکے اضافہ کرتا گیا اب وہ مسودے والے اشعار بھی نہیں رہے
دوسری چیز ایک زرنگار پردہ ڈیڑھ گز لمبا اور گز بھر چوڑا نہایت عمدہ مخمل کا
لیکر سولہ سترہ مدحیہ اشعار کارچوب میں کڑھوائے جس میں چار سو روپیہ خرچ ہوا
چنانچہ جب سید صاحب کے پاس بھیجا تو ان کے خط سے ظاہر ہے کہ دیکھ کر پھڑک گئے

اور لکھا کہ اپنے ہاتھ سے حضور میں گزرانوں گا یہ دونوں تحفے مثنوی اور پردۂ زرنگار مدح رکھ لئے گئے تب سے برخلاف امید و عادت خط کا جواب دینا بھی بند کر دیا۔ ناچار ہو کر مہینے دو مہینے پر فقط بدریافت خیریت میں جوابی تار دیا کیا۔ ڈیڑھ سال ہوا کہ حیدرآباد سے حضرت پٹنہ آئے اور خود میرے گھر پر سرفراز کر کے فرمایا کہ چونکہ خطوط حیدرآباد میں کھل جاتے ہیں لہذا جواب میں نے نہیں دیا اور بہ نسبت مثنوی کے فرمایا کہ فلاں فلاں مضمون بدل دو اب موقع آگیا کہ میں جلد پیش کر دوں اور وعدہ کیا کہ جاتے ہی مثنوی کو ترمیم کے لئے بھیج دوں گا انتظار میں کئی مہینے کٹ گئے تار پر تار دئے جواب ندارد۔ اس بیچ میں دو طویل قطعے بطور استدعا اردو فارسی میں عمدہ لکھوا کر مطلا کر کے بیمہ پارسل کے ذریعہ سے (چونکہ سابق میں مخدومی سید حسین صاحب بلگرامی کو میں نے ایک نقل بھیج دی تھی اور وہ نہایت ہی خوش ہوئے تھے اور حالات سے ان کو خبر نہ تھی باصرار لکھا تھا کہ علی امام صاحب کو جلد بھیج دو کہ پیش کریں میں بھی ان سے کہوں گا) روانہ کیا رسید تو کسی مجہول الاسم کی طرف سے آگئی مگر اس کا بھی کچھ پتہ نہ ملا۔ چند دفعہ صحبت میں یہ بھی فرمایا گئے کہ حضور بادشاہ تم سے خوب واقف ہیں بلکہ میں نے خیال صاحب کو تمھارے نام سے ملایا تھا یہ ہے کچا چٹھا ــــــ ادھر جو وہ مستعفی ہو کر تشریف لائے تو چار پانچ دنوں بعد میں نے ایک خط ان کو ڈاک میں بھیجا مضمون یہ کہ نہایت خوشی کی بات

ہے کہ آپ مع الخیر وطن تشریف لائے دعائیہ کلمات کے بعد معذرت لکھی دوری راہ و پیری کے سبب سے اب تک میں نہیں ملا اور چار شعر کا ایک قطعہ بھی لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ واقعی آرام سے اپنی جگہ بیٹھنا کہیں بہتر ہے اس سے کہ کمر باندھکر حاضر دربار ہو کر تین تین تسلیمیں اور ہاتھ جوڑ جوڑ کر عرض و معروض کی زحمت اٹھانا خدا جانے اس خط کے مضمون سے یا اور کسی سبب سے جواب بھی نہ ملا مثنوی تو خیر تلف ہی ہوئی وہ پردۂ زرنگار اور وہ دونوں قطعے بھی بے اعتنائی کے سبب سے شاید تلف ہو گئے لوگ ہزار ہزار ملامت کرتے اور الزام دیتے ہیں مگر میں نے بخدا آج تک کوئی کلمہ بجز دعا اور اپنی بدقسمتی کے اظہار کے کبھی نہ کہا اور نہ کہوں گا اور نہ اس زرنگار پردہ اور قطعے کا ذکر کروں گا بہ سبیل تذکرہ آپ سے صرف بیان کرنا ضرور تھا۔ ادھر ایک سال سے نواب عماد الملک بہادر سے خط و کتابت برابر رہی اور کچھ منظومات بھی بھیجے جناب ممدوح کی محبت کو کیا کہوں ان کی نظر میں خدا جانے میں کیا ہوں اور کمال میں منفرد و یکتا ہوں۔ یہی حال سید راس مسعود صاحب کا ہے جاپان سے مجھ کو لکھ بھیجا کہ تم نہ فقط ہندوستان کے لئے مایۂ فخر ہو ایشیا بھر میں یکتا ہو۔ اگر حیدرآباد میں آ گئے ہوں تو از راہ عنایات مطلع فرمائیے۔ جناب مولوی سید عباس حسین صاحب سے بھی کبھی کبھی مراسلت ہو جاتی ہے سر سید علی امام صاحب نے وقتاً فوقتاً جو جو وعدے خطوط میں کئے ہیں غالباً پچیس خط سے کم نہ ہوں گے۔

قبل اس کے کہ بہرام الدولہ کی طلب پر آپ کا ممانعت نامہ پہنچے میں نے
دل میں ٹھان لیا تھا کہ بجز راہِ خرچ لینے کے ہرگز میں ذاکری کے نام سے کچھ نہ لونگا
بلکہ خط بھی اس مضمون کا لکھا ہوا طیار تھا کہ آپ نے سخت ممانعت لکھی میں نے جب
مولوی امداد امام صاحب کو خبر دی کہ میں نہ جاؤنگا اور یہ لکھا کہ ذاکری کے نام
سے نہ میں کچھ لونگا۔ بعد شہرت کے میں اب جاؤں گا تو میرا وہی خط انھوں نے
بہرام الدولہ کو بھیج دیا اور مجھ سے ناراض ہو گئے بہرام الدولہ نے معذرتاً لکھا کہ
میں نے بجز بھائی علی امام صاحب اور نواب سالار جنگ کے کسی سے نہیں بیان
کیا بلکہ جس نے پوچھا میں نے یہی کہا کہ بھلا وہ مجھ سے کیا لیں گے میرے برابر
والے ہیں ان کا یہ خط مولوی صاحب نے میرے پاس بھیج دیا یہاں تک خط و
کتابت ہو کر بند ہو گئی۔

اب مجھ سے سنئے اوّل تو آپ کسی ترکیب سے ہو سکے تو یہ دریافت فرمائیے
کہ واقعی میرے اس آخر خط سے سر سید صاحب بے سبب کچھ ناراض تو نہیں
ہوئے حالانکہ خدا گواہ ہے کہ میں نے سچے دل سے خط لکھا تھا۔ چونکہ انھوں نے
میرے بارہ میں آپ کو سچا رازدار پا کر آپ سے خط ممانعت لکھوایا ہے بہت ممکن
ہے کہ آپ کو حقیقت معلوم ہو جائے میں صرف دو وجہ سے کھٹکتا ہوں ایک یہ کہ
برخلاف امید وہ مجھ سے ملنے نہ آئے دوسرے خط کا جواب نہ دیا یوں میرا خود تحریک
کرنا اور بہرام الدولہ یا مولوی امداد امام صاحب سے خود کچھ کہنا تو ہرگز ممکن نہیں مگر ہاں

خود سر سید صاحب بہرام الدولہ کو یہ لکھیں کہ میں نے علی محمد شاد کو آمادہ کر دیا ہے
وہ فقط راہ خرچ لیں گے اور آپ کے بلانے پر جائیں گے۔ یہی ایک عمدہ صورت
ہے باقی اور کوئی صورت نہیں۔

استغفر اللہ استغفر اللہ میں کیا کیا سوچ رہا ہوں اور کچھ علم نہیں کہ قضاء
کس فکر میں ہے۔ میرے خط کا مفصل جواب دیجئے۔

سر تاج خاتونِ ہند سلمہا اللہ تعالیٰ میرا سلام اور دلی دعا اور میرے بچوں
کی تسلیم قبول کریں۔

مکرر یہ ہے کہ سر علی امام صاحب کو تا امکان ٹٹولئے کہ وہ مجھ سے ناراض
تو نہیں ہیں۔ درصورت عدم ناراضی لکھئے کہ چونکہ میرے اور آپ کے منع کرنے سے
علی محمد شاد رک رہے ہیں اور وہ بجز راہ خرچ کے ذاکری کا نہ لیتے ہیں نہ لیں گے
اگر بہرام الدولہ سے آپ تحریک کیجئے تو مناسب کارروائی ہوگی۔ یہ بات خوبصورت
ہے فقط ۲۱ ستمبر ۲۲ء

تمھارا دلی دعاگو ممنون احسان
بوڑھا خادم
سید علی محمد شاد

۲۸

اخوی ذو الکرم صاحب المحامد والہمم روحی فداکم

تسلیم مدت ہوئی کہ نہ آپ نے کوئی خط لکھ کر نہ خط لکھنے کا سبب پوچھا
جو میں پندرہ دنوں سے بیماری نے یہ تہمت دی کہ کچھ لکھنا مولوی احمد علیخاں سلمہ

کیاں مجلس پڑھنے موٹر پر گیا تین گھنٹہ پڑھنا ...... ہوا اور بوندیں برستے وقت جانا اور آنا بڑھاپا یہ سب بد پرہیزیاں آخر رنگ لائیں نزلہ تپ اسہال نے دھر دبایا میں نے سمجھا تھا ۔

بس اب ذرا سی ٹھیس میں قصہ تمام ہے ۔

خدا جانے کیونکر پھر اتنا ہو گیا کہ لکھ رہا ہوں ۔ آپ کو لکھوں تو کیا لکھوں کہوں تو کیا کہوں بجز اس کے کہ چپ رہوں زمانہ کا رنگ دیکھ کر جی گھبراتا ہے کسی سے باتیں کرنے کو جی نہیں چاہتا ۔ سر سید علی امام صاحب کو میں نے ایک خط لکھ کر پوچھا تھا اور یہ بھی لکھ دیا تھا کہ بھائی سید ہمایوں میرزا صاحب کے لکھنے سے بہت خوشی ہوئی کہ آپ باینکہ حضور نظام آپ سے کمال راضی و معرف تھے مگر کسی اصولی مخالفت پر آپ نے رہنا قبول نہ کیا اور بڑے آب و تاب سے وہاں سے رخصت ہوئے ۔ کچھ عرصہ بعد انھوں نے جواب لکھا حسب دستور اسی قطع کا جواب دیا کہ مجھ کو یوں آپ سے عقیدت ہے اور یُوں محبت ہے وغیرہ ۔ دوسری بات کا جواب بھی بشد و مد دیا مگر اس تختۂ زرین اور ان دونوں قطعوں کا ذکر تک نہیں کہ زمین کھا گئی آسمان نے کھینچ لیا کیا ہوا میرے سیکڑوں روپیے یوں بھی گئے اور میرے غریب بچوں کا حق میرے نجس ہاتھوں سے یوں برباد گیا ۔ بھائی سچی بات یہ ہے کہ اب میں امیدوار ہو کر سفر دور دراز کے مصائب نہ برداشت کرنے کے قابل ہوں نہ میرا یہ منہ ہے

کہ بہرام الدولہ صاحب سے کچھ پیام سلام کروں غالباً اگر وہ اس سے کسی طرح
واقف کر دئے جائیں کہ میرے آنے میں کیا روڑا اٹکا اور اب وہ روڑا نہ رہا
اور پھر وہ خود مجھ سے خط لکھ کر دریافت کریں تو البتہ یہ صورت ہے مگر ان سے
کہے کون نواب علاؤ الملک بظاہر ایسے معاملات سے کنارہ کش ہیں جیسا کہ
دیکھ رہا ہوں اُدھر سید راس مسعود صاحب وہ کیوں یہ صعوبت برداشت کرنے
لگے ہاں مولانا سید علی حیدر صاحب طباطبائی تک اگر یہ حالات مفصل پہنچ جائیں
تو بہرام الدولہ و سالار جنگ تک خبر پہنچ سکتی ہے اور شاید مولانا اگر مفصل سن لیں
گے تو خود سبقت کریں تو عجب نہیں ہے گو لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو وہ
بھی پولیٹکل بات سمجھیں یا شہرت بیکار ہو جائے غرضکہ اور تو کوئی عمدہ صورت
نہیں نظر آتی۔ بہتر تاج خاتونان ہند زاد اللہ عفتہا و عمرہا کو دعائیں کہیے سب
آداب بجالاتے ہیں۔

تمہارا فدائی

سید علی محمد شاد

پٹنہ ۱۲ اکتوبر سنہ ۲۲ء

۲۹

جناب اخوی مکرم روحی فداکم۔

تسلیم۔ میں ایک مہینے سے دورۂ بواسیر ریاحی و اسہال میں ایسا
دفعہ زندگی سے مایوس تھا اب کچھ اچھا ہوں آپ نے یک قلم خط و کتابت بند کر دی
میرا کیا قصور ٹھہرایا۔ آپ کچھ تو خیال کریں کہ اس واقعہ معلوم سے تمہیں ادھر بھی

سب ملا کر پانچ سو روپے مجھ غریب کے تلف ہو گئے اور دھوکا کھانے کا صدمہ الگ۔ مجھ کو اس بڑھاپے میں یہ داغ جینے نہ دے گا۔ ہم آپ پر پورا بھروسا کریں اور بغیر میری التجا کے آپ ہم کو انتہا سے زیادہ امیدوار کر کے مفت میرے روپے اور دماغ و دل کا خون کرواویں اور لطف یہ کہ پھر آپ میری چیزیں تلف کر دیں مجھ کو واپس نہ دیں کہیں بھی اس کا جواب ہے۔

چونکہ آپ کا قدم بھی درمیان میں ہے اس لئے پس و پیش ہوتا ہے لیکن کہاں تک تفصیل و از خط و کتابت و اصلی واقعہ و حقیقت حال کا پھیلا دینا بہت ضروری ہے۔

ہوشیارانہ یہ دیوانوں نے کیا تدبیر کی   اس کے کانوں تک صدا پہنچا ہی دی زنجیر کی

جب فقرا کی صدا عرش تک پہنچ جاتی ہے تو مجازی بارگاہ تک کیوں نہ پہنچے گی۔ صرف آپ سے ڈرتا ہوں جلد مجھ کو مجاز کر دیجئے۔ اب بستر بلکہ خود ح بستر تک فریاد جا سکتی ہے۔ جھوٹ اور فریب کی حد ہو گئی بازی بازی با ریش بابا ہم بازی۔ وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون جواب جلد لکھ کر ممنون منّت فرمائیے۔ سرتاج خاتونان ہند کو میری دلی دعائیں اور خلوص عقیدت کو قبول کریں ماشاءاللہ میں تحریریں دیکھ کر ناز کرتا ہوں اللھم زد فی عمرہا و فی کمالہا و وقارہا آمین۔ بچے تسلیم بجا لاتے ہیں۔

خاکسار
سید علی محمد شاد

پٹنہ۔ عظیم آباد۔ ۲۴ نومبر ۲۲ء

۳۰

میرے غمخوار بھائی دلسوز بھائی میرے واجب الاکرام بھائی خدا عمر میں برکت ہو

تسلیم

میں جدا حیران بیٹھا ہوں کہ میرے بھائی کو کیا ہو گیا نہ میرے کارڈ کا جواب دیا نہ مفصل خط کا اور آپ جدا شکایت کر رہے ہیں خدا جانے کیا معاملہ ہے مجھ کو اول تو اپنی پیری اور بیماریوں سے فرصت نہیں ہاں چار گھنٹے صبح کو لکھنے بیٹھتا ہوں تو کم بخت اتنا بڑا دفتر ہے کہ جلد ختم ہی نہیں ہوتا اس کو چھوڑ کر کبھی ضروری خط تک لکھنا دشوار لیکن آپ کو جب لکھنے بیٹھتا ہوں تو دل نہیں مانتا بے ضرورت بھی خامہ فرسائی کر کے طویل کر دیتا ہوں۔ ہاں صاحب میں دو دفعہ بصراحت لکھ چکا کہ احمد علی خاں سلمہٗ سے میں لڑ کر تھک گیا مگر وہ یہی کہتے ہیں کہ سید ہمایوں میرزا صاحب مجھ سے مثنوی لے گئے میرے پاس نہیں ہے آپ کیا کہتے ہیں کیا کروں۔ بھائی میں نے کتاب فکر بلیغ ایک الہامی کتاب لکھی ہے حاصلِ زندگی کتاب ہے فن شاعری میں اردو تو کیا عربی فارسی میں بھی اگر حسن و فصاحت سلاست ہمہ گیری کے ساتھ کوئی کتاب نکلے تو مجھ پر لعنت کرنا دیباچہ میں حضرت استاد کا تذکرہ جو لکھا ہے اگرچہ حق پورا ادا نہیں ہو سکا مگر میں پھر بھی خوش ہوں۔

بھائی میرے کتاب چھپنا شروع ہو گئی تین سو روپے لگ گئے ہیں خون خشک

ہے واللہ جو سو روپیہ ماہانہ فقط باورچی خانہ کا خرچ ہے پھر کہاں سے لاؤں بچوں کو بھوکا نہیں رکھ سکتا استاد منصور وصیت فرما گئے ہیں کہ اس فن کی حرمت لئے رہنا کیا کروں تین سو روپے چار مہینے کے لئے کس سے قرض لوں غیرت آتی ہے اور عنقریب گھٹا چاہتے ہیں کہیں چھپنا بند ہوا تو میں مر جاؤں گا اور آپ منہ دیکھ کر رہ جائیں گے۔ مجھ کو جائز طریقہ سے اگر آمد و رفت کا خرچ آپ بھیجیں اور رائے دیں تو میں نے کب کہا کہ آپ کے برخلاف کروں گا میرے بارے میں مجھ سے پوچھا گیا جو مناسب سمجھا وہ کیا ابھی تک آپ نے یہ نہ سمجھا کہ میرے باپ کا ایک غلام پیر عظیم آباد میں نام لیوا زندہ ہے۔ میں دیوانہ نہیں ہوں کہ آپ کے اس خط کو جس میں سخت ممانعت آپ نے لکھی تھی آپ کی تحریر پر محمول کرتا اور بالفرض آپ ہی لکھتے تو مناسب سمجھ کر لکھتے یا نامناسب۔ علی امام صاحب میرے خط کے جواب کہاں دیتے ہیں زرین اشعار اور دونوں مکلف قطعوں سے بھی میں مایوس ہو بیٹھا کئی دن ہوئے میرے بھانجے میاں نصیر مدت پر میرے پاس آئے تھے چار پانچ گھنٹہ تک حیدرآباد کا ذکر رہا ان سے اور راجہ کشن پرشاد سے ربط ہے وہ کہتے ہیں کہ آپ کے لئے حیدرآباد میں منصب کا ہو جانا بڑی بات نہیں ہے وہ یقین کرا رہے ہیں کہ عنقریب راجہ صاحب ہی وزیر ہوں گے بہرحال وہ علی امام صاحب سے خوش نہیں ہیں مگر کہتے تھے کہ میرے سامنے بہرام الدولہ کی مجلس میں بہ تقریب

علی امام نے حضور سے کہا کہ علی محمد شاد اس وقت فرد واحد ہے اور حضور نے سوچ کر کہا ہاں یہ نام میں نے سنا ہے پھر راجہ کشن پرشاد نے شعر بھی پڑھ کر سنایا اور علی امام نے یہ بھی کہا کہ حضور بہت خوش ہوں گے۔ میرے استاد کے زمانہ کب موافق ہوا کہ میرے ساتھ ہوگا۔

تعجب یہ ہے کہ سید حسین خاں صاحب عماد الملک نے علی امام صاحب کے بعد سے خط و کتابت کیوں چھوڑ دی۔

میرے پاس صرف حضرت مرحوم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک غزل اور ایک میری غزل پر اصلاح ہے اور وہ میں آپ کو اپنی زندگی میں نہ دوں گا۔

آپ سرتاج خاتون ہند کی تحریریں رسائل اور سفرنامہ کی حالت پوچھتے ہیں مجھ سے کیا پوچھتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے زبان قلم پر آجائے گا تب سب کو حال کھلے گا مگر افسوس یہ ہے کہ لوگ وعدے کر کے لیجاتے ہیں اور واپس نہیں دیتے۔ کل سے آپ کا رسالہ میرے پوتے سلطان احمد نے پڑھنا شروع کیا ہے اور نصائح کی کتاب میری پوتی حمیدہ بیگم کے زیر مطالعہ ہے۔ مولوی فخر الدین خان بہادر وزیر تعلیمات بہار اس وقت اپنے موٹر سے اتر رہے ہیں مجبور خط کو تمام کئے دیتا ہوں سرتاج خاتون ہند سلمہا کو دلی دعائیں۔

۹؍ دسمبر ۱۹۲۲ء

تمہارا اٹینہ والا دعاگو

سید علی محمد شاد

اخی محترم روحی فداکم،

پس از اہدائے مابلیق بشانکم و دعائے ازدیاد سعادت دارین واضح خاطر
گرامی ہو گرامی نامہ کے جواب میں جو کچھ توقف ہو گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے
دونوں پوتوں کی مسلمانی یہاں کے ایک قدیم حجام نے اناڑی پن سے کر دی
بڑا جس کی عمر ساڑھے آٹھ برس کی ہے وہ تو جھیل گیا مگر چھوٹا سات برس کا ہے
اس کی مسلمانی پک گئی تیرہ چودہ دن شبانہ روز جس قدر اس نے مجھ کو پریشان
رکھا عمر بھر ایسی پریشانی نہ ہوئی تھی۔ مسز تاج خاتون بنت طال بقاؤہا کا عطیہ اتفاقاً
ایسے وقت پہنچا کہ خان بہادر مولوی سید خیرات احمد صاحب وکیل اور شیخ علی جان
پوسٹ ماسٹر بیٹھے تھے یہ بہت اچھا ہوا گزری کے طبقہ اور باقی پور والوں کے
لئے تنبیہ ہو گئی حمیدہ بیگم آپ کی پوتی چھ برس کی ہے میں نے نصیحت والی
کتاب اس سے لے کر وکیل صاحب کو دکھائی دیر تک یہی تذکرہ رہا کہنے لگے
کہ ایسی قابل لائق دانائے وقت کوئی بی بی ایسی ہی خاندانی صوبہ بہار میں ہوتی
تو ہم لوگوں کے دن پھر جاتے میں نے کہا الحمد للہ یہاں نہیں ہیں ورنہ مٹی برباد ہوتی
میرے ایک ہمدرد شاگرد مولوی عزیز الحق کھرا میں ایک خاندانی زمیندار ہیں ان
کا گھر دوالفقار باغ اور کمال باغ کے متصل ہے میری تاکید ہے کہ میرے قبلہ
دینی و دنیاوی کے مزار پر برابر زیارت کو جایا کریں انھیں کی صلاح سے

سال گزشتہ ایک لوح سنگِ موسیٰ کی قطعۂ تاریخ وصال کے کندہ کر کے مزار پر لگا دینے کے لئے خرید کی تھی اس امید پر کہ قریب قریب ۲۵ قطعے صاحبان گزری کی فرمایش سے میں نے کہے ہیں وہ سب کندہ نہیں ہوئے یہ لوح نہیں کندہ ہو جائیگی ایک برس تلاش میں گزر گیا میسر نہ آیا۔ ہمارے حضرت کے یکتائے روزگار ماموں حضرت سید شاہ جمال حسین مغفور کے مزار پر جو لوح سنگ موسیٰ کی کھدی ہوئی لگی ہے وہ جول پورہ میں ہے آخر اسی شہر کی کھدی ہوئی ہے نعیم میاں خیال سلمہٗ نے مجھ سے کہا کہ اس پتھر پر تو نہیں ہاں مصنوعی مرمر پر کلکتہ میں کھدوا لیجئے یہ ایک عجیب و غریب حالت جو دس برس سے مجھ پر گزر رہی ہے میں خود حیران ہوں کہ ماجرا کیا ہے یعنی جب حضرت زندہ تھے تو وہ بابت میرے دل میں نہ تھی صاحب کمال مجموعہ حیثیت سے ہندوستان میں یکتا یہ سب کچھ میں سمجھتا ضرور تھا مگر یہ روحانی تعلق جیسا کہ وصیت کر چکا ہوں کہ حضرت کے پائین پا مجھ کو دفن کرنا پہلے نہ تھا بخدا یہ حضرت ہی کا تصرف ہے۔ حضرت سید شاہ جمال حسین مغفور دہلی جا کر حضرت خواجہ میر درد کے اردو شاعری میں شاگرد ہوئے خواجہ صاحب نے کلام سن کر حیرت ظاہر کی کہ پورب میں اور ایسی پاکیزہ زبان۔ میرے حضرت اردو میں اپنے ہی ماموں کے شاگرد ہیں اس لئے میرے دوست حسرت موہانی نے میرے سلسلہ کو یوں چھاپا ہے علی محمد شاد شاگرد رشید حضرت سید شاہ الفت حسین جنت آرام گاہ فریاد تخلص خواہر زادہ

وہ شاگرد ارشد حضرت سید شاہ جمال حسین مغفور موسوی عظیم آبادی شاگرد حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمہ ۔ آپ اپنے خاندانی حالات کو مجھ سے کیا پوچھتے ہیں۔ نواب سید غلام حسین خاں صاحب کی مثنوی بشارۃ الامامۃ شاید آپ نے نہیں دیکھی ہوگی افسوس کہ مجھ سے چھین کر خدا بخش خاں لے گئے یقیناً لیبریری میں ہے اس میں حضرت سید شاہ غلام علی صاحب سجادہ نشین خانقاہ اُساس دیوہرہ گیا کے حالات کرامات دیکھنے کے قابل ہیں حضرت سید شاہ کمال علی صاحب کا متبحر علمی اللہ اکبر ارسطو نے ڈھائی دلائل وحدت وجود پر لکھے تھے آپ نے نصف کو پورا کر کے اٹھارہ اضافہ کیا۔ غلام حسین خانصاحب لکھتے ہیں کہ جن دنوں نواب مہابت جنگ (معمولی صوبہ دار نہ سمجھئے خدا جانے کیا تھا) مرہٹوں کو بنگال سے نکالا اور بھگاتا ہوا پٹنہ تک آیا اسی برس کی عمر تھی ایک دن میں رخصت ہونے کو دربار میں گیا اور عرض کی کہ والدہ ماجدہ قلعہ حسین آباد چیلا میں ہیں عرصہ سے زیارت نہیں ہوئی ہے کل روانہ ہوں گا۔ نواب معلی الجناب نے فرمایا کہ رستہ میں اُساس دیوہرہ ملے گا حضرت شاہ صاحب سے عرض کرنا کہ میں ابھی ایک مہینے تک عظیم آباد میں رہوں گا بے حد مشتاق زیارت ہوں غلام حسین خان صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے جناب عالی کا پیام پہنچایا تو حضرت سید شاہ غلام علی نے فرمایا بئس الفقیر علیٰ باب الامیر کیا بُرا فقیر وہ ہے جو امیر کے دروازہ پر ہو۔ جب میں عظیم آباد آکر جناب عالی کی حضوری میں پہنچا اور حضرت

شاہ صاحب کا وہ جملہ سنایا تو جناب عالی نے سنتے ہی ارشاد کیا نعم الامیر علے باب الفقیر کیا اچھا وہ امیر ہے جو فقیر کے دروازہ پر ہو اور خود اساکس ڈیوڑھی روانہ ہو گئے اس کو معمولی بات نہ سمجھئے اللہ اللہ۔

تغلق بادشاہ کے زمانہ سے ہندوستان میں یہ ایک ہی خاندان فقیری کے ساتھ امارت کرتا آیا۔

یہ قطعہ زمین جس میں نواب ہدایت علی خان جد سید کاظم علی خان نے حاجی گنج میں امام باڑہ محل سرا دیوان خانہ بنایا اور اب کھنڈر ہو کر گزری والوں پر رو رہا ہے کس نے دیا آپ ہی کے پردادا نے ہمارے حضرت جس وقت تک مرشد آباد نہیں گئے ہیں تین ہزار روپے مہینے کی معاش گئے گزرے پر موجود تھی کیا کہوں مجھلی بی بی کو صرف ضد سے ہمارے حضرت کی اپنی بیٹی کا ایک ناتروش بدصورت بدترکیب وہابی طالب العلم کو جو ان کی ڈیوڑھی پر اور روٹی پانے والے طلاب کے ساتھ رہتا تھا نکاح کر دیا اس نے اختیار پا کر طلائی ضریح طلائی جواہر نگار علم سب فروخت کر ڈالے اس کو پانچ بیٹیاں اور محمد شاہ نامی ایک بیٹا تھا قصہ طویل ہے مگر اب حالت یہ ہے کہ محمد شاہ ایک بیٹا چھوڑ کر مر گیا بیٹا بھی جوان مر گیا۔ حاجی گنج والی قدیم عمارت گر گر لوگ ملبے چرا لے گئے سب کھنڈر ہے معاش تباہ خراب خستہ ہو گئی خسر الدنیا والآخرۃ آپ نے شاہ اکرم کو دیکھا تو ہو گا۔

سر تاج خاتون ہند کی تعریف زبانی کرنا ایک معمولی بات ہے علی ہذا الفاظ شکریہ ذرا اطمینان ہو لے تو میں خاص ان کی خدمت میں بصراحت نیاز نامہ لکھوں گا۔ ایک انتظار میں یہ پہلی قسط امانت کر دی ہے اگر اللہ نے چاہا تو یہ نادر الوجود اعانت آفتاب بن کر چمکے گی۔ فکر بلیغ پانچ سو صفحہ کی کتاب ہے بقول با تمیز لوگوں کے دنیائے شاعری میں یہ پہلی کتاب ہوگی اور آپ دیکھیں گے کہ ہمارے حضرت نے کیا کیا رموز مجھ کو بتائے تھے انھیں کی برکت دعا سے ہیں۔ ۸۰ برس جی گیا مجھکو یاد ہے کہ پہلی بار جب میرے باپ نے میری پہلی غزل حضرت کے قدم پر رکھوائی اور حضرت نے اٹھا کر ملاحظہ فرمائی تو میرے چچا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ محسن بس یہ ایک لڑکا تمھارے گھر میں ایسا ہوا کہ آیندہ اپنے زمانہ میں بے نظیر ہوگا۔ میرے سیکڑوں امیر غریب جاہل عالم سب شاگرد ہیں مگر کسی میں یہ صلاحیت نہ پائی کہ کچھ اس کو بتانا افسوس تھا کہ جو جو رموز اس فن کے ہیں میں ساتھ لیجاؤں گا مگر خدا نے رحم کیا اس میں ضرور حسب خواہ صلاحیت ہے۔ غزلوں پر تو خیر اصلاح ہوئی ہی تھی حیرت اس پر ہے کہ اس عمر میں جب میں پہنچا تب پتہ چلا کہ جو نکتے حضرت نے بتائے تھے مثلاً فرمایا تھا کہ جو کلام طینت سے خالی ہے لچر ہے پھر فرمایا تھا کہ جس وقت تک شاعر کو اپنے کلام سے یہ ثابت نہ ہونے لگے کہ میں عبادت کر رہا ہوں ناقص ہے پھر فرمایا کہ کامل الفن وہی ہے کہ جس زبان میں اس کے اشعار ہوں ایسے سلیس ہوں کہ عوام تک اس کے معنی سمجھ لیں اور خواص پوری شرح

کرنے میں قاصر رہ جائیں اکثر فرماتے تھے کہ میں حیران ہوں کہ غالب ایسے
توڑ مروڑ کر شعر کیوں کہتا ہے سیدھی سی بات کو پہیلی کر دینا دراں حالیکہ فلسفہ
آلٰہیات کے رموز سے کلام اس کا خالی ہے صرف سن لیا کہ تصوف وحدت
وجود کا نام ہے وگر ہیچ ان تمام ہدایات کا پتہ اب ملا ــــ میں یہاں تک
لکھ چکا تھا کہ نواب دلدار علی خانصاحب خلف نواب علی خانصاحب مرحوم حسین آبادی
تشریف لائے اور چونکہ چھوٹے نواب خلف لطف علی خان مرحوم کی لڑکی سے
دلدار علی خان صاحب کے بیٹے کی شادی عنقریب ہوگی نظم رقعہ کہوانا ہے
اور شاید شام تک رقعہ لے کر ملیں گے اس کو مجبوراً ناتمام روانہ کر دیتا ہوں
اگر چند دن تک میرا دوسرا خط نہ ملے تو سمجھئے گا کہ یا تو سخت محنت میں ہوں یا بیمار
ہوں کل ہی نورالہدیٰ بیرسٹر بھتیجے کی شادی کا رقعہ نظم کروا کے لے جا چکے
ہیں اور بھی اس مہینے میں آٹھ رقعے نظم کر دئے ہیں ایک مارواڑی نے
بڑی سفارش سے شادی کا رقعہ کہوایا اسی کی زبان میں نظم کر دیا نقل بھیجوں گا
اس وقت یہ خط ناتمام ہی بھیج رہا ہوں ازراہ عنایات خط ملفوف میری طرف
سے بہ نیازمندی و تشکر بہ فراواں میری بھاوج سرتاج خاتون ہند (ملکہ زماں)
کی خدمت میں پہنچا دیجئے۔ اخاہ آج برسوں پر نصیر میاں خیال تشریف لائے
ہیں۔ ۴ر جنوری ۱۹۲۳ء

تمہارے باپ کا کفش بردار
سید علی محمد شاد

عظیم آباد

۳۲

میرے غمگسار بھائی

میں آپ کو کتنی دعائیں دوں۔ میرا بس چلے تو دنیا و دین کا خزانہ اور نعمت دیدوں تین سو روپیوں کی کچھ حقیقت نہیں مگر میرے لیئے تین کروڑ ہیں آج تک ایسا اتفاق نہ ہوا یہ پہلا واقعہ ہے کہ محض زبانی قدر پر میں ٹالا نہ گیا علم دوست ایسے ہوتے ہیں خدا آپ دونوں صاحبوں کو برکت عطا کرے اور خدا نہ کرے کہ یہ روپے مجھ کو واپس دینے ہوں۔ ریسیپشن کمیٹی منعقد ہوئی یا نہیں۔ یہاں ایک میگزین نکل رہا ہے خدا کرے جلد چھپ کر آپ پاس پہنچے النسا وغیرہ پر میری تحریر ملاحظہ کیجیے گا۔

مولوی سید محمد احمد بی۔ اے ایک صاحب آگرہ کے الہ آباد میں ڈپٹی کلکٹر ہیں ایک سال سے مجھ سے مانوس اور بذریعہ خط اصلاح لے رہے ہیں وہ بے انتہا کوشاں ہیں کہ میرے تصانیف سب چھپ جائیں ایک مہینے سے کوشش کر رہے ہیں کہ تین ہزار روپے فراہم کریں مگر ہندوستان میں سب سید ہمایون میرزا اور مسز تاج خاتون ہند تھوڑے ہی ہیں کہ کھٹ سے عملی فیاضی دکھا دیں میں نے ان دو سو روپیوں کی حالت نصیر میاں مسز سلطان احمد وغیرہ وغیرہ سب سے بیان کر دی اور کہدیا کہ خدا مجھ کو ان سے سرخ رو کرے کہ کتاب چھپ کر ان تک پہنچ جائے اور زر امانتی اسی میں صرف ہو ۔ گیا کانفرنس کے سبب سے اچھے کاپی نویس وہاں جا کر

ملازم ہوگئے ڈپٹی صاحب آگرہ میں کاپی لکھنے کے لئے دو جزو بھیج چکے ہیں میں
نے اپنے پریس کی مرمت کرلی انشاء اللہ ایک جزو چھپ لے تو آپ پاس بھیجوں۔
یہ بھی آپ کو خبر ہے کہ آپ کے والد علیہ الرحمہ ایک واسطہ سے اردو میں
خواجہ میر درد علیہ الرحمہ کے شاگرد ہیں۔ خدا کتاب چھپوا دے تو پتہ مل جائیگا۔
پیرانہ سالی بیماری اس پر پانچ بجے صبح کی نماز پڑھ کر چائے پیکر لکھنے کی میز پر
بیٹھتا ہوں ٹھیک بارہ بجے اٹھ کر ظہر پڑھ کر کھانا اسی ایک وقت کھا کر
نیند آئے نہ آئے کتابیں پرچے چار بجے تک لیٹا لیٹا دیکھا کرتا ہوں۔ چار
بجے سے دور و نزدیک کے لوگ ملنے آجاتے ہیں پھر میں لکھنے پڑھنے کے قابل
نہیں رہتا شب کو آنکھ یاری نہیں دیتی۔ میں پکا آم ہوں حیدرآباد میں کوئی صورت
نکالئے کہ میرے بچے پڑھ جائیں بھائی صرف باورچی خانہ کے لئے پانچ روپیے
اور چائے حقہ پنکھا قلی (گرمی ہو نہو ایک آدمی ضرور احتیاطاً رہتا ہے) دو روپئے
روز اس کے بھی دینے پڑتے ہیں ملازموں کی تنخواہیں الگ ایک موضع چودہ
سو آمدنی کا سنبھالے جاتا تھا دو برس سے دفعہ ۴۰ دائر کر کے اسامیوں نے
مالگذاری بند کر دی اب تک ڈیڑھ سو روپے خرچ ہو چکے بیند بدعمرہ کی سادگی جہالت
وغیرہ پر رحم آتا ہے کہ دیکھئے میرے بعد ان کا اور بچوں کا کیا حشر ہونے والا
ہے۔ نصیر میاں قسم کھا کے کہتے ہیں کہ میرے سامنے علی امام نے بہرام الدولہ
کیاں مجلس کے بعد میرا ذکر ایک موقع سے کیا اس پر حضور نے کہا کہ ہاں میں نے

نام سنا ہے اور پھر شعر پڑھنے کو کہا راجہ کشن پرشاد نے دو شعر بھی سنائے نصیر میاں کہتے ہیں غالب قرینہ ہے کہ راجہ وزیر ہوں گے اور میں یاد دلواؤں گا دو چار سو کا منصب ہو جانا بعید نہیں مگر یہ سب خواب خوش ہیں ۔ علی امام صاحب نے کمال کیا مثنوی و قصیدے پر دۂ زرین ان میں سے کوئی چیز واپس نہ دی ۔ سنتا ہوں کہ چوری ہو گیا سبحان اللہ ۔

ابھی روپے نہ بھیجئے جب میں خبر دوں تب بھیجنے کا مضائقہ نہیں ہے ۔ آپ نے اس دفعہ اپنا خاندانی ہونا ثابت کر دیا کہ واقعی خاندانی فیاض اور با تمیز مہذب ایسے ہوتے ہیں اور شرافت اسی کا نام ہے اپنے گھر میں میری دعا کہئے بچے سب آداب بجالاتے ہیں

۱۸ جنوری ۲۳ء
پٹنہ

دعاگو
سید علی محمد شاد

۲۲

روحی فداکم و من کل بلیۃ شفاکم

تسلیم میں ان کتابوں کو خصوص سفرنامہ عراق کو دیکھ کر جیسا بالیدہ ہوا ہوں اور جیسی مدتوں میں مجھ کو خوشی نصیب ہوئی ہے مجھ کو یاد نہیں آتا ہے کہ ایسی امید بھری خوشی مجھ نصیب ہوئی ہو ۔ سر تاج خاتونان ہند رفع اللہ شانہا کے بارہ میں "حق بحق دار رسید" کا مقولہ نہایت مناسب ہے ۔

میری خوشی کا اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں کہ میں رات کو کمی بصارت کے سبب سے مدتوں سے کتاب نہیں دیکھتا۔ میں حسب معمول دس بجے رات کو پلنگ پر جو گیا تو سید حسین خان سلمہٗ سفرنامۂ عراق پڑھنے لگے۔ میں نے برقی لیمپ سرہانے رکھا اور کتاب لیکر دیکھنا شروع کیا آخر تک جب پہنچا تو تین بجے۔ اسی وقت ہمیشہ بیدار ہوا کرتا ہوں خوشی کے مارے نہ بیداری کا کسل ہوا نہ آنکھوں پر خدا نا کردہ کوئی اثر۔ بلکہ بار بار حضرت مغفور یاد آیا کرتے تھے گویا فرما رہے ہیں کہ "دیکھتے ہو بیٹیا ہمایون مرزا نے کہاں تک ترقی کی۔ خدا نے مجھ پر رحم کر کے اس کو دھن ہی ایسی دی" جو شخص پانچ بجے سے بارہ بجے تک لکھنے کے سوا کوئی کام نہ کرے مگر کچھ ایسا نشہ رہا کہ جو آیا اسی کا تذکرہ رہا۔ سر علی امام نے سابق میں مجھ سے ضرور اتنا کہا تھا کہ آپ ہمایون مرزا کے حالات سن کر خوش ہوں گے مگر مجھ کو یہ سب حالات کہاں معلوم تھے ؎

آب در کوزہ و ما گرد جہاں می گردم

سورۂ قصص میں حضرت موسےٰ کی ابتدائی حالت کے ذیل میں جبکہ حضرت کو ماں نے فَالْقِیْہِ فِی الْیَمِّ کے حکم پر عمل کر کے ایک ٹوکری میں حضرت موسیٰ کو لٹا کر دریا میں ڈال دیا فرماتا ہے وَنُمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَہُمْ اَئِمَّۃً وَّ نَجْعَلَہُمُ الْوَارِثِیْنَ دالآیہ میں زمین کے ان لوگوں پر جو اپنے سابق کے علو سے مراتب سے اگھٹ گئے ہیں احسان کر کے ان کو پیشوا اور ان کے بڑوں کا قائم مقام بنا دیں

ہوں الایہ ۔ نواب نیر الدولہ کی پوتی نواب عفت آرا بیگم کی گودیوں اور دودھ کا پلا لاڈلا بیٹا ۔ نواب ارادت مند خاں وزیر اور چراغ دہلی کا چراغ حضرت سید شاہ غلام علی ایسے صاحب کشف و کرامت (دیکھو مثنوی بشارۃ الامامۃ) جب مہابت جنگ مرہٹوں پر فتح یاب پھرے تو حضرت شاہ صاحب اساس دیوہرہ میں تھے جناب عالی مہابت جنگ بہادر نے ایک معزز کی زبانی کہلا بھیجا کہ میں بیحد مشتاق ملازمت ہوں جناب شاہ صاحب نے جواب میں کہا کہ بِئسَ الفقیر علےٰ باب الامیر کیا برا وہ فقیر ہے جو امیر کے دروازہ پر جائے ۔ جناب عالی مہابت جنگ نے سنکر کہا کہ نِعمَ الامیر علےٰ باب الفقیر کیا اچھا وہ امیر ہے جو خود فقیر کے دروازے پر جائے دو چار ہی دن میں مع لشکر (کیونکہ مرہٹوں کا اندیشہ تھا) خود جناب عالی اساس دیوہرہ گئے ایک ہفتہ مع لشکر مہمانی کھائی جس میں حضرت کے تین لاکھ روپئے خرچ ہوئے ۔ حضرت سید شاہ کلب علی علیہ الرحمہ نے ذات واجب الوجود پر ارسطو کی ڈھائی دلیلیں تمام کر کے اٹھارہ دلائل فلسفہ لاجواب لکھے حضرت سید شاہ جمال حسین رحمۃ اللہ حضرت خواجہ میر درد سے ملنے دہلی گئے اپنی اردو کی غزلیں سنائیں خواجہ صاحب نے جو کچھ فرمایا میری کتاب فکر بلیغ میں درج ہے ۔

مجھ کو فخر ہے کہ میرا سلسلہ خواجہ صاحب تک ہے میرے استاد جنت مکان کا کمال ایک طرف اس وقار کا ایک شخص نظر سے نہیں گزرا نواب سید علی نقی خان وزیر شاہ اودھ آپ پر گویا عاشق ہو گئے ۔ میری کتاب میں سب حال

مندرج ہیں مسٹر کاکرن مولف تاریخ چین۔ جان مارشمین مولف تاریخ بنگالہ مسٹر ٹارن ان سب کی کتابیں ہمارے حضرت نے لکھوادی ہیں یہ سب شاگرد تھے۔

نواب وزیر سلطان امیر علی خان کا امیر نامہ وزیر نامہ نواب بہادر عبداللطیف کے مجالس علمیہ کے کل فارسی اسپیچیں ہمارے حضرت نے لکھوادی ہیں۔ میری کتاب فکر بلیغ کے حصۂ اول کے مفید مضامین جو نہ علامہ تفتازانی کی کتابوں میں ہیں نہ زمخشری نہ صاحب تلخیص نہ علامہ فقیر دہلوی کیہاں ہیں یہ سب کس کے زبانی ارشادات ہیں۔ جو میرے سینہ میں محفوظ تھے۔ بعد مرزا بیدل کے عظیم آباد کی خاک نے پھر ویسا باکمال پیدا نہ کیا۔ سنو۔ ایک دن ساتویں محرم کو ہمارے حضرت میر انیس مرحوم کی مجلس میں تشریف رکھتے تھے میر صاحب کی تعریف ان لفظوں میں فرماتے جاتے تھے واہ میر صاحب خدا آپ کو نظر بد سے بچائے اور وہ ہاتھ جوڑ جوڑ کر سلام کرتے جاتے تھے ختم مجلس کے بعد میر صاحب حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ اول تو حضور کا مجلس میں شریک ہو کر اتنی دیر تکلیف فرمانا ہی کیا کم ہے اس پر کلام کو پسند فرما کر داد دینا کیا انیس کے لئے یہ عزت کم ہے" پھر ہمارے حضرت آرام گاہ میں چلے حسب معمول میں ہمراہ ہوا یہ بھی معمولات میں سے تھا کہ نواب بہادر مرحوم کیا ان سے مغرب کے وقت حضور جب گھر تشریف لے جانے لگتے تھے تو میں ساتھ ساتھ ہوتا تھا پیچھے پیچھے میری گاڑی ہوتی تھی دروازہ پر پہنچ کر ضرور ارشاد کرتے تھے کہ گھر جاؤ گے میں عرض کرتا کہ جیسا حکم ہو اگر ارشاد ہوتا کہ اچھا برخوردار اپنے باپ

اور چچا سے دعا کہہ دینا اور حکم اگر ہو تا کہ آؤ تو ساتھ ہو لیتا۔ اس وقت ارشاد ہوا کہ آؤ تشریف لیجا کر پلنگ پر لیٹ گئے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا تم نے میر انیس کو سنا یہ اپنے کام میں فرد ہے مرزا دبیر دو دفعہ میرے پاس آئے تھے میں بھی چوتھی تاریخ ان کی مجلس میں گیا تھا۔ ان کا کلام ہمارے تمہارے سننے کا نہیں ہے۔ اس کے بعد میر انیس کے کلام کے محاسن از روئے علم فصاحت و بلاغت بیان کرنے شروع کئے۔ پھر متعدد دفعہ ایسے ایسے رموز و نکات بتانے شروع کئے جن کو مختصر طور سے میں نے حصہ اول میں بیان کیا ہے مجھ کو فخر ہے کہ میں نے یاد رکھا اور خزانہ کی طرح چھپائے رہا اگر ایسے مضامین بعض متقدمین کے متفرق تصانیف میں چھنے جائیں تو شاید دس بیس کتابوں میں چھنے سے ملیں متوسطین و متاخرین کیان نام کو نہیں ہیں اسی ضمن میں ارشاد کیا کہ تم کو مرثیہ کی طرف بہت توجہ ہے اور ضرور کہو گے سن لو مرثیہ کہنے کے شرائط اور تصنیف کے قواعد پھر تو ایک دریا اُمڈا خدا جانے کیا کیا شفاف رستے دکھائے جو میری مرثیہ گوئی میں کام آئے میں نے کیسے مرثیے کہے آپ نے تو ابتدائیں سنے ہیں مگر ادھر کے مرثیے کہاں سنے۔ اکبر الہ آبادی کے شاید دو سو خطوط سے کم نہیں ہیں ہر دفعہ جب ان پر اعتراض ہوئے اور جواب نہ چلا مجھ سے رجوع کیا میں نے برابر جواب دیدئے وہ میرے عاشق ہو گئے۔ مرحوم میر نفیس کا ایک خط آپ دیکھ کر تعجب کریں گے حروف قافیہ میں علی میاں کامل سے بحث آپڑی تھی نفیس مرحوم نے مجھے لکھا کہ ان قافیوں کے بارہ میں آپ کا اور

آپ کے استاد کا کیا مسلک ہے میں نے تحقیقات اپنی قلم بند کر دی پھر کامل نے ہزار زور مارا کچھ نہ چلی حسرت موہانی نے اردوے معلیٰ میں اقبال اور دوسرے پنجابیوں پر اعتراض شروع کر کے دم بند کر دیا اقبال اور عبدالقادر نے مجبور کیا جوابات لکھ کر بھیجدے جن دنوں اقبال کیمبرج میں تھے ۔ ایرانی طلاب کی سوسیٹی میں ممبر تو ہوئے اب فارسی میں نظم و نثر لکچر کیسے دیں مجھ کو لکھا کہ فلاں فلاں سبجکٹ پر لکچر لکھ کر بھیج دو پھر انہیں سے پوچھئے کہ بھیجے ہوئے لکچروں پر مسٹر براون اور ایرانیوں نے کیا کہا اخبار حبل المتین میں میری فارسی والی نظم کے بارہ میں اڈیٹر کا ریمارک طویل ہے آخر میں لکھتا ہے کہ "ما یاس کلی داشتیم کہ فارسی در مملکت ہند معدوم شدہ تا با وجود ذیبجو و فلاں .... باید ما را فخر کرد کہ اولاً در ہند بزرگ است این ذات محترم کہ ہیچ کس پیدا نیست در مملکت ایران ہم کمتر بنظر می آید" طہران میں ایک تاریخ چھپی جس میں میرے اشعار تعریف کے ساتھ چھپے ہیں اپنا یارو سے زیادہ شیخی بگھارنا نہ چاہئے ۔ یہ سب کس فرشتہ خیال کی بتائی باتیں ہیں یہ انہیں کی برکت ہے کہ ہمایوں سا ستھرا نامور فرزند پایا اہل گزری دیکھیں کہ ریاست کیسے کہتے ہیں اور روپیوں کا مصرف کیا ہے ۔ اس فرشتہ خصال نے بہو ایسی لاجواب تعلیم یافتہ پائی کہ ہندوستان بھر میں بخدا ایک بی بی ہے الٰہی تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ جیسی وصیت حضرت علیہ الرحمہ نے چند بار کی تھی کہ بیٹا اس فن کو لئے دئے رہنا اور مبتذل نہ کر دینا ۔ اب تک تو اپنا ہی نقصان گوارا کیا مگر کوئی صاحب جتنے شاگرد تک نہیں

کہہ سکتے کہ میرا کسی قسم کا احسان ان پر ہے اگر یہ بار گردن پر ہوا بھی تو نہ غیر کا اپنے
روحانی باپ کی ہو کا الحمدللہ علی احسانہ

کتابیں سب دلچسپ اور فوائد سے بھری ہوئی زبان بہت پاکیزہ البتہ
جہاں خود بیرسٹر صاحب کے خاندان کا ذکر کیا ہے وہ کچھ نہیں ہے۔ دوسرے
چھاپہ میں تدارک ضرور ہے میرے ننھیالی خاندان نواب لطف اللہ خاں صادق
کی اولاد کو خاص اس خاندان سے کیا عقیدت رہی میری نانی کے دادا نواب
اسمٰعیل قلی خان صوبہ دار بھاگل پور و مونگیر حقیقی پھوپھی زاد بھائی سراج الدولہ کے
جنگ پلاسی اور سراج الدولہ کے قتل کے بعد مع ناموس اور اپنی حقیقی پھوپھی زاد
بہن رابعہ بیگم اہلیہ نواب ثابت جنگ جو حقیقی بہن نواب ہیبت جنگ شہید کی تھیں
ان کی بیٹی سے چار مہینے جنگ پلاسی کے قبل سراج الدولہ نے عقد کیا تھا
اور وہ حاملہ تھیں میر جعفر و میرن کے خوف سے پانچ برس تک اساس دیوہرہ
چھپے رہے وہیں سراج الدولہ کی بیٹی پیدا ہوئیں جو بعد کو نواب احمد علی خاں پسر
نواب اسمٰعیل قلی خان سے بیاہی گئیں بعد کو میری نانی کی حقیقی دادی ہوئیں انھیں
نواب اسمٰعیل قلی خان کی بیٹی سے نواب فخر الدولہ پدر نواب سید کاظم علی خان
سے بیاہ ہوا یہی کاظم علی خان صرف پیدا ہوئے جو میرے باپ کے حقیقی پھوپھا تو
لاولد تھے بعد کو حضرت شاہ صاحب نے ایک خط میر قاسم خان صوبہ دار وقت کو اور
ایک خط لارڈ کلایو کو لکھ بھیجا تب جا کر یہ خاندان پٹنہ آیا پرگنے دونوں ضبط تھے

اساس دیوہرہ کی بدولت امارت بنی رہی بعد کو پنشن مقرر ہوئی دیوان خانہ و محل سرائے حاجی گنج کی زمین نواب سید ہدایت علی خان پدر سید غلام حسین خان صاحب سیر المتاخرین اسی خاندان نے ہبہ کر دی ۔

یوں آصف و بلوہر کا قصہ عین الحیات میں ملائے مجلسی نے لکھا ہے استاد علیہ الرحمہ سے سنا تھا کہ بتغیر اندک یہ حال گوتمی بودھ کا ہے بعد کو تاریخوں میں حال ملانے سے تصدیق ہوگئی وزیر نواب مرحوم نے بھی ترجمہ کر کے چھپوایا تھا مگر گوتمی بودھ کے حالات کے علاوہ جتنی نقلیں بطور مثال اس میں ہیں وہ سب انجیل و توریت اور اوستا شرح زند اور بعض رمائن و گیتا سے ماخوذ اور میری پڑھی ہوئی ہیں اس کتاب سے کوئی مناسبت نہیں ہے رحمتہ اللہ علیہ جامعہا ۔ ان سفرناموں کو دیکھکر میری پرانی آرزو ابھر گئی ہمیشہ مجھکو یہ شوق رہا کہ بمبئی کے خوجوں ایرانیوں میں چند مجلس کسی طرح پڑھتا تو جو بات حیدرآباد میں نصیب نہیں وہ بات وہاں نصیب ہوتی یہ مضامین اُن لوگوں نے ہرگز نہ سنے ہوں گے مگر یہ آرزو بر آنیکی کوئی صورت نہ تھی ہاں اگر مسز تاج خاتون ہند تحریک کریں تو مجھ کو یقین ہے کہ آرزوئے قدیم پوری ہو بالفرض یہ خیالی آرزو پوری ہو تو آپ کا ہمراہ ہو جانا میرے لئے رحمت ہوگا ادھر سے پلٹ کر حیدرآباد جانا شاید بہت مناسب ہوگا میں نے سنا ہے کہ وہاں کے مسلمان خصوص بورے و خوجے بلا کے بامذاق ہو گئے ہیں مگر آپ مجھ سے کہیں زیادہ واقف کار ہیں جیسا مناسب جانئے کیجئے اور ضرور کیجئے اگر میری سمجھ غلط ہو تو جانے دیجئے میں نے اس مضمون کے لکھ بھیجنے کو استخارہ کیا تین دفعہ واجب آیا تب گزارش کیا ۔

تین برس ہوئے کہ حضور کے مزار واقع ذوالفقار باغ کی مرمت معرفت مولوی عزیزالحق صاحب کے کی تھی۔ احمد علی خان اور میر محمد حسین دونوں سے کہلا بھیجا کہ تم لوگ بھی شریک ہو تو کتابہ اور احاطہ و مرمت مسجد سب سے فراغت ہو جائے آپ کو لکھتے شرم آئی کہ ایک خفیف بات کے لئے اتنی دور کیوں لکھیں ہم تین آدمی کافی ہیں یہاں ہیں ہاں تو ملا دیتے ہیں مگر پھر کون توجہ کرتا ہے عزیزالحق میرے شاگرد با اخلاص اور وہیں قریب رہتے اور مجھ سے حضرت کے حالات سن کر ایسے معتقد ہیں کہ وہیں کی مسجد میں جمعہ پڑھتے اور مزار پر جاروب کر دیا کرتے ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ اگر زندہ رہا تو چونکہ اس سعادت کے حاصل کرنے کا بجز میرے کوئی مستحق نہیں ہے لہٰذا جیسا جی چاہتا ہے ویسی مرمت ہوگی میری وصیت ہے کہ پائین میں مجھے گاڑ دینا اللھم ارزقنی ہکذا۔

اب بقیہ حالات دوسرے نیاز نامہ میں لکھوں گا۔ مسز تاج خاتون بیگم کو میری دلی دعائیں بچوں کی طرف سے دونوں صاحبوں کو قدمبوسی پہنچے

والسلام والدعا بالتماس الدعا۔

مکرر ۔۔

میں یہ خط بند کرنے ہی کو تھا کہ احمد علی خان اور ککن وغیرہ سب پہنچے کہ جمعرات کو لڑکی کا عقد ہے صبح سے آکر رات کو اپنے سامنے لڑکی کا عقد کروا کر

دوسرے دن رخصت کروا دیجئے میرا دل تو ان کے اول جلول پن سے بھرا ہوا تھا چھوٹتے ہی میں نے کہا کہ ہاں ہیں تو بیشک ہادی علی خاں مرحوم کی جگہ ہوں مگر ہر طرح کی بزرگی کا استحقاق میرے بھائی ہمایون میرزا کہ کو مجھ سے زیادہ ہے تم نے ان دونوں میاں بی بی کے بارہ میں کیا کیا کہنے لگے کہ ہم نے تو چھپرہ سے خط بھیجا تھا وہ جواب ہی نہیں دیتے ہیں مجھ کو تاب نہ رہی میں نے جھڑک کر کہا کہ ایسے لوگوں کو معمولی طرح نیوتہ دیتے ہیں تم میں سے ایک کو خود حیدرآباد جانا چاہئے تھا پھر میں نے سفرنامے اور خطوط وغیرہ سامنے پھینک دیئے اور جو دل میں آیا کہا سر ڈالے اور بیشک بیشک کرتے رہے میں نے کہا کہ تم سعید ضرور ہو مگر کھوئے ہوئے آدمی ہو کیا کرو اس پر مزید یہ کہ دہاتیوں سے معاشرت رہی معاشرت ویسی ہی ہو گئی دوسرے وہم میں الگ گرفتار ہو ہمایون میرزا اور ان کی بی بی کو میں نے تو اب پہچانا ہے تم کیا پہچانو گے غرضکہ جو جو کچھ نہ کہنا چاہئے تھا کہہ کر دل خالی کر دیا۔ ہر چند میں اب کہیں نہیں جاتا اور باقی کون ہے بلکہ آدمی کون ہے جہاں جاؤں مگر احمد علی خاں کیاں جانا ضرور ہے میرے اس خط کا جواب بہ منشورہ سر تاج خاتونان ہند جلد دیجئے میں بمبئی کے مجالس کا خواب دیکھ رہا ہوں میرا نہیں بلکہ ذی حس لوگوں کا خیال ہے کہ اسباب شہادت و فوائد شہادت کا فلسفہ جیسا میں نے نظم کیا ایک نے نہیں ۔

وائے بر جان سخن تا بہ سخندان نرسد

میرے مرنے پر سب سے زیادہ آپ کو افسوس ہوگا میری موت دہری
موت ہوگی ہنوز میں نے اپنے استاد کا نام روشن نہیں کیا ہے فقط

پٹنہ عظیم آباد — آپ کے باپ کا اک ادنے غلام
۲۲ر جنوری ۱۹۲۳ء — سیّد علی محمد شاد

۳۴

میرے غمگسار بھائی روحی فداکم

تسلیم ۔ انتظار کے بعد آپ کا گرامی نامہ ملا اور ایسے وقت ملا کہ میں عجیب ترددات و صدمات میں ہوں مختصر حالت سنئے میں اپنی پریشانیوں اور ملکی مداخل کی حالت مقدمہ کی زیر باری سب سے آپ کو خبر دے چکا ہوں اگر ادھر دو برس سے کم سخت مقدمہ کا عذاب سر پر نازل نہ ہوتا تو یقیناً دیوان تو میں ضرور چھپوا دیتا ۔ اب سنئے شاید میں آپ کو خبر دے چکا ہوں کہ میرا دیوان ارباب لو دیگرہ میں سے قاضی عبدالودود یعنی قاضی حمید کے پوتے (شاید آپ قاضی حمید کو جانتے ہوں) قاضی ودود بی ۔ اے ہیں اور ولایت جا رہے ہیں غرضیکہ باصرار تمام وسعی وسفارش تمام خود چھپوا دینے کے لئے لے گئے ۔ میرا ایک شاگرد ہے وہ اسکول میں ٹیچر اور تخلص قیس کرتا ہے غزلوں کے صاف کرنے اور ترتیب دینے کے لیے میرا بڑا ذخیرہ غزلوں کا لے گیا اس کو دس چھپے ہوئے

ہیں ہر چند وعدہ یہ تھا کہ بغیر آپ کے دکھائے مسودہ کاپی کے لئے دیا نہ جائیگا مگر یہ نہ کیا خود اپنی تجویز سے صرف دس جزو خود منتخب کرکے کاپیاں لکھوا کر علیگڈھ مطبع علیہ میں بھیج دیں کئی اخباروں میں چھپ گیا کہ شاد کا دیوان چھپ رہا ہے جب یہ خبر سنی اور مسودہ دیکھا تو سر پیٹ لیا یعنی منسوخ اشعار اور خام اشعار تک اپنی تجویز سے چھپنے کو بھیج دئے بخدا میں زہر کھانے پر مستعد ہوگیا تھا مگر بہ ہزار خرابی یہ طے ہوا کہ ان کا جتنا خرچ ہوچکا ہے دے کر کاپیاں اور چھپے اجزا لے لوں اور ڈھائی سو روپے جو خرچ ہوئے ہیں تاوان دوں تحویل میں میرے پاس صرف پچھتر روپیہ موجود تھے وہ کیونکر کافی ہوسکتے بحالت اضطرار آپ لوگ یاد آئے فوراً تار دیا خدا کرے یہ روپے جلد پہنچ جائیں مسز تاج خاتون ہند کا عطیہ دو سو میں ایک سو کا کاغذ فکر بلیغ کے لئے رکھا ہے پچیس روپیہ کاپیوں کی اجرت دے چکا ہوں چار سو روپیوں کا بندوبست ہوچکا ہے آخر مارچ میں مل جائے گا یہ آفت الگ آگئی مفت مارے تاوان دے کر وہیں دیوان چھپوانا پڑا میرا قصد تھا کہ فکر بلیغ چھپ لے تب دیوان چھپے مگر اب موقع نہ رہا ناچار ابھی تردد میں دیوان کے دیباچہ میں یہ فارسی نظم بڑھانی پڑی اس کے علاوہ متروکات الفاظ کی نسبت جو فکر بلیغ میں فلسفیانہ و عالمانہ بحث لکھی ہے اس کا خلاصہ اس دیباچہ میں بڑھانا لازم ہوگیا یہ نظم جو ملاحظہ کو جاتی ہے محض دو تین گھنٹہ میں لکھی ہے اتنے ہی شعر اس

میں اور ہیں خدا کرے میں جلد ملاصے دیگر اپنے اجزا اور کاپیاں لے لوں تو جان
میں جان آئے مجھ کو روپیوں کے ادا میں جلدی اور اضطراب اس لئے ہوا کہ ایک
تو کم بخت کلام بے ترتیب اور منسوخ اور وہ بھی صرف دس جزو وہاں چھپ رہا
ہے میری تو ناک کٹ جائے گی وقت پر بجز آپ کے اور کون یاد آتا میری
تکلیف وہی آپ معاف کیجئے خدا آپ لوگوں کے حق سے جلد ادا کرے
ورنہ بے موت مر جاؤں گا باقی حالات پھر لکھوں گا۔ حضرت کا مزار ذوالفقار
باغ میں بے مرمت تھا میرے ایک شاگرد مولوی عزیز الحق ایک زمیندار اور
اچھے لوگوں میں کھمار میں رہتے ہیں ان سے باصرار کہہ دیا ہے کہ مزار کا احاطہ
پختہ کر دیں لوح کا پتھر لے چکا ہوں کندہ کر کے لگایا جائے گا پرسوں وہ آئے
تھے ہاتھ لگا دیا ہے مسجد کی بھی مرمت ہوگی میں کیوں ادھر حضرت کو زیادہ یاد
کر رہا ہوں اس کی وجہ صراحت سے لکھوں گا خلاصہ یہ ہے کہ جتنی شہرت یا
استعداد مجھ کو ہے بخدا اسی شیخ کامل کا تصدق ہے جو مرنے پر میرے کام
آ رہا ہے۔ مجھلے نواب صاحب کا حال آپ کیا پوچھتے ہیں پھر عرض کروں گا۔

مجھ کو کسی تدبیر سے حیدرآباد بلا لیجئے اب عظیم آباد میرے لئے جہنم ہے۔
مجھلے نواب ایک ہفتہ ہوا بہزار کوشش میرے پاس آئے تھے جو باتیں رہیں
لکھوں گا۔

اپنے گھر میں میری دعا اور نیازمندی فرما دیجئے۔ بچے آداب

بجا لاتے ہیں۔

۱۵ر فروری سنہ ۲۳

آپ کے باپ کا غلام
سید علی محمد شاد

۳۵

میرے غمگسار فخرِ روزگار بھائی

تسلیم۔ ابھی دو سو روپیہ عنایتی مجھ کو ملے خدا آپ کو اور آپ کی افتخارِ زمانہ سرتاج خاتونِ ہند دلہن کو صحت کے ساتھ عمرِ طبیعی کو پہنچائے اگرچہ توقف ہونے سے دوسری تدبیر کر لی تھی مگر پھر بھی اس وقت ان روپیوں نے آبِ حیات کا کام دیا فجزاکم اللہ عنا خیر الجزا۔ یہ فقط آپ پر خاندانی اثر ہے۔ سنتا ہوں کہ جناب سر سید علی امام صاحب حیدرآباد پہنچ گئے مجھ کو یقین ہے کہ آپ ان سے ملیں گے اور جو امر مناسب سمجھیں گے وہ کریں گے۔ مادرِ ہند تو چھپ رہی ہوئی مگر دونوں قطعوں اور کارچوبی اشعار کا حال معلوم نہ ہوا۔

پرسوں شفیقی ڈاکٹر محمود صاحب بیرسٹر غریب خانہ پر تشریف لائے تھے بہت باتیں ہوئیں وہ عنقریب حیدرآباد پہنچ کر آپ سے ضرور ملیں گے۔

میں آٹھ دس دن بعد مفصل حالات روپیوں کے منگوانے وغیرہ کے اور مجھلے صاحب وغیرہ کے لکھوں گا۔ آپ خدا کے لئے دلہن کی علالت کا حال تفصیل سے لکھئے تاکہ میں علاج کے بارہ میں کچھ مدد دے سکوں۔ میں نہایت عدیم الفرصت

ہو رہا ہوں بعد کو خبر دوں گا۔

مکرر۔ نصیر میاں آج کل میرے گھر میں ہیں اور ابھی رہیں گے۔

جناب ڈاکٹر سید محمود صاحب بیرسٹر سے ملاقات ہو تو ازراہ عنایت فرمادیجیے گا کہ میں نے حسب ارشاد خط جناب مسٹر سید راس مسعود صاحب کو لکھ بھیجا ہے اور آپ کی خبر دے دی ہے فقط

۹ مارچ ۲۳ء — تمھارا دعاگو

پٹنہ سٹی — سید علی محمد شاد

٣٦

روحی فداکم

برادر جان بخشید۔ حالت یہ ہے کہ دو برس ہوئے میرے لڑکے سید حسین خان کو کھانسی ہوئی۔ سول سرجن تک کا علاج رہا اور شہر بھر کے معالج تھک گئے مگر کھانسی نہ گئی بہت دفعہ خون بھی بلغم میں آیا بڑی بات یہ تھی کہ بخار نہ تھا اس کے بعد چاروں لڑکوں کو کھانسی شروع ہوئی خوب خون بھی آیا ان سب کو مع سید آٹھ دس پر تپ خفیف بھی ہوتی رہی چنانچہ اب تک لگاؤ باقی ہے مگر سینہ اب تک محفوظ ہے برابر ڈاکٹری امتحان کیا گیا بڑی لڑکی (جس کی حالت آخر خط میں لکھوں گا) اس کی حالت سب سے خراب یعنی دق وسل تک تجویز ہو گئی تھی مگر وہ اب بالکل اچھی ہے مگر اوروں کی کھانسی بالکل نہیں گئی ہے۔

میرا حال سنئے ایک رعشہ تو البتہ اب تک نہیں ہے ورنہ اگر آپ میری ساری کیفیت اب دیکھئے گا تو ہو بہو اپنے والد مغفور کو یاد کیجئے گا مجھ کو خود تعجب ہے کہ مجھ میں یہ اثر کہاں اور کیونکر آ گیا۔

دو مہینے ہوتے ہیں میں بھی کھانسی میں مبتلا ہو گیا برابر تھرمامیٹر ۹۹.۹ - ۱۰۰ تک رہا۔ ڈاکٹروں نے معدہ کا اور ریاحی بواسیر کا سبب ٹھہرایا۔ میرے لڑکے کی شادی بھاگل پور میں ہوئی تھی جن سے یہ پانچوں لڑکے ہیں (بدقسمتی سے وہ دونوں بی بیاں ماں کی زندگی میں مر گئیں ورنہ ہزاروں ہزار کی آمدنی ملتی) ان لڑکوں کی حقیقی خالہ جن کی شادی پورنیہ کے راجہ باقر رضا سے ہوئی تھی چار برس سے بیوہ ہیں راجہ صاحب مر گئے۔ اسٹیٹ کی مالک ہیں۔ ان کو سل و دق ہوئی تھی بہ تجویز ڈاکٹروں کے الموڑہ پہاڑ پر گئیں چھ مہینے رہ کر آئیں دو برس ہوئے بالکل مرض زائل اور نہایت توانا ہو گئیں انھوں نے اصرار کیا کہ میں بال بچوں کو لیکر الموڑہ چلا جاؤں مگر میں نہ جا سکا معدہ کا علاج کرتا رہا اسی سے بچے بھی گویا اچھے اور مجھ کو بھی تخفیف بہت ہے ڈاکٹروں کے اصرار سے لکھنے پڑھنے کو دو مہینے سے بند کر دیا چھپنے چھپانے کے سب کام ابتر ہو گئے۔ کل سے پھر شروع کر دیا یہ وجہ سخت آ پڑی جو آپ کی خدمت میں مقصر رہا۔ اس تفصیل سے لکھنے کی وجہ زیادہ تر یہی ہے کہ ہماری محسنہ سرتاج خاتونان ہند شفاہا اللہ تعالی چند روز لکھنے پڑھنے کو بالکل بند کر دیں اور محض معدہ کا علاج کریں۔ میرے دوست

قاضی رضا حسین مرحوم کو سات برس تک کھانسی اور ایک سو ایک تھرمامیٹر رہا آپ سنکر تعجب کریں گے وہ اپنے علاج کے لئے کلکتہ گئے ہیں پہلے سے کلکتہ میں تھا اور گول کوٹھی میں اترا ہوا تھا وہ بھی وہیں میرے پاس ٹھہرے ہنوز علاج نہیں شروع ہوا تھا کہ رستہ میں سلہٹ کے کوئلے بک رہے تھے لالچ میں آکر انھوں نے خرید کئے اور خوب کھائے مجھ کو معلوم ہوا تو میں نے ملامت کی مگر خدا کی قدرت تخفیف شروع ہوئی پھر کیا تھا اٹھارہ دن رہے اور کوئلے کھایا کئے کیسی تپ اور کہاں کی کھانسی سات برس بعد کوئلے کھا کر اچھے ہو گئے ۔ یوں بھی ہوتا ہے ۔

بھائی کیسے علی امام اور کہاں اعانت ۔ کیا دنیا میں سب ہمایون میرزا اور صغرا بیگم ہیں ۔ چار برس ہوتے ہیں ایک کمیٹی میں میری ایک نظم سن کر ایسے متاثر ہوئے کہ آدھے گھنٹہ تک میرے بارہ میں اسپیچ دیا کئے یہاں تک کہہ گئے کہ جس نے ایسے باکمال کو نہ پہچانا اس نے خدا کو نہ پہچانا جس نے ان کی اعانت نہ کی اس نے فرض ادا نہ کیا وغیرہ وغیرہ ۔ میرا تعلق آپ کے ساتھ خوب مانتے ہیں آپ کے لحاظ سے کہہ گزرے ۔ بعد برخواست جب وہ حیدرآباد سے آئے ہیں تو بخدا میں نے اس خیال سے سبقت نہ کی کہ مجھ کو دیکھ کر شرمندہ ہوں گے انتظار کیا کہ حسب معمول وہ خود آئیں گے چھ کوس (قریب پھلواری) ان کی کوٹھی پر کون جائے جب ایک ہفتہ گزر گیا میں نے خط الطلب خیریت لکھا جواب ندارد دو مہینے بعد پھر خط لکھا کہ آپ مجھ سے کیا ناراض ہیں اور ضمناً یہ لکھا کہ وہ کارچوبی نظم

نظم عنایت کیجئے تو ڈرانگ میں لٹکا دوں۔ جواب لکھا کہ میری وہی عقیدت
ہے اور ہمیشہ رہیگی اور عنقریب خود حاضر ہوں گا مگر کارچوبی نظم کے بارہ میں
سکوت۔ میں نے سمجھ لیا کہ ناقدری کے سبب سے وہ بھی تلف ہو گئی خدا کا شکر
کر کے بیٹھ رہا۔ البتہ مولوی سید امداد امام صاحب جب گیا سے آتے ہیں تو
میرے پاس ضرور آتے اور کبھی شب باش ہو جاتے ہیں علی امام صاحب کے
رخصت کرنے کو بانکی پور آئے تھے پرسوں مجھ سے بھی ملے میرے دیوان
کے چھپنے کا ذکر آیا تو میں نے سب حال کہا کہ بھائی اس کی حقیقت یوں ہے
کہ میرا ایک شاگرد قیس تخلص غزلوں کے سب ذخیرے (کئی جلدیں اور سیکڑوں
پرچے مسودوں کے) ترتیب دینے اور صاف کر دینے کے لئے مجھ سے لے
گیا وہاں آج کل کے نئے تعلیم یافتہ بی، اے، ایم اے سب جمع ہوتے
تھے غزلیں پڑھی جاتی تھیں۔ قاضی حمید کے بیٹے قاضی وددواد رجبو تبیر
کے پوتے محمود شیر بی۔ اے کے آپس میں یہ رائے ہوئی کہ شاد خود تو
ہرگز چھپوائیں گے نہیں اور یہ گوہر نایاب تلف ہو جائے گا بہتر ہے کہ ہم لوگ
اپنے خرچ سے چھپوا دیں۔ اتفاق وقت اس مشورہ میں میرا ایک عزیز شاگرد
مولوی محمد مسلم ایم اے، (جو علیگڈھ کے جامع ملیہ سے دو سو روپیہ ماہانہ پاتا
اور مترجم ہے یہ نوجوان صادق پور کے خاندان سے اور واقعی میرا دلدادہ
ہے) بھی شریک ہو گیا اور چونکہ قاضی وددود یورپ جانے والے اور خرچ کے

متحمّل وہی تھے انھوں نے کہا کہ میں اپریل میں چلا جاؤں گا اتنی بھر غزلیں اس ذخیرہ میں سے نکالنا چاہیے کہ میرے رہتے تک بصورت دیوان چھپ جائے اور میں کیمبرج میں لے جاؤں چنانچہ ان ناشناسا لوگوں نے بغیر مجھ کو خبر دیئے دس بارہ جزو کاپیاں لکھوائیں اور علیگڈھ چھپنے کو بھیج دیں میں خواب خرگوش میں رہا جب سلیمان ندوی نے اپنے پرچہ معارف میں اس کو چھاپا کہ فلاں کا دیوان چھپ رہا ہے تو مجھ کو لوگوں نے دکھایا میں سن کر مر گیا کہ بغیر نظر ثانی و انتخاب یہ کیا ندامت ہوئی گفتگو و رنجش کے بعد یہ طے ہوا کہ ڈھائی سو روپے اب تک صرف ہو چکے ہیں آپ دے دیجئے تو ایک تار کے ذریعہ سے روک دیا جائے میرے پاس ایک تو اس وقت روپیہ کہاں اور حالت غم سے یہ کہ عقل کھو گئی میرا اس دنیا میں سوائے ہمایوں مرزا کے اور کون تھا ان کو تار دیا (گویا میرا خزانہ ان کے پاس تھا) کہ ڈھسو روپیہ تار کے ذریعہ سے بھیج دو وہ حیدرآباد میں نہ تھے لاحول ولا قوۃ اس میں کچھ دیر ہوئی معلوم ہوا کہ علی گڑھ میں نو جزو چھپ چکے ہیں اور خود صاحب مطبع اپنے ہرج کا سو روپیہ مانگتا ہے اتنے میں (خدا اس کو اور اس کی یکتائے روزگار دلھن کو سلامت رکھے) فوراً دو سو روپے آ گئے — یہاں تک میں کہہ چکا تھا کہ مولوی امداد امام رونے لگے اور چیخ مار کر میرے گلے میں لپٹ گئے اور یہ شعر میر تقی کا پڑھا ؎

ناامیدانہ زیست کرتا تھا   میر کا حال یاد ہے مجھ کو

خیر ڈھائی سو روپیہ کی بدولت یہ تو ہوا کہ میرا ذخیرہ مجھ کو مل گیا گویا ہزاروں کیا لاکھوں پائے مسلم نے لکھا کہ اب صرف چند جزو چھپنے کو رہ گئے ہیں پورا ہونے دیجئے اشاعت کے پہلے آپ ملاحظہ کر لیجئے اگر آپ کے برخلاف ہوگا تب البتہ پانچوں سو جلدیں جلوا دیجئے گا تھوڑے سے کے واسطے کیوں جلدی کرتے ہیں غرض روپے امانت رکھے گئے۔ اس بیچ بعض اتفاقات کے سبب سے چھپنے میں توقف ہوا اور قاضی خود یورپ روانہ ہوگئے مسلم کے لکھنے سے معلوم ہوا کہ مے کے اندر پورا ہو جائے گا۔ انتظار کر رہا ہوں کہ دیکھئے کون کون غلطیاں کس طرح پر چھپی ہیں اگر غلط نامہ سے تدارک ہو سکا تو خیر ورنہ سب کو جلانا پڑیگا

رہی فکر مطبع اور ایک کتاب فارسی تعلیم (جسکی نسبت ملا جلال الدین اڈیٹر حبل المتین نے دیکھ کر اپنے اخبار میں یہ فقرہ لکھا تھا کہ امروز در نقطۂ ہندوستان ما خبر نداریم کہ مثل آقا سید علی محمد شاد در محاورات فارسی کسے دانا باشد گزشتہ در ہند بلا مبالغہ می گوئیم کہ شاید در مملکت ایران ہم اگر جو یا شویم چنیں ادیبے کہ ماہر فنون ادبیات فارسی باشد نایاب است۔)

تین سو روپیہ کا کاغذ خرید کیا دو سو روپے لگا کر اپنا پارینہ پریس کو درست کیا ایک پریس مین میرے حسب خواہ مل گیا تھا دو فرمے دونوں کتابوں کے چھپ چکے تھے سرکاری مطبع میں باضافہ تنخواہ نوکر ہو گیا اب تلاش کر رہا ہوں حسب خواہ ملے تو کام چلے۔

مجھلے نواب صاحب کی حالت مفصل یہ ہے میں نے چند دفعہ ان سے
ملنے کا قصد کیا اور اس نظر سے کہ میرے وہاں جانے کے وقت ان کی بیہودہ
صحبت نہ رہے۔ مرزا حسن جان (جو روزانہ ان کے پاس جاتے ہیں) کی معرفت
کہلا بھیجا کہ میں آیا چاہتا ہوں برابر قسمیں دلوا بھیجیں کہ آپ زحمت نہ کیجئے خود
ضرور عنقریب آؤں گا مگر برسوں ہو گئے۔ حالت یہ ہے کہ کل معیشت کورٹ
آف وارڈ میں ہے ان کو سب ملا کر ایک ہزار روپیہ ماہانہ یوں ملتا ہے کہ دو سو
سو ان کی بی بی یعنی نواب مرحوم کی بیٹی کو رہے آٹھ سو وہ مہینے کی چار قسطیں
کر کے ہر ہفتہ دو سو ملا کرتے ہیں سترہ روپے روز اس کو دیتے ہیں جو سائیس
کی جورو اور اب ان کی بیگم صاحبہ ہیں مگر وہ سائیس بھی بحال ہے بیس روپے
روز کی کوکین اور دس روپے روز دیگر لغویات ہیں۔ کورٹ نے اشتہار
دیا تھا کہ کوئی قرض نہ دے مگر پھر بھی لالچی مہاجن پانچ سات دس روپے
فی صد سود کے لالچ سے اور آئندہ پر نظر کر کے دیتے ہیں علاوہ قرض اول
کے یوں بھی پچاس ہزار کے قرض دار ہیں کورٹ نے سواری کے لئے ایک ٹم ٹم
خرید دیا تھا مہاجن کی ڈگری میں پرسوں ضبط ہو گیا۔ رات بھر جاگتے کوکین
کھاتے چوسر کھیلا کرتے ہیں قریب صبح سوتے اور پانچ بجے قریب شام اٹھتے
اور بعد شام کھانا کھاتے ہیں افیون کوکین وغیرہ کا دور رہتا ہے دانت ایک
نہیں رہے بال سفید دیکھئے تو ایک سو برس کے بوڑھے حواشی نشیں سبحان اللہ

بی بی اور عزیزوں سے کوئی تعلق نہیں۔ محمد نواب مرحوم کے گھر میں (جو نیلام ہو کر
بھانجوں کے قبضہ میں ہے) ستر روپیہ کرایہ دے کر مقیم ہیں۔ جمن صاحب کی حالت
سنیے خورشید نواب مرحوم نے اللہ جلائی رنڈی اور جمن کی شادی میں تین لاکھ
قرض کر لیا تو نواب مرحوم کی ڈرائینگ حال سے خطاب والی گھڑی سب رنڈی کو دیدی
تھی وہ گھڑی ایک بھڑوا لگائے پھرتا تھا مگر پھر غنیمت تھے انہیں کے زمانہ
میں کورٹ ہو گیا تھا جمن بعد شادی کے فوراً رنڈی کی نواسی سے پھنسے بی بی کے
زیورات کا کل صندوقچہ جا کر اس کو دیا الطاف حسین خان کے خوف سے بھاگ
کر ڈھاکہ پہنچے وہاں لی می زرد صاحب کمشنر تھے ان سے نوکری کی استدعا کی
نوکری تو وہ کیا دیتے سمجھا کر گھر روانہ کیا تب سے بظاہر اطوار درست ہوئے
باپ کے مرنے کے بعد اس کی دھن ہوئی کہ انگریزوں میں رسوخ پیدا کریں انگریزوں
کی مدد سے میونسپلٹی کے وائس چیرمین ہوئے اس کام کو محنت سے کیا اور چنداں
غیر ممدوح نہ رہے مگر انگریزیت اتنی بڑھی کے اخلاق درست نہ رہتے بغیر
ٹکٹ کے کسی سے ملاقات نہیں کرتے۔ اب میونسپلٹی کے چیرمین اور وائسرائے
کی کونسل کے ایک گمنام ممبر ہیں مگر افسوس وقعت نہیں پیدا کی۔ ایک برس
سے خود ان کا کورٹ چھوٹا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ مظفر پور کا حصہ بیچ کر
اتنا بھر قرض چک گیا مگر لاڈلے مجنون کا حصہ ہنوز کورٹ میں ہے دو شادشدہ
لڑکے ہیں سولہ سترہ برس کے ہونہار ضرور ہیں جمن میں ایک بات یہ عمدہ ہے کہ

از روزہ کے پابند اور مذہبی جوش ہے اور کسی قسم کا مذاق نہیں ہے اگرچہ کھانے بہت ہیں ۔ نیز نواب فی الجملہ غنیمت ہے ۔

شہر اب اجاڑ ہے جس شہر میں روٹی تک کی دوکان نہیں وہ بھی کوئی شہر ہے ہائی کورٹ نے اور بھی تباہ کر دیا میں ہمیشہ پنکھے کا شب و روز عادی جاڑے تک میں پنکھا قلی نوکر رہتا تھا اگرچہ پنکھا نہ کھنچتا تھا سات روپیہ دیتا رہا اب وہ نئے شہر میں بیس روپے پر نوکر ہو گیا بیس روپے کہاں سے لاؤں یہاں بھی گرمی آج کہ دس بجے ہیں ۱۰۹ ہے دیکھئے کتنی بڑھتی ہے ۔ بچوں اور گرانی کے سبب سے میں نے گاڑی گھوڑا نکال دیا تھا حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ ہمیشہ سے اس کا بھی عادی رہا کرایہ اب باقی پور کا چھ روپیہ اور نئے شہر کا آٹھ روپیہ ہو گیا معمولی ٹم ٹم کا نہ ہیں عادی نہ متحمل غرض جس طرح نباہ رہا ہوں کیا عرض کروں ہر مہینے پچاس ساٹھ ستر قرض سوہان روح ہے اب ایک اور مصیبت کا سامنا ہوا اس کو آپ غور سے نہ خود سنئے بلکہ سرتاج خاتون ہند سلمہا کو بھی سنائیے ۔ میری بڑی پوتی ملکہ بیگم جس کی عمر اب سترہ برس کی ہے وہ خود اور ان کے والد بزرگوار دھوکے اور لالچ میں آ گئے سید رضی حیدر نامی سے بیاہ دی گئی اگرچہ اس لڑکی کے نانا کا وہ حقیقی بھتیجا اور رشتہ برا نہیں مگر ایک پیسہ کا اس کو مقدور نہیں انٹرنس تک پڑھا ہوا ٹیپ ریٹی اور شارٹ ہینڈ پاس کئے ہوئے ہے مگر حرکات خراب اور باوجود افلاس کے نوکری سے کوسوں

بھاگتا ہے باینکہ اس لڑکی کی خالہ جن کا حال لکھ چکا ہوں ان سب باتوں سے مطلع تھیں مگر زبردستی شادی ہوگئی دو برس میں زیورات جہیز جتنے کپڑے سب فروخت کر ڈالے یہ لڑکی نیک اور خاموش بہت ہے اور کسی قدر اُردو لکھ پڑھ لیتی ہے لیکن قابل تعلیم اور غیرت دار بھی ہے۔ باینکہ خط میں ان سب حالات سے مجھ کو خبر دے سکتی تھی مگر نہ دی آخر کوفت سے سل و دق میں مبتلا ہو گئی جب یہ حالت ہوئی تو مع شوہر بھاگل پور سے پٹنہ آئی بلا مبالغہ صرف ایک ساری پیٹے تھی علاج سے بالکل اچھی ہوگئی شوہر صاحب کی نوکری کے بہت سے سامان میں نے کئے خود لی می ٹرر صاحب نے ایک نوکری ایک سو روپیہ مہینے کی ٹھہرا دی مگر نہ قبول کی دور دراز کا خیالات پکایا کرتا ہے اس کو ایک برس ہوتے ہیں۔ اس لڑکی کی بہ مجبوری یہ خواہش ہوئی کہ مجھ کو گرل اسکول میں داخل کر دیجئے یا اُردو میں ڈاکٹری پڑھوا دیجئے یہاں ڈاکٹر ولی احمد اسٹنٹ سرجن سرغنہ ہیں اُن سے بطور صلاح میں نے ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ پٹنہ میں اب اُردو میں عورتوں کو ڈاکٹری پڑھائی نہیں جاتی مگر آگرہ میں سرکاری اسکول ہے اگر آپ مستعد ہو جیے تو میں کل اپنے خرچ سے بھیج سکتا ہوں کیونکہ ایسی خاندانی لڑکیوں کی مانگ اور سخت ضرورت ہے۔ اس عرصہ میں آپ کی کل بھیجی ہوئی کتابیں وہ پڑھ گئی اس دن سے روزانہ اصرار کر رہی ہے کہ مجھ کو وہیں بھیج دیجیے میں عمر بھر انھیں کی خدمت میں رہوں گی میں نے کہا کہ شوہر سے بھی اجازت لو

وہ اس قدر متنفر ہے اور کہتی ہے کہ میں ہرگز ذلت میں رہ نہیں سکتی اور شوہر کو بھی
کیا سکتا ہے (واقعی وہ ہیچ کارہ ہے) کچھ کر بھی نہیں سکتا بارہا دل میں آیا کہ کسی
معتبر کے ساتھ آپ پاس روانہ کر دوں ۔ ایک تماشا ہوا کہ نیر نواب کی لڑکی کی
شادی میں جو وزیر نواب مرحوم کے پوتے سے ہوئی راضیہ بیگم اہلیہ مہدی نواب
نے طنزاً اس سے کہا کہ لڑکی تم گرل اسکول میں داخل ہونے پر کیونکر راضی ہوا اس نے
جواب دیا کہ اول تو میں حیدرآباد جانے کا مصمم ارادہ کر رہی ہوں وہاں سے
بہتر میرے لئے تعلیم گاہ اور آرام کہاں نصیب پھر اعلیٰ درجہ کی عورتوں کی سوسائٹی
میں رہ کر لطف زندگی اٹھاؤں گی اور اس ذلیل سوسائٹی میں رہ نہیں سکتی اگر
یہ نہ ہوا تو ضرور گرل اسکول میں داخل ہوں گی اس ضمن میں اس نے آپ کے اور سرتاج
خاتونان ہند کے سچے حالات اور تصانیف کی خوبیاں بیان کیں ۔ گزرہی وغیرہ
کی سب عورتیں جمع ہو کر ہنسنے لگیں راضیہ بیگم جو ایک بر خود غلط متکبر خود پسند عورت
ہے بولی کہ لڑکی مت شیخی کر میں خوب جانتی ہوں ۔ آخر اس نے حاجی گنج سے
سب کتابیں منگوا کر پڑھ پڑھ کر سنائیں تب تو عورتوں کو سکتہ ہو گیا ۔ غرضکہ اس کی
یہ حالت ہے چونکہ میں کسی طرح کا فرق نہیں کرتا بے تکلفانہ یہ مضمون آپ کے
گوش گزار کرتا ہوں آپ دونوں صاحب تجویز فرمائے اگر مناسب دیکھئے اس کو
بلا کر اپنے پاس رکھئے ہم سب لوگوں کو اطمینان کامل رہے گا اگر کسی وجہ سے
نامناسب سمجھئے تو بھی لکھئے کہ میں گرل اسکول میں داخل کر دوں اور اگر یہ کس کے

بھروسے بھیجوں اور کیوں ذلت گوارا کروں ۔

بھائی النساء کے پرچے برابر دیکھتا ہوں پھر یہ لڑکے برابر سبقاً اس کو پڑھتے ہیں جتنی تصنیفیں آپ نے بھیجیں سب کو حرف حرف پڑھا مجھ کو دم لینے کی فرصت ہو تو میں ضرور فرض سمجھ کر ایک لمبی تحریر لکھوں گا حالت یہ ہے کہ بلا مبالغہ اگر حضرت مغفور زندہ ہوتے کم سے کم ہادی علی خاں بھی رہتے تو شادی مرگ ہو جاتے اب اس کا ولی لطف اٹھانے والا صرف میں رہ گیا ہوں جس کا اظہار زبان سے تو ہوتا ہے مگر قلم سے اب تک نہیں ہوا۔ آپ نے اپنے نسب نامہ کے بارہ میں تفصیل مانگی ہے میں سو کام چھوڑ کر تفصیل سے لکھ بھیجتا مگر آپ نے ہادی علی خاں مرحوم کی تحریر کا کچھ تذکرہ کیا بہت جلد اس کو میرے پاس بھیج دیجئے مآثر الامرا اور عمدۃ الطالب فی نسب آل ابی طالب عربی اور تاریخ حبیب السیر و فرشتہ سب سے تطبیق کر کے انشاء اللہ حضرت امام موسے کاظم تک سلسلہ وار بطور رسالہ کے جمع کر دوں گا ۔ پھر میں عرض کرتا ہوں کہ میری حالت سے آپ غافل نہیں ہیں مگر اس سے زیادہ تر توجہ درکار ہے ۔ ہاں ایک ضروری بات لکھنا بھول گیا وہ یہ ہے دو تین مہینے ہوئے ایک دن ڈاکٹر محمود صاحب بیرسٹر میرے پاس آئے تصانیف دیکھ کر حیران ہو گئے فکر بلیغ کو نہایت اصرار سے وعدہ کر کے لے گئے میں نے دیدی آٹھ دن بعد پھر آئے اور چونکہ سب پڑھ کر تحت نشاتہ تھے خدا جانے کتنی تعریف کی اور از خود کہا کہ

میں بمبئی جاتا ہوں وہاں مولانا ابوالکلام سے (جو آپ کے بیحد مداح ہیں) ان سب کتابو
اور خاص اس عجوبۂ روزگار (فکر بلیغ و فارسی تعلیم) کا حال بیان کر کے قوم ک
طرف سے چھپوا کر ہزارہا جلدیں ہاتھوں ہاتھ بکواؤں گا اگر مولانا سے کام نہ چ
تو اپریل میں حیدرآباد جا کر مسٹر راس مسعود سے (جو آپ کے بڑے مداح ہیں)
پوری حالت کہوں گا ان سے اور حیدری صاحب سے بیحد موافقت ہے فر
حضور نظام تک یہ سلسلہ درست ہو جائے گا میں نے کہا کہ اگر آپ حیدرآبا
جاتے ہیں تو میرے بھائی سیّد ہمایوں میرزا سے مل کر ان کی رائے لیجئے گا
کو قبول کر کے وہ خواستگار خط کے ہوئے میں نے کہا کہ بھائی کے لئے خط کی
ضرورت نہیں تب باصرار مسٹر راس مسعود کے نام کا خط لکھوایا میں نے اس خ
پر پرائیوٹ لکھ کر حوالہ کر دیا اور کچھ کسی کی شکایت نہیں لکھی مختصر طور سے حال
لکھ دی خدا جانے ڈاکٹر محمود صاحب آپ سے ملے یا کیا مگر میرا رجسٹری شد
خط تو ضرور مسٹر راس مسعود صاحب کو مل گیا ہے دوسری اطلاع یہ دینی تھی
چونکہ اپنی ماں سے رنجیدہ ہیں نصیر میاں (خیال) پانچ برس سے جب پڑھ
آتے ہیں میرے ہی پاس رہتے ہیں۔ ادھر بھی ایک ہفتہ رہ کر دارجلنگ گئے مجھ سے مصر ہو کر
منتخبات کلام ان کے ذریعہ سے مہاراجہ کشن پرشاد صاحب کو بھیجدوں مگر
لڑکوں کا احسان کون لے اور پھر ایسی حالت میں کہ زمانہ کا رنگ دیکھ رہا ہو
عمرکم طویل عدوکم ذلیل۔ سرتاج خاتونانِ ہند سلمہا کو دلی دعا۔ یہ عارضہ

آخر جون میں ضرور رفع ہو جائے گا۔

۳ر مئی سنہ ۱۹۲۳ء

تمہارا بوڑھا خادم شکرگزار
سید علی محمد شاد

۳۷

برادر جان روحی فداکم

تسلیم میرا رجسٹری والا خط ملاحظہ فرمایا ہوگا کل سیّد راس مسعود صاحب کا خط میرے جواب میں آیا۔ "لکھتے ہیں کہ آپ ایک عرضداشت کے ساتھ (جس میں حالات ہوں) جو سر دست بھیجنا مقصود ہو بذریعہ ڈاک خود حضور کے پاس بھیج دیجئے ہم لوگوں کو قطعی ممانعت پیش کرنے کی ہے"

میں بالکل ناواقف ہوں بوصول نیاز نامہ جواب تحریر فرما کر ممنون فرمایئے

(۱) آپ کی اس بارے میں کیا صلاح ہے۔

(۲) دونوں صورتوں میں یہ تحریر فرمایئے کہ عنوان پر حضور کا کیا القاب کن لفظوں میں لکھا جاتا ہے از راہ شفقت برادرانہ القاب کا مسودہ خود لکھ کر عنایت فرمایا جائے۔

(۳) یہ عرض داشت بجنسہ حضور کے نام یا پرائیوٹ سکریٹری کے نام جائیگی۔

(۴) پرائیوٹ سکریٹری کا لقب کیا ہے۔

(۵) قطعات کو یوں ہی پلندہ کر کے یا شیشہ کے فریم میں بھیجا جائے۔

(۶) عرض داشت کا لفافہ کیسا ہو۔

بھائی جان ان سب باتوں کا جواب اور میرے رجسٹری والے خط کا جواب معہ اپنے گھر بھر کی تفصیلی کیفیت کے بہت جلد مرحمت فرمائیے۔

مکرمہ سرتاج خاتونانِ ہند کی خدمت میں تمغہ جات پانے کی مبارکباد اور دلی دعائیں پہونچیں خدا کے فضل سے یہ پہلا تاریخی موقع ہے کہ ایک خاندانی خاتون نے علمی و مذہبی سوسائٹی سے تصانیف کی بدولت اور اپنے زورِ کمال وغیرہ وغیرہ کے سبب سے ایسا بیش بہا صلہ پایا جو لوگ اس کی قدر جانتے ہیں انھیں سے کوئی پوچھے الحمد للہ الحمد للہ۔ بچے آداب عرض کرتے ہیں۔

۱۰؍مئی ۲۳ء
پٹنہ

تمھارا خادم
سید علی محمد شاد

۳۸

مردۂ زندہ نما کے غمگسار اللہ تعالیٰ آپ کو میرے سر پر سلامت رکھے۔

تسلیم تکریم و دعائے دلی۔ چار مہینے تک یہ حالت رہی کہ آج اپنی موت کا یقین مگر کل دو چار گھنٹا کے لیے توانائی اور صحت کے آثار نمایاں ہو گئے۔ ڈاکٹروں نے یہ حالت مخدوش بتائی اور کہا کہ قلب کے فیل ہو جانے کا

اندیشہ ہے نہ لکھو نہ کتاب دیکھو دو مہینے ساکت و صامت رہا بیس دن ہوئے کہ اب وہ اندیشہ جاتا رہا الحمد اللہ۔ اسی حالت میں والد مرحوم اور حضرت مغفور استادی اور نواب بہادر کو یکجا خواب میں دیکھا تینوں بزرگ فرماتے ہیں ڈرو نہیں ـــ باطمینان تمام اپنا کام کئے جاؤ صبح ہی سے صحت ہونے لگی۔ تڑپ تڑپ کر رہا کہ آپ کے خطوں کے جواب حسب معمول طویل دوں سب تو سب آپ نے ہماری محتشمہ سرتاج خاتونانِ ہند سلمہا کے مزاج کا حال کچھ نہ لکھا امید ہے کہ خدا کا فضل ہو گا۔ سیلاب ڈھری سے سوہن میں آیا ۲۶ فیٹ پانی وہاں سے دفعتہً چلا حکام نے تار دئے مگر حفاظت غیر ممکن ہوئی خلاصہ یہ ہے کہ آٹھ گھنٹے کے اندر سارا اتنا پایا دوآرہ باشندے چند محلہ تہ آب اور سولہ لاکھ جانیں تلف اور مویشیوں کا حساب نہیں ہیں اس شب کو رفع ضرورت کے لئے دو بجے رات کو چونکا تو دریا میں پچھم سے لے کر معروف گنج کے گھاٹ تک بہت روشنی تھی اور ایک غل تھا کہ ہمیں نکالو میں کوٹھے پر تھا رات بھر یہی صدا تھی صبح کو معلوم ہوا کہ دریا میں جہاں تک نظر کام کرتی ہے ہاتھی گھوڑے مویشی چھپر لاشیں فرنیچر اس پار سے اس پار تک اسی طرح بہہ رہا ہے کہ پانی دکھائی نہیں دیتا دنوں تک یہی آفت رہی۔ حضرت کے سوانح عمری چار جزو تک تو میں لکھ چکا ہوں ابھی نصف بھی نہیں لکھی گئی ہے دعا کیجئے کہ یہ فرض جلد ادا ہو جائے حضرت اشکی خود حضرت جمال کے شاگرد تھے میرے حضرت نے آپ کو بھی اپنا

استاد بنایا تھا تذکرہ نشترِ عشق میں آغا علی خان مرحوم نے انکی کا حال لکھ دیا ہے ذرا قوت آجائے تو میں وہ اجزا صاف کر کے آپ پاس بھیجتا رہوں۔ کتاب کا چھپنا بند ہے پریس ٹوٹ گیا ہے۔ فرصت اور قوت پاؤں تو تفصیل سے آپ کی کل باتوں کے جواب لکھوں۔ سر سید علی امام صاحب ولایت سے آئے تو میں بیمار تھا جب کسی قدر قوت ہوئی تو موٹر پر مریم منزل گیا معلوم ہوا کہ کل حیدرآباد گئے ابھی ایک خط ان کو بھی لکھا ہے انھوں نے تین سو روپے جو دئے تھے وہ روپے میں نے پوسٹ آفس میں جمع کر دئے ہیں میں نے لکھا ہے کہ آپ سے تاوان لینا چہ معنی دارد یہ بھی لکھا ہے کہ برادر مکرم سید ہمایون میرزا صاحب کی محترمہ نے چار سو روپے مجھ کو بھیجے تھے اس کو کتاب کے چھاپنے کی مد میں میں نے جمع رکھا ہے البتہ اس مد میں اگر آپ کچھ دیں تو خیر ورنہ تاوان لینے سے معاف رکھا جاؤں آخر میں یہ لکھ دیا ہے کہ اکثر احباب نے رائے دی کہ حیدرآباد کے راجہ کشن پرشاد صاحب سے رجوع کریں میرے بھانجے خیال صاحب نے نہایت اصرار کیا کہ اپنا کلام راجہ صاحب کو بھیج دو پوری کامیابی ہوگی چنانچہ ایک مفصل خط اپنی طرف سے لکھ کر میرے حوالہ کیا مگر میں نے ایک غزل خیال مدعمرہ کو اس کے جواب میں لکھ بھیجی مطلع و مقطع یہ ہے ؎

کوئی اگر میکدہ میں پوچھے تو یوں سنا دو پیام اپنا   روا نہیں مجھ کو سجدہ ختم نہ ہو جو ساقی امام اپنا

علی امام اپنا ہو نہ رہبر تو شادؔ ایسے ہیں ہم مسلماں جو حیدرآباد کعبہ بھی ہو تو دور ہی سے سلام اپنا

انشاءاللہ اگر کل قوت پاؤں گا تو ضروری باتیں لکھوں گا لڑکے آداب عرض کرتے ہیں ۔

میری بھاوج صاحبہ سے خدا اس کو زندہ رکھے میری دعا کہہ دیجئے اور مزاج کا حال لکھئے ۔

۳۰ اکتوبر ۲۳ء

دعاگو

سید علی محمد شاد

۳۹

یادگار اسلاف فخر اخلاف میرے ہمدرد بھائی

اللہ تعالیٰ آپ کی دلی مراد بر لائے ۔ تسلیم بالوف الشوق وصنوف الادعیہ ومع التکریم یہ کیسی قیامت ہے کہ میرے دو دو طولانی خط تلف ہو گئے ایک خط تو چار ورق کا تھا خدا جانے کیا کیا مضامین لکھے تھے بڑا قلق یہ ہے کہ اپنی پوری حالت بلا تصنع درج کی تھی ۔ بہرحال ایک مہینے سے جو میری حالت ہو رہی ہے اس کا مختصر حال پہلے سن لیجئے ایک رات کو خواب دیکھا کہ کوئی صاحب مجھ سے فرما رہے ہیں کہ جو سوانح عمری تم نے اپنے استاد کی لکھی ہے اس کو جلد چھپا دو میں نے کہا کہ میں نے تو ابھی کچھ نہیں لکھا ہے خلاصہ یہ کہ اچھی طرح یاد نہیں ہے مگر جھڑکیاں انھوں نے دیں صبح سے کمر بستہ ہو گیا اول بہ مشکل و ویرانے

نوٹ نکالے جو کسی زمانہ میں وقتاً فوقتاً لکھ رکھے تھے کچھ ملے کچھ نہ ملے بعض مضامین کے لئے ضرورت چند کتابوں کی ہوئی اندھیر یہ ہے کہ خود دو سو جلدیں میری ہی دی ہوئی خدابخش خاں کی لیبرری میں ہیں اور میں اب تک لیبرری کا ممبر مگر سکرٹری صاحب نے دینے سے انکار رکھا اب چونکہ میرے پاس سواری بھی نہیں کرایہ کی گاڑیوں پر کئی دفعہ لیبرری جانا پڑا خلاصہ یہ کہ مشکل سے چند کتابوں کا پتہ لگایا جو میری ضرورت کے لئے کافی ہوگیا۔ اس وقت میرے شاگردوں اور اصلاح لینے والوں میں اکاون شخص ہیں ان میں گریجویٹ بھی ہیں کون کم بخت دن ہے کہ پانچ چھ طویل طویل غزلیں پوری محنت سے بنانی نہ پڑتی ہوں اور ادھر ڈیڑھ مہینے کے اندر چار مشاعرے بڑے دھوم دھامی ہوئے کہ دہلی و لکھنؤ تک کے شعرا بلائے گئے۔ میں تو مشاعروں میں جاتا ہی نہیں مگر ایک دو دن قبل مشاعرہ کے اس بڑھاپے میں تخمینا سو سو طرح و غیر طرح غزلوں پر اصلاح کامل دینا جان پر نوبت آجاتی ہے دماغ میں صلاحیت آنکھوں میں قوت باقی نہیں رہتی غرض اس ڈیڑھ مہینے میں پانچ سو سے زیادہ غزلوں کے دیکھنے کی نوبت آگئی اور لطف یہ کہ بجز مروّت کے کوئی نفع نہیں صرف اسی قدر کہ ہر مشاعرہ میں گویا میرے ہی شاگرد نمودار رہتے ہیں اتنا بھی کوئی نہیں کہ میرے مسوّدات صاف کر سکے ایسی حالت میں حضرت مرحوم کی سوانح عمری سی چیز کا لکھنا کتابوں سے مطابق کرتے رہنا میں ہی جانتا ہوں

جو حالت ہے غرض چار جزو تک لکھ چکا ہوں ہنوز باب اوّل نسب نامہ کا پورا نہیں ہوا ہے غالباً گمان ہے کہ بیس پچیس جزو سے زیادہ ہو جائینگے اور ایک حرف بھی فضول اور زیادہ نہیں ہے خدا نے چاہا تو کل یا پرسوں بذریعہ رجسٹری کے ایک کافی حصہ اس لئے آپ پاس بھیجوں گا کہ فوراً صاف کروا کر نظر ثانی کے لئے واپس بھیجئے فقط یہی نہیں بلکہ جہاں جہاں عبارت یا مضمون میں کمی بیشی دیکھئے بے تکلف بناتے جائیے وقت کم ہے یہی ڈیوڑھہ آخر تک رہے گی اور جلد چھپنے کا لگّا لگائیے ۔ سر علی امام صاحب کیوں اور کب میرے پاس آنے والے ہیں ان کے بعض عزیزوں سے سنا کہ وزارت کے لئے جو شرائط انھوں نے پیش کئے تھے سرکار نے منظور نہیں کئے ہاں ضرور ہی میں پھر ولایت جائیں گے اور بیس ہزار سے زیادہ مہینا پائیں گے بھائی میری قسمت تو آخر عمر میں یہ ہے کہ تکلیف اٹھا کر مر جاؤں اور جتنے کمبخت تصانیف کے ڈھیر ہیں سب تلف ہو جائیں اور یہ جو تھوڑی سی معاش رہ گئی ہے جس سے دو برس سے ایک پیسہ نہیں ملتا کیونکہ اسامیوں نے دفعہ ۰ ہم کر رکھا ہے تاکہ چودہ سو کے پانچ سالانہ باقی رہ جائیں اور ہر دفعہ پیشی میں سو پچاس خرچ ہوا کریں یہ بھی نہ بچے اور لڑکے بعد کو فاقہ کریں اور جاہل رہ جائیں ۔ وائے میری عمر بھر کی محنت ولے الحمد للہ اس دو برس میں پانچ ہزار کے زیورات گرو رکھنے پڑے مہاجن کا سخت تقاضا شروع ہوا لہٰذا سب کو بکوا ڈالا ایسی چیزوں کی قیمت کیونکر پوری مل سکتی ہے جس کنگن کی قیمت

تین برس اُدھر گیارہ سو لگی تھی یہ ہزار خرابی سات سو کو بیچا گیا اور ابھی تک تین ہزار کی چیزیں گرو پڑی ہیں میں نے مجبور ہو کر اپنی کتابوں کے چھپنے کے بارہ میں یہ ٹھہرایا تھا کہ سب کتابوں کے چھپنے میں قریب تین ہزار کے خرچ ہوں گے گرو شدہ زیورات کو بیچ ڈالوں تو بعد مہاجن کے دینے کے کم سے کم تین ہزار تو بچیں گے کتابیں چھپ جائیں گی تو اس کی قیمت چھ ہزار ضرور ملیگی قسمت دیکھئے کہ گھر سے سود کے اور بھی پچپن روپے دینے پڑے۔ ان دنوں ایک اور بھی سختی بڑھ گئی چھوٹا پوتا تپ میعادی میں گرفتار اور حالت سقیم دو وقت اسسٹنٹ سرجن باقی پور سے آتے ہیں ہر دفعہ آٹھ روپے دونوں وقت ملا کر سولہ روپے پندرہ دن سے دیرہا ہوں گاڑی کا کرایہ باقی پور کا چار روپیہ ہو گیا ہے اپنے ہوش میں نہیں ہوں بہر حال شکر ہے ۲۲ برس سے آنریری مجسٹریٹ پورے پاور کا تھا مگر گاڑی کے کرایہ کے سبب سے گزشتہ مہینے میں استعفا کر دیا ہر چند آنریری مجسٹریٹ رہوں گا مگر جانا نہ ہوگا۔ بھائی میرے میں نے مجبوری بہت سے خرچ کم کر دئے تکلیف اٹھا رہا ہوں اس پر خرچ ضروری کا یہ حال ہے کہ جب تک ہر مہینے پچاس ساٹھ قرض نہ لئے جائیں ملازموں کی تنخواہ ادا نہیں ہو سکتی بخدا یہ فیض ہے اسی بزرگ کا جو ذوالفقار باغ میں آرام کر رہا ہے کہ اب تک دماغ درست ہے اور ہندوستان بھر نے فرد مان لیا ہے اگر دیوان ہی صرف چھپ جاتا جس کو منتخب کر دیا ہے اور ۳۵ جزو ہے تو دنیا دیکھتی تاہم جرمنی امریکا تک سے غزلوں وغیرہ کی طلب آتی

ہے اور وہاں ترجمہ کے ذریعہ سے پھیلتی ہے مرنے پر دیکھنا کیسا ماتم ہوتا ہے بشرطیکہ کوئی مستقل کتاب چھپ گئی ۔

میں نے اوپر عرض کیا ہے کہ دو تین دنوں میں مسوّدہ سوانح عمری کا روانہ کروں گا مگر استخارہ واجب آگیا اس لئے بعد کو حاضر کروں گا ۔ یہ مسوّدہ متداول اجزا سے پانچ جزو سے زیادہ ہے آپ خیال کیجئے کہ آخر تک کتاب کا حجم کتنا ہوگا میں ہرگز کم نہیں کر سکتا اتنے بڑے شخص کی سوانح عمری لکھوں اور ضروری مضامین چھوڑ دوں چاہے چھپ سکے یا خدانخواستہ پڑی رہے اس مسودہ میں جہاں جہاں سہو القلم ہے ٹھیک کر کے کسی کاتب کو جلد تر دیجئے تاکہ اجزا صاف کرے اور بین السطور زیادہ رکھے اور بھیجتے رہیئے انشاءاللہ تعالیٰ دوسرے ہی دن میں دیکھ دیکھ کر بھیجتا رہوں گا غالباً احوالات نسب میں کچھ اور بڑھانا ہے میں تو ابھی آپ پاس نہ بھیجتا مگر محض اس خیال سے بھیج رہا ہوں کہ آپ مجھ کو غافل نہ سمجھیں بھائی میں عجب کش مکش میں ہوں فکر نے مار ڈالا اور کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی خیر نامراد مرجاؤں مگر حضرت کے سوانح تو مرتب ہو جائیں ــــ ایک وقت تھا کہ تین تین ہزار روپے ہاتھ کے میل تھے اب بڑھاپے میں یہ تنگی ہے ۔ سرتاج خاتونانِ ہند سلمہا کو اللہ تعالیٰ ہر قسم کی ترقی دے میری دعا کہہ دیجئے ۔ ابن رشد کو اب تک دیکھ نہیں سکا ہوں مفصل ریویو ضرور لکھوں گا

تمہارا بندۂ بیدام
سید علی محمد شاد

۱۳ر دسمبر ۲۳ء

(۴۰)

برادر جان روحی فداکم

تسلیم مجھ خوابیدہ بخت پر جو گزر رہی ہے عالم الغیب جانتا ہے مزید برآں عمر کا خاتمہ ایسی حالت میں گلا دبا رہا ہے کہ ضروری کاموں کو جلد ختم کر پچاس جزو کا غزلوں کا دیوان، ہمارے حضرت کی سوانح عمری، فارسی تعلیم، مرثیوں کا ذخیرہ یہ چیزیں کسی طرح جلد مرتب ہو جائیں تو عمر کا حاصل سمجھوں باقی رہی پانچ جلدوں کی تاریخ بہار، مجموعۂ اصناف نظم اور پوری ادھوری کتابیں ان کا چنداں خیال نہیں ہے۔ پرسوں ہی ان اجزا کو روانہ خدمت کر دیا ہوتا مگر دفعتہً آٹھ بجے اخوی مولوی نواب امداد امام صاحب تشریف لائے اور قریب شام تک بیٹھے رہے ہر چند مختلف لوگوں سے ان کا بیان مختلف و مصلحت آمیز تھا مگر پرسوں تو میں نے ان سے ہمارے حضرت کی شاگردی کا اقرار لے ہی چھوڑا۔ مسودہ کے اجزا دیکھ کر متاثر ہوئے اب میں باطمینان ان کا نام بھی اس کتاب میں بہ زمرۂ تلامذہ داخل کروں گا۔ میں اگلے خط میں عرض کر چکا ہوں کہ مسودہ میں سہو القلم کی افراط ہے اور اتنی فرصت نہیں کہ اس کو بھی درست کرتا جاؤں رحم فرما کر ملاحظہ کرتے اور کاتب کو دیتے اور جتنا پھر صاف ہو میرے پاس بھیجتے جائیے بڑی سخت آگے آتی ہے جس میں دماغ کی صحت و قوت کا کام ہے ہاں آپ پاس جو کچھ حضرت کا کلام ہو سب عاریتہً میرے پاس بھیج دیجیے

تامل نہ کیجئے فوٹو تو حضرت کا ابھی تک نہیں ملا ہے مگر ایک مصوّر سے بات چیت ہو رہی ہے کہ خیالی خاکا میرے پاس بیٹھ کر کر دے تو ساٹھ روپے دوں گا۔ اس کا بلاک آسانی سے بن جائے گا۔ دس دن میرے گاؤں والے مقدمہ کی تاریخ پیشی کو باقی ہیں میرا چھوٹا پوتا سترہ دن سے سخت بخار میں پڑا ہے حالت مخدوش ہے اللہ رحم کرے۔ بعض اہل الرائے کہتے ہیں کہ کاریٹو بنک سے دو ہزار روپے قرض لے لو چالیس روپیہ مہینا دینا پڑے گا پریس گھر میں ہے دو دو تصنیفوں سے شروع کر دو ورنہ امید و انتظار میں تم عدم کو روانہ ہو جاؤ گے اور پھر کچھ نہ ہوگا رائے تو معقول ہے لیکن سوچتا ہوں کہ موجودہ آمدنی میں تو مہینے پچاس ساٹھ روپے چیزیں گرو کر کے خرچ پورا کرنا ہوتا ہے اب تک چھ ہزار تک کے زیور وغیرہ گرو ہو چکے ہیں اگر یہ چالیس روپے نکل گئے تو پھر کیا کروں گا ان چھ ہزار کی چیزوں کا بھی چھوٹنا ناممکن ہے جن کی قیمت آٹھ دس ہزار سے کم نہیں ہے میں نے تمام عمر اس ریاضت میں برباد کی ورنہ امیر کبیر بنا رہتا۔ اسی سے آپ میری بربادی کو قیاس کر لیجئے کہ جب یہ لڑکا سید حسین پیدا ہوا تو دوسرے دن ماں مر گئی ضعیف و بیمار تو پیدا ہی ہوا تھا انواع امراض میں گھرا ہوا تھا صرف ڈاکٹر صفدر کے علاج سے تخفیف رہتی تھی اور دل کو ان کے ہر وقت موجود رہنے سے تسکین اس لئے دل کھول کر میں اپنی تکمیل میں مصروف رہتا تھا ستر روپے رات کے رہنے اور پچاس دن بھر رہنے کے وہ مجھ سے

سات برس تک روزانہ لیا کئے اور یہ فقط اسی کم بخت تکمیل کے پیچھے خرچ کرنے پڑے۔ سر مکنزی وائس لارڈ کرزن کے پرائیوٹ سکرتری کے اصرار پر چھ کتابوں اردو فارسی عربی کے ایک حیرت انگیز نصاب کی طیاری میں دو برس تک بے خبر رہا پچاس ہزار کا غبن میرا لالہ نے کیا جب مقدمہ دائر کیا تو وہ اعتراف کر کے دریا میں ڈوب کر مر گیا کیا خبر تھی کہ یہ فن اس حالت کو پہنچا دے گا۔

حضرت کی سوانح عمری کا نام تجویز کیجئے میرے نزدیک دولت باقی یا نعمت عمر اچھا نام ہے ہر اعتبار کر کے مولوی حالی کی کتاب سوانح عمری غالب سے یہ زیادہ ہوگی انشاءاللہ خدا میرے اس بچے کو بچا دے ورنہ اندھیرا ہے کئی دن ہوئے کہ سیدو صاحب یعنی احمد علی خان کا لڑکا جو ہائی کورٹ کا وکیل ہے چھوٹے نواب صاحب کے بیٹے کے ساتھ آیا تھا میں سوانح عمری کا مسودہ لکھ رہا تھا اسی تقریب سے خدا جانے میں نے کیسی کیسی ملامت کی متاثر بہت ہوا۔

میرے مراسلات کے جواب برابر دیا کیجئے اور میرے لئے دعائے خیر کیجئے جناب مسز تاج خاتونانِ ہند کی خدمت عالیہ میں نیازمندانہ سلام مخلصانہ دعائیں۔

۱۹ر دسمبر ۲۳ء

تمہارا جاں دادہ

سید علی محمد شاد

ALIGARH
LIM UNIVERSITY

(۴۱)

میری جان میرے باعث ناز بھائی جعلت فداک

ابھی آپ کی رجسٹری والا خط ملا میرے اچھے بھائی خط کے بھیجنے میں اگر اتنی ہی دیر کروگے تو میں انتظار میں مرجاؤں گا۔ کیا میرا وہ خط آپ کو نہیں ملا جس میں میں نے ایک شعر ظہوری یا نظیری کا بطور موازنہ لکھا تھا ورنہ آپ ضرور خوش ہوکر جواب لکھتے میری مختصر کیفیت یہ ہے کہ میرا پوتا آدھے دم کا ہوکر بچ تو گیا ہے مگر لواحق مرض سے ابھی نجات نہیں یہ حالت مخدوش تر ہے دعا فرمائیے اس حالت میں مجھ کو اسہال بواسیری و اختلاج قلب و دیگر پریشانیوں میں ایسا گھیرا ہے کہ اللہ ہی اللہ ہے لیکن جو فرض کہ میری گردن پر ہے اگر اس حالت میں کسی دن اس کے ادا میں غفلت کی ہو تو ملعون و کافر۔ بھائی میرے میرے استاد کی لائف اگر ایک فقط امیر نامہ ہوکر رہ گئی تو حیف مجھ پر۔ غالب کی لائف دس برس میں مولوی حالی نے لکھی ہے میں سنہ ۱۸۹۰ء میں جب پانی پت گیا تھا تو انھوں نے بہت کچھ مجھ سے رائے لی تھی اور بے تکلف کہ ایک مصرع بھی غالب کا معدوم نہ تھا اس پر دہلی میں اس وقت تک دس بارہ ذی علم یہ غالب کے شاگرد مدد دینے والے اس پر نواب احمد سعید خاں لوہارو نے صرف ایک ہزار روپیہ صاف کرنے اور مسودہ کی درستی کے لئے دیئے اور ایک ہزار کتاب کی چھپائی مولوی حالی نے ایک خط میں مفصل لکھا تھا میری حالت اس کے بالکل

برخلاف اور سامنا دہلی و پنجاب وغیرہ کے نقادوں کا اگر کم سے کم بیس جزو نہ ہوں تو مجھ پر حیف اور اگر موازنہ کلام میں غالب سے اُنیس بھی ہو تو مجھ پر لعنت اور میرے مرجانے کی جگہ ہے اس میں صرف فارسی غزلوں کا موازنہ خسرو، سعدی، نظیری وغیرہ وغیرہ چھ سات اساتذہ سے کرنا ہے اور یہ برکت استاد کر بھی چکا ہوں چند جزیں مولوی سلیمان ندوی کے دیکھنے کو بھیجی تھیں جواب میں لکھتے ہیں کہ خدا شاہد ہے کہ آپ کے استاد سعدی سے کسی طرح کم نہ تھے میں تو اس خیال میں غرق ہوں اور آپ ان کے شاگردوں میں چند جہلائے نافہم کے نام پر نام لکھے جاتے ہیں جن کی شاگردی میرے استاد کے لئے ننگ ہے حضرت کے جو کلام تلف ہو گئے اب اس کا رونا بیکار ہے میری یہ کتاب قائم مقام اس کی ہو جائے گی خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہ جو کچھ میں کر رہا ہوں میری کیا مجال ہے واللہ انہیں کی روح مدد پہنچا رہی ہے صرف دو اساتذۂ کامل کی غزلوں کا موازنہ وہ بھی چوٹی کی جس پر مولوی حالی نے مباہات کیا ہے اور غالب کو نمودار کیا ہے منجملہ بہت سے موازنہ کے آپ کے لئے بھیجتا ہوں دیکھئے اور شکر کیجئے جس عنوان سے میں کر رہا ہوں مرتب ہو جائے تو آپ دیکھیں گے اور دنیا دیکھے گی مجبور ہوں کہ روپیہ میرے پاس نہ رہا یہاں یہ فکر کی تھی کہ حضرت کا فوٹو مل جائے کیونکہ نواب بہادر یار سلطان مرحوم نے یاد آتا ہے کہ لیا تھا جن کے پاس یہ منتقل گیا خوب ڈھونڈھا نہ ملا

مصور کو بلوایا کہ خیال ہی درست کر دو اگر خوب جانچ کر فوٹو لوں اور بولا کہ بنوالو
مصور اس شرط پر کہ اگر آپ کے حسب خواہ ہوئی تو ز ماہ سے ۵) ورنہ اپنی محنت
اور بار بار تبدیل کے پچاس سے کم نہ لوں گا۔ زندہ ہوں تو کر کے چھوڑوں گا۔
مذہب کی بحث قابل دید ہے پھر تصوف کی بحث خاص کر شیعوں کو نہایت
مفید ہے اور ہدایت نامہ نئے سنیوں کے لئے الگ دستور العمل ہے۔ افسوس
مثنوی دردِ دل کس گھر سے لاؤں کیا کروں۔ آج کل بجز اس دھن کے کوئی
دھن نہیں ہے بلا سے میں مرجاؤں مٹ جاؤں مگر یہ کتاب مرتب ہو جائے
ایک استاد کے زندہ ہونے سے بہت سے لوگ زندہ ہو جائیں گے۔ شاعری
کا مقدمہ جو لکھا گیا ہے بی۔ اے۔ ایم، اے اور نہایت قابل لوگوں نے کہا کہ
انگریزی میں اس حد تک کوئی نہیں پہنچا مجھ کو فخر ہے کہ میں نے ایسا مقدمہ لکھا۔
آپ نے ڈاکٹر اقبال کا کسی خط میں ذکر لکھا تھا بھلا ڈاکٹر اقبال کیونکر میری نسبت
تعریف نہ لکھیں کیمبرج کالج کے فارسی لیکچروں میں بہ مقابلہ اہل ایران کس کی
بدولت سرسبز ہوئے ہیں اردو میں حسرت موہانی سلمہ کے اعتراضات سے
کس نے نجات دی بہرحال۔ میں ظہوری غالب خانخانان نظیری و فریاد علیہ الرحمہ
کی دو دو غزلیں اس کے ساتھ روانہ کرتا ہوں فوراً نقل لے کر اصل یا نقل میرے
پاس روانہ کر دیجئے اور ذرا وہاں کے نقادانِ فارسی کو دکھائیے تو کہ کیا
کہتے ہیں ہمارے حضرت کا اردو کا پورا دیوان محمد شاہ شہرت مردود ازلی نقل

کو لے گیا اور چرا بیٹھا اس میں غزلیں مشاعروں میں پڑھ پڑھ کر کامیاب بنتا تھا بہت عرصہ ہوا سنگی والان کے مشاعرہ میں آغا محمد حسین خان مرحوم بھی تھے میں بھی حاضر تھا اس نے یہ مطلع پڑھا ؎

کعبہ و دیر میں جلوہ ہے نمایاں اُن کا   دو گھروں کا ہے چراغ اک رخِ تاباں اُن کا

ایک دھوم مچ گئی آغا صاحب سے نہ رہا گیا ڈانٹا اور کہا کہ تمھاری مجال ہے کہ یہ مطلع کہو شاہ صاحب کا دیوان چرا کر شاعر بنے ہو اور پھر تین شعر اور بھی پڑھے جب حضرت دوبارہ کلکتہ سے گلزار باغ میں تشریف لائے تو میں نے عرض کیا آب دیدہ ہو کر کہنے لگے کہ میں نے مرزا امان علی ذبیح اور آغا محمد حسین کو تاکید لکھی تھی کہ اس مردود سے جس طرح ہو میرا کلام لے لو اگر روپے کی ضرورت ہو تو جتنا مانگے میں بھیج دوں مگر ان لوگوں نے کچھ بھی نہ کیا افسوس۔ آپ کو غلط خبر ملی شہرت تسلیم کا اور مولوی اصغر حسین مائل تسلیم کے شاگرد تھے نہ کہ حضرت کے۔ لیبریری میں خدا بخش خان نے تسلیم کا دیوان بصورت مسودہ جس میں شاید ایک سو غزلیں ہوں گی مجھ کو دکھایا اور میں گھر لے آیا اور رکھ کر دیکھا بھی نہ لگا واپس کیا۔ وقت کم ہے آپ جلدی کیجئے اور روپے کا ہرگز خیال نہ کیجئے اس کے شائع کرنے میں ہزار دو ہزار کیا چیز ہے اللہ تعالیٰ نے آپ پر انھیں کی برکت سے یہ فضل و کرم کیا کہ آج خدا کے فضل سے چار دانگ ہند میں صرف نہیں (جہاں تک معلوم ہے) بلاد بعیدہ میں بھی نہ فقط ثروت میں بلکہ کمال کی

حیثیت میں بھی کمال پیدا کرلیا ہے۔ یہ کتاب انشاء اللہ اس میں اور بھی معین ہو گی صرف آپ اتنے بلند مرتبہ نہ کہاے بخدا مسز تاج خاتونان ہند کے سبب سے اتنی فوری ترقی کر لی اللہم زد اے خدا دونوں کو سلامت رکھ ہاں آپ نے میرے ناچیز دیوان کے بارہ میں پوچھا ہے مجھ کو نہایت شرم آتی ہے کہ پانچ سو روپے فکر بلیغ کے لیے وہی کیا کم ہیں پھر دل کو سمجھاتا ہوں کہ کوئی شرم کی بات نہیں اپنے استاد کی ہو اور لائق و فخر زمانہ ہو قدر شناس ہو سے لئے ہیں انشاء اللہ اس کا ثمرہ بہت اچھا ہو گا۔ میرا دیوان کسی طرح چھ سو روپے کم میں چھپ نہیں سکتا وہ بھی میرے گھر میں کیونکہ پریس موجود ہے روپیوں کی کمی کے سبب ٹیپو سنجئے پریس ہین وغیرہ رکھے تھے انھوں نے سات رم کاغذ فکر بلیغ کے لئے لیا تھا ریک سے کھلوا دیا۔ اگر دو ہزار بھی اس کا سرمایہ ہو جائے تو ذیل کی کتابیں چھپ جائیں تو پھر خدا چاہے تو کتابوں کی قیمت سے میں وہ ہزار ادا کر دوں میرے دیوان کے خریدار ہزارہا ہیں خوشی سے چار روپے فی جلد خرید لیں گے افسوس اگر واقعی اس وقت تین سو روپے بھی پہنچ جائیں تو کل ہی سے ہاتھ لگا دوں اور پانچ سو ملیں تو ساتھ اس کے یہ سوانح عمری بھی زیر نظر چھپوانا شروع کر دوں۔

میرے اچھے بھائی میرے سب مسودوں اور اس کاغذ کو ملا تو فقط لوٹا دیکھئے وہ بٹوارہ جو آپ پاس گیا ہے اب اس کے چھانٹنے اور ترتیب دینے میں توقف ہو رہا ہے۔

میری دلی دعائیں دونوں صاحبوں کو پہنچیں۔

مکرر۔ ۱۵ر جنوری تک جواب آنا ضروری ہے۔ میں دست بستہ کہتا ہوں میرے بھائی اب توقف ستم ہے فقط

دیوان ۔	(۳۰) جزو
فکر بلیغ ۔	(۳۱) جزو
تاریخ بہار	(۵۰) جزو
اردو تعلیم	(۶) جزو
فارسی تعلیم	(۱۲) جزو
مصطلحات تازہ فارسی	(۱۰) جزو

ان کا چھپنا تو واجب ہے باقی دیکھا جائے گا۔

تمہارا ممنون احسان بھائی

۹ر جنوری ۴۲ء سید علی محمد شاد

۹۲

برادر جان روحی فداکم وعن کل البلاء شفاکم

تسلیم بالوف الشوق وصنوف الدعیہ والتکریم۔ مجھ کو سخت حیرت تھی کہ جس کام کو سب پر مقدم کر کے بہ لحاظ میری پیرانہ سالی کے جلد جواب کا نہ آنا اور علی الخصوص ایسے علم دوست قدر شناس ہمہ تن قابلیت کا سکوت چہ معنی دارد

خدا مانع بخیر کرے۔ کل میں ضرور تار دیتا بارے اللہ تعالیٰ نے میرے شکستہ دل
اور حسرت بھرے دل کی تشویش خاطر پر رحم فرمایا نامۂ گرامی اور پمفلٹ پہونچ گیا
اور حد سے زیادہ جی خوش ہوا۔ ہر چند میں اپنے استاد جنت آرام گاہ کا دل داد
ہوں پہلے ہرگز مجھ کو آنجناب کی اتنی قدر نہ تھی مگر پندرہ سولہ برس سے تو میں
نہیں سمجھ سکتا کہ میرے دل کا کیا عالم ہے ان کی ایک ایک بات یاد آتی ہے
اور عدم شناسائی پر اپنی الگ کلیجہ خون ہوتا ہے یہ سب کچھ ہے مگر جبکہ ایام کہولت
میں قصد کر کر کے رہ گیا تو اس پیری میں ایسی مشکل چیز کا سرانجام مجھ ایسے شخص سے
ناممکن تھا لیکن سچ یوں ہے کہ سعادت مند خاندان کا سعادت مند بیٹا جب
آپ سا ہو تو ناممکن کا ممکن ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں یہ فرمائیے کہ میں سب کچھ
کرتا مگر ولولہ کہاں سے لاتا جب تک کوئی قابل لائق ولولہ دلوانے والا آپ
سا شخص نہ ہوتا میں سچ کہتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ فرض کرو کہ ایسے آرام طلب
زمانہ میں جبکہ موت میرے سامنے کھڑی ہے اور ضعف کہتا ہے کہ خاموش
آنکھیں بند کر کے اللہ اللہ کرو اگر بخدا ہزاروں روپے مجھ کو ملتے (خصوص
اس زمانہ تنگ تکلیف میں) تو بھی مجھ سے یہ محنت شاقہ نہ ہو سکتی خدا آپ کو اور ساتھ
اس کے میری لائقہ فائقہ یادگار رونق ذی جوہر و جوہر شناس سرتاج خاتونان
ہند سلمہا اللہ تعالیٰ کا جوڑا آپ سے نہ ملاتا تو یہ بات کیونکر ہو سکتی الحمد للہ کہ
خدا نے مجھ کو آنکھوں سے یہ زمانہ بھی دکھا دیا۔ سچی خوشی و مباہات صرف

ایک میں رہ گیا ہوں۔ جوں جوں ملک کے اہل علم و کمال میں آپ لوگوں کی قدر و وقار بڑھتا جاتا ہے خود آپ ہی کے اعزّہ جلے جاتے ہیں۔ ڈپٹی کلکٹر ہو جانا مارگج ہو کر پیسے جمع کر لینا چمار بھی کر لیتا ہے مگر یہ بابت محض اپنی کوشش سے (خصوص ایسی جگہ اور ایسے زمانۂ ناپرسان میں حاصل کر لینا) شاید لاکھوں میں کوئی ایسا اللہم زد و لا تنقص۔ جس وقت آپ کی یہ رجسٹری پہنچی ہے ماسٹر علی جان بیٹھے ہوئے تھے آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ حضرت شہر خبرے اور روزانہ مجھلے نواب صاحب کی پاکیزہ صحبت میں پہروں بیٹھنے والے محسن صاحب سلمہٗ کے بھیجے ہوئے آئے تھے سبب یہ کہ آپ کے ووٹ میں ان کی جگہ دوسرا چیرمین میونی سپلٹی کا ہو گیا ہے عمال آفس نے ایک الوداعی دھوم دھام کا جلسہ کیا تھا اس میں بعض نے اردو نظم بھی پڑھی تھی پڑھنے والے نے ظاہر کیا تھا کہ میں علی محمد شاد کا شاگرد ہوں اس کی تصدیق چاہی تھی کہ میں نے انکار کیا جب نام آپ کا آیا تو کہنے لگے کہ عجیب شہر ہے اس دفعہ جو ہم آپ سے سن کر گئے تھے کہ سید ہمایوں میرزا اور ان کی دلہن یوں ہیں اور ووں ہیں اور میں نے کئی جگہ اس کا ذکر کیا تو بعض لوگ کہنے لگے کہ اے حضرت یہ سب ہمارے خان بہادر شاد صاحب کا مبالغہ شاعرانہ ہے اپنے استاد کے بیٹے کو آسمان پر چڑھاتے ہیں جو ان کے پاس جاتا ہے اسی کو بیان کیا کرتے ہیں مجھ کو غصّہ آ گیا اور میں نے بے اختیار کہا کہ حرام زادہ کام ہے کہ جھوٹ کہے اور حاسد ناتوان ہیں کو تو میں دعا دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ خدا

پڑھنے والوں کو سمجھ اور آنکھ دے۔ پھر میں آپ کا خط پڑھنے لگا اتفاق آپ نے اس دفعہ اپنی مالی ترقی کو لکھا تھا اور پھر یہ لکھا تھا اور یہ لکھا تھا کہ سوانح عمری و دیوان کے چھپنے کو جتنے روپے درکار ہوں منگالوں عبارتوں کو میں نے بلند آواز سے پڑھا اور کہا کہ دیکھو یہ دونوں میاں بی بی ایسے ہیں کہ جو زروا حضرات مجھ سے ملنے آتے ہیں یہ کہہ گزشتہ چھپو جاتے ہیں کہ افسوس آپ اپنا دیوان و فکر بلیغ نہیں چھپواتے ہم لوگ بلکہ ملک بھر کو شکایت ہے اور کسی نے یہ نہ پوچھا کہ آخر نہ چھپ سکنے کا سبب کیا ہے واللہ میں بھی (اگر خدا چھپوا دے اور انشاءاللہ ضرور چھپے گا سید ہمایوں میرزا سلمہٗ کا لکھا ہے اس کو نقش کالحجر سمجھو) تو برت کچھ فی جلد دس روپے قیمت رکھوں گا فقط

ہاں جناب عالی آپ نے مسودہ پر جا بجا جو نوٹ بنا دئیے ہیں ضرور مفید و بکار آمد ہوں گے میں انشاءاللہ کل دیکھوں گا آپ نے بڑا احسان میری پیری پر کیا اس عمر میں یادداشت اپنی کہاں تک کافی ہو سکتی ہے میں نے اُس منٹھ کے بعد جو آپ کی خدمت میں بھیج چکا ہوں اور جس کا ایک حصہ آپ نے واپس کیا۔ آپ پاس نہ بھیجنے کے بعد اُن مضامین کو بحیثیت مسودہ گانٹھ کر لکھنا شروع کر دیا اور محض فضولات کو چھانٹنا شروع کر دیا چنانچہ ابتدائی تاریخی بیان کو بالکل فضول سمجھ کر الگ کر دیا کیونکہ وہ بعض مضامین ضروری جو حضرت کے خاندان سے متعلق ہیں اور بغیر ظاہر کئے دلچسپی و معلومات کو وسعت نہیں ہو سکتی جا بجا نوٹ

ہیں تو وہی کام نکلے گا کم کرتے کرتے بھی ادھر چودہ پندرہ جزو ہو چکے ہیں
اور علاوہ اس کے صرف غزل کا مرحلہ و مقدمہ و موازنہ چار جز ہو چکا ہے قصیدہ
مثنوی رباعیات نثر کی عبارتیں یہ تو الگ ہیں آپ دیکھیں گے میرے مستغنی المزاج
بامروّت استاد اپنی دولت کو لٹا کر گئے ہیں مگر جو کچھ باقی ہے اسی سے میں کیا
کام لے رہا ہوں واللہ یہ انہیں کی روح کی برکت ہے میرا اسا کم سواد اور نہ سعدی
و عرفی و نظیری وغیرہ اساتذہ مسلم الثبوت سے دبے اور نہ ایک قدم پیچھے رہے
یہ صحیح ہے کہ میں شاعری میں آسمان کے تارے توڑوں مگر کس میں اردو میں فارسی
اور وہ بھی کس کی فارسی حضرت فریاد علیہ الرحمہ کی سنجدا میری شیخی نہ سمجھئے سچ لکھ
رہا ہوں۔

بیشک النسا کا کاغذ چھپائی حروف سب اچھے ہیں جس کو میرا دل ڈھونڈ
رہا ہے وہ بات نہیں ہے آپ حالی و شبلی وغیرہ کے تصانیف دیکھئے اگر یہ
بات بھی نہ ہوئی تو میرا دل زندہ جائے گا میں نے یہ بھی کوشش کی ہے کہ حضرت
کی تصویر کا خاکا کروا کر آپ پاس بھیج دوں اور بعد اصلاح وغیرہ بلوک بنواؤں
اپنی تصویر بھی دوں اور آپ کی بھی یہاں مرزا نثار مہدی ایک مصوّر تھے
وہ مر گئے ان کے پاس جو ذخیرہ فوٹو کا تھا وہ سب شاہ لال صاحب نے
خرید لیا تھا سنتا ہوں کہ ہمارے حضرت کا ایک فوٹو اس ذخیرہ میں ہے چنانچہ
میرے باپ کا تو فوٹو آ گیا ہے شاہ لال مر گئے ان کا ایک رشید بیٹا خلیل الرحمن

بی، اے میرا دل دادہ تھا اگر وہاں سے آجائے تو ڈھنڈھواؤں ورنہ بتا بتا کر مصور سے خاکا بنواؤں

جس کاغذ پر میں خط لکھ رہا ہوں بہت اچھا ہے اس سے بھی دبیز کاغذ پر سوانح عمری اور اس کاغذ پر دیوان کے چھاپنے کا ارادہ ہے کاپی نویس اپنے گھر بیٹھ کر لکھنے اجرت چار روپے جزو اور میرے سامنے پانچ روپے اور کھانا ایک وقت مانگتا ہے یہ مجھ کو منظور ہے پریس میں کچھ زیادہ لے مگر جو فرما ناقص ہوگا نہ لیا جائے گا چار نمبر میرے پاس موجود ہیں دو اور لینے ہیں تاکہ دونوں کتابیں بیک وقت چھپتی جائیں میں جلدی کر رہا ہوں اور زیادہ تر اس لئے اپنے پیش نظر چھپوانا بہتر سمجھتا ہوں کہ مسودہ کا گھٹاؤ بڑھاؤ نمبر دکاپی کی اصلاح میں تا نویس میری من سجذامی رسم کا مضمون ہو میرا اندازہ بھی اس کے خرچ کی بابت قریب قریب وہی ہے جو آپ نے تخمینہ کیا ہے مگر دوسری جگہ اتنے خرچ میں نہ ایسا کاغذ ہوگا نہ صفائی کیونکہ چھاپنے والا اپنی اجرت بھی ضرور رکھ لے گا اور جتنا بھی نفع ہوگا یہاں اس کی عمدگی میں صرف ہوگا دوسرا کام مجھ سے ناممکن ہے وہ کتاب کا بیچنا اور اشتہار وغیرہ یہ ذمہ آپ کو لینا ہوگا شاید ضروری کچھ کتابیں میں رکھ لوں ورنہ سب طرح مکمل کر کے انشاء اللہ آپ پاس بھیجی جائیں گی اور جو فرما چھپیگا ایک ایک جزو آپ پاس جائے گا ممکن ہے کہ کوئی ضروری بات رہ جائے تو تدارک ہو سکے بہر دست دونوں کتابوں کے لئے آپ

تین سو روپیہ تو فوراً بھیج دیجیے کہ انشاءاللہ فروری کے دوسرے ہفتہ سے کاپی شروع ہو جائے فی صفحہ ۱۹ سطروں سے کم نہ ہوگا دوسری بات ضروری یہ ہے کہ دیباچہ انگریزی میں خلاصہ در خلاصہ کتاب کے مضمون کا آپ کو خود لکھنا پڑے گا وہ ٹیپ میں چھپ کر ضمیمہ کتاب ہوگا دوسرے میں قبل میں کتاب کے نام کے بارہ میں تکلیف دے چکا ہوں اس وقت کئی نام ذہن میں آئے تھے آپ نے جواب نہ دیا۔

پھر میں نے آپ کو یہ بھی تکلیف دی تھی کہ دلستان اخلاق وغیرہ جو کچھ آپ پاس ہے فوراً روانہ کیجئے خدا شاہد ہے کہ آج کل اس دھن میں نماز تک مختصر کرتا ہوں کھانا بے صبر کھاتا ہوں کہ وقت نقصان نہ ہو موت سامنے کھڑی تاکید کر رہی ہے کہ جلدی کر آنکھیں جواب دے رہی ہیں دو دو لیمپ میز پر رکھنا پڑتا ہے دس برس سے ہاتھ میں کیا سارے بدن میں رعشہ ہے چائے کی پیالی چھلک پڑتی ہے مگر اتنا فضل ہے کہ لکھتے وقت رعشہ مٹ جاتا ہے روپیہ بھیجیے اور میری زندگی کو غنیمت سمجھئے ورنہ میں خود اور میرا باکمال استاد دونوں مٹ جائیں گے۔ لاحول ولا قوۃ اس لکھنے ی کیا ضرورت ہے مجھ سے کہیں زیادہ آپ سمجھ رہے ہیں۔ اب مجھ کو یہ سن کر کہ خداوند عالم نے مالی ترقی میں صرف آپ کی جانفشانی اور گاڑھی کمائی سے بہت زور آگیا اب روپیہ مانگنے میں مطلق شرم نہ کروں گا میں اور میرے

استاد علیہ الرحمہ دونوں بحیثیت تکمیل ایک ہیں کیا معنی کہ مسٹر سلیمان ندوی نے اپنے ریویو میں یہ چھاپا کہ بعد میر تقی کے بقول مولانا شبلی پٹنہ میں صرف یہی ایک باکمال علی محمد شاد پیدا ہوا وغیرہ وغیرہ افسوس ہے کہ جس کا ایسا نادرۂ زمانہ شاگرد ہو اس کے باکمال استاد حضرت فریاد کے حالات وکمالات سے ہم لوگ محروم ہیں کیونکہ شاگرد کے کمال سے استاد اور استاد کے کمال سے شاگرد پہچانا جاتا ہے ضرور ہے کہ حضرت فریاد یکتائے روزگار ہوں گے۔ ہاں بھائی میرے پوتے نقی احمد کو خدا نے بچا لیا ۲۹ دن حالت نزع رہی نمونیا تپ محرقہ استسقا وغیرہ وغیرہ عارضے آپ کی دعا سے جاتے رہے اور اب کروٹ خود بدل لیتا ہے میری یادگار روزگار بہن کہوں بیٹی کہوں بھاوج کہوں غرض یہ سب حیثیتیں رکھتی ہیں میری طرف سے دلی دعائیں واللہ میری پوتیاں بجان ان کی قدم بوسی کی مشتاق ہیں اور آپ دونوں صاحبوں کو بندگی بجا لاتی ہیں۔ حیدرآباد میں میرے لئے کچھ کیجئے ہرچند آپ غافل نہیں ہیں۔

۲۹ جنوری سنہ ۱۹۲۴ء

آپ کا دلدادہ

سید علی محمد شاد

۴۳

سرمایۂ ناز برادر گرامی قدر محترم ومکرم روحی فداکم

تسلیم با ہزاران ادعیہ وتکریم، آپ فرماتے ہوں کہ اس بڈھے کو کیا ہو گیا۔

نہ نو روپیوں کی رسید بھیجی نہ میرے طویل ضروری مضامین کا جواب لکھا، اب
مجھ سے مختصر طور سے آپ سنیں۔ ۱۱ رفروری کو گرامی نامہ رجسٹری شدہ ورود ہوا،
اتنی طاقت اور حالت نہ تھی کہ اٹھ کر کچھ کام کرسکوں، سبب یہ ہوا کہ پٹنہ کالج کے
پرنسپل نے ایک چٹھی لکھی تھی کہ متعلق یونیورسٹی و ورنی کولر کے خاص تم سے مشورہ
ہے تم ضرور آؤ اور یہ لکھو کہ کب کس وقت آؤ گے، معذرت لکھ بھیجی کہ بیماری و
ضعف کے سبب سے میں مجبور ہوں پھر چٹھی آئی کہ گورنمنٹ کہتی ہے کہ بغیر مشورہ
علی محمد شاد کے ورنی کولر کے بارے میں کوئی بات طے شدہ نہ سمجھی جائے ایسی حالت
میں ہم لوگ خود تمھارے گھر کس روز آئیں اب سخت تر مجبوری پیش آئی کیونکہ
میرا گھر ان دنوں کچھ زیادہ مرمت طلب ہو گیا ہے خلاصہ یہ کہ ۲ رفروری کو
سویرے موٹر پر میں خود چلا گیا اس دن یہاں اتنی سردی پڑی تھی کہ جلسے کی
طرف پانی جم گیا اور میں شالی کوٹ اور شالی جبہ صرف پہنے تھا، پھر کالج کی [illegible]
پر اوپر کی منزل تک گیا اور تین گھنٹہ تک گفتگو رہی اگرچہ شیشے بند تھے مگر
پیچھے ہوا نے اثر کیا کمر میں درد شروع ہو گیا اور وہ درد بڑھ کر حوالی
گردہ اور زانو تک پہونچا گھر آتے آتے بخار بھی آگیا آٹھویں نویں تک ہوش
نہ تھا دسویں کو بخار چاک ہوا اور اب یہ حالت ہے کہ ایک دن غذا ترک ہوئی
اور ضعف بیحد ہو جاتا ہے یہاں تین دن بے آب و دانہ گزر گئے گرامی نامہ
کو یوں ہی بکس کے حوالہ کیا اور روپے اور سیونک ٹیک کی کتاب ڈاک خانہ

بھیجدی یہ قصہ تمام ہوا۔ اب دوسری داستان سنئے۔ کیمبرج یونیورسٹی (انگلینڈ) سے مسٹر براون پروفیسر کی چٹھی آئی کہ تم اپنا حال کا فوٹو لے کر جلد بھیج دو تاکہ حسب تجویز کمیٹی ڈگری بناکر ۱۴ رمے کو کالج میں آویزاں کی جائے اور چند سوالات متعلق میرے تھے جس کا جواب ۱۷ رفروری تک روانہ کرنے کی تاکید تھی۔ یہ دو امر ہوئے تیسری حالت۔ ڈاکٹر معشوق علی شاہ ٹولی نے اب کئی سال سے ایک عادہ بابت شہر و اطراف میں پیدا کر لی ہے اور ۱۳ رجب کو وہ جناب امیرؑ کا مولود کرتے ہیں اور سات برس سے مجھ سے پڑھواتے ہیں ہزارہا آدمی سارے شہر اور دور دور سے آیا کرتے ہیں اور میرا یہ قاعدہ ہے کہ ہر سال نیا مولود کم سے کم دو سو بند کا کہہ کر پڑھا کرتا ہوں اس دفعہ میں اپنے استاد علیہ الرحمہ کی سوانح عمری میں اور اپنے دیوان میں ایسا الجھا رہا کہ یاد ہی نہ آیا۔ دفعتہً ۱۵ رجب کو ڈاکٹر صاحب یاد دہی کو آئے اور میرے عذرات پر رونے لگے کہ میں مولود ہی اٹھا دوں گا آخر میں اقرار کر لیا اور نیا عنوان سوچ کر کچھ بند لکھے تھے کہ شاہ حبیب صاحب منگلس تالاب کی خانقاہ کے صاحب سجادہ باوجود خلوت نشینی میرے پاس آئے ان کے بیٹے کی شادی ہے رقعہ تو ایک طرف ایک پوری مثنوی حسب قاعدہ رسم دہات سمدھیانہ کے لئے کہوانے سر پر آ کر موجود ہو گئے اب فرمائیے کہ میری کیا حالت ہوگی خلاصہ یہ کہ لیٹے لیٹے دو دنوں میں بھی

اور ان کی فرمائش سے خدا نے نجات دی سوا سو شعر فارسی کے تصنیف کئے۔ اب مولود شروع کیا شب گزشتہ دو بجے رات کو مقطع لکھ کر فرصت کی نو بجے آج دن کو پڑھنے کو گیا تو میں آپ سے کیا گزارش کروں بے مبالغہ ایک میلا تھا۔ مرتضےٰ حسین احمد علی خاں کے بہنوئی موٹر کے پاس اُتارنے آئے مجھ کو مثنوی دردِ دل یاد آئی اور احمد علی خانصاحب کو پیاماً خدا جانے کیا کیا کہلا بھیجا۔ جس شد و مد سے میں نے آج ڈھائی گھنٹہ تک مجلس پڑھی ہے اور جیسی مجلس ہوئی ہے واللہ میر انیس کی چوٹی کی مجلسیں بھی ویسی نہیں دیکھیں جیسا اثر طاری تھا بیان سے باہر ہے الحمد للہ شکراً لک اللہم۔

ایک بجے خستہ و تباہ گھر آیا پھر درد کمر نمودار ہوا۔ اس وقت کہ شب کے سات بجے ہیں آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔ شاید گزشتہ خط میں لکھ چکا ہوں کہ میں نے میر عنایت حسین امداد کے سالے نبا صاحب کو مسودات صاف کرنے کے لئے اس شرط کے ساتھ دس روپے مشاہرہ پر نوکر رکھ لیا ہے کہ فی یوم چھ صفحے صاف کریں ڈیڑھ جز سوانح عمری صاف کر کے چھپرہ چلے گئے کل آئے ہیں اوّل تو املا کی غلطیاں ناقابل برداشت ہیں دوم طوالت زمانہ مگر کیا کروں اتنا بھی کوئی نہ مل سکا۔ دو جزو پورے ہو کر آپ کی خدمت میں فوراً روانہ ہوں گے اور اس کو آپ آخری مسوّدہ سمجھیں ہاں جو کچھ آپ زیادہ یا کم کریں دوسرے کاغذ پر نشان دے دے کر لکھیں آپ نے جہاں جہاں شکوک ظاہر کئے ہیں مسوّدات کو جب ملاحظ

کریں گے تو انشاء اللہ درست پائیں گے فقط آپ کی تشفی کے لیئے بطور نوٹ مسوّدہ کے حاشیہ پر لکھ دیں گے کاپی میں لکھا نہ جائے گا کیوں کہ معمولی بات ہے۔ بھائی میرے اتنی بات آپ ذہن نشین کریں کہ کسی بہت بڑے ذی کمال کی سوانح عمری لکھنے میں سب سے زیادہ اہم اور پہلا اُس کے کمال کے حالات مدلل بیان کرنے ضرور ہیں ورنہ یا مصنف کا نقص ہے یا خود ہیرو کا اور دیگر حالات ضمنی ہوتے ہیں۔ ان ضمنی و اصلی حالات میں بھی قلم کو بہت جگہ روک کر چلنا ہوتا ہے آپ ملاحظہ کریں میرے دوست مولوی محمد حسین آزاد مرحوم نے اپنی مشہور کتاب تذکرۂ آب حیات میں اپنے استاد ذوق کی سیاہ رنگت اور چیچک رو ہونے کو چاند اور ستارے سے نسبت دی ہے تو اس کا اثر عقلا اور اہل قلم پر کیا ہو سکتا ہے انھوں نے ہزار کوشش کی ہے مگر مجموعۂ حالات اور اشعار سے صاف صاف نمایاں ہے کہ میاں ذوق نہ اونچی سوسائیٹی کے تھے اور نہ ذی علم تھے۔ ہمارے مولوی حالی صاحب نے غالب کے لئے بقول انھیں کے چار برس تک کانٹ چھانٹ کی اور لوہار والے نواب سعید احمد خاں (غالب کے سسرالی عزیز) نے کوئی دقیقہ خرچ و کوشش کا اٹھا نہ رکھا باتیں بہت بنائیں مگر جوے کی وجہ سے قید میں جانا اور محض بے قید ہونے کو مٹا نہ سکے نظیری و ظہوری سے ٹکر لڑائی وغیرہ وغیرہ مگر کیا ہوتا ہے وہ سر التکلف سنئے کہ خود غالب کا خط نقل کرتے ہیں کہ میں دیگر صحابہ کو کچھ نہیں سمجھتا ہوں میرا اعتقاد یہ

کہ رسول کے بعد خلیفہ بلا فصل علی ثم الحسن ثم الحسین الے آخرہ اور پھر آخر میں تفضیلی سنی بتاتے ہیں العجب۔

میں آپ سے بھی چاہتا ہوں کہ آپ برابر روک ٹوک کرتے رہیئے اور بلا شبہ میری عمر طویل ایسے نازک مرحلہ کے طے کرنے کے لائق نہیں مگر کیا کروں میرے بعد کسی ایک سے بھی تو اس کا انجام نہ ہو گا۔

اب سنیئے کاپی نویس دو مقرر ہو گئے فی جزو للعہ (شرط یہ کہ غالب کی سوانح عمری سے اگر ۱۹ ہو گی تو باطل اور ہرجانہ الگ) پریس میں عہ کی طلب (شرط یہ کہ پانچ سو فرمے روز چھاپے شرائط بالا کے ساتھ۔ ناشتہ کھانا جائے علاوہ) کاغذ فی رم (عہ) کا بارہ رم خرید چکا۔ پریس کے کچھ پتھر گھٹتے ہیں چار موجود ہیں۔ دونوں کتابوں کی قیمت چھ روپے سے کم نہ ہو گی اور چھپ کر انشاء اللہ دو دو سو جلدیں آخر میں اور ایک ایک جزو چھپ چھپ کر جائے گی حیدرآباد میں کیا یہ دو سو جلدیں بھی نہ بکیں گی! میں تو کل جلدیں آپ پاس بھیج دیتا مگر بالفعل تین تین سو یہ کتابیں اس غرض سے چھپواتا ہوں ایک ایک سو اپنے پاس رکھ کر فکر بلیغ و اردو تعلیم و فارسی تعلیم کو (جو یقیناً یہاں کی یونیورسٹی میں جاری ہو گی) سرمایہ بنا لوں مجھ کو یقین ہے کہ دونوں کے چھپنے میں چار سو روپیہ سے کم خرچ نہ ہوں گے اگر آپ نہ ہوتے یا اس کے فوائد سے شبلی اور رول کے غافل ہوتے تو استغفر اللہ محال تھا کہ کوئی چیز چھپ سکتی۔ میرے لائق بھائی

آٹھ سو کی کثیر رقم تھوڑی نہیں اس پر بھی اس کا نام نہیں کہ میں بڑا کام کر رہا ہوں

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند ۔

آج بھری مجلس میں چھوٹے نواب اور نواب دلدار علیخاں حسین آبادی اور خدا جانے کون کون بیٹھا تھا میں نے یہ سب حالات کھول دئے اگر میرا بھائی مدد نہ کرتا اور بلا قید روپے بھیجے نہ جاتا تو نہ میں اوروں سے بھیک مانگتا اور نہ کسی کے پنجہ میں آتا اور نہ احسان کی ٹوکری اٹھاتا الحمدللہ کہ میں اپنے ہی بھائی کا ممنون ہوا خدا نے مجھ کو ٹینہ والوں سے بچایا ۔ حساب چھپنے وغیرہ کا بھی میں بھیجوں گا فقط اس خیال سے کہ آپ دیکھیں کہ کس کس تفصیل سے میں خرچ کرتا ہوں آپ خود ملاحظہ کرتے جائیں گے کہ آیندہ مجھ کو کتنی ضرورت پڑے گی ابھی تو شاید دو مہینے تک کام چلے گا انشاءاللہ

اب کل سے مجھ کو دم لینے کی فرصت ناممکن ہے خدا میری مدد کرے۔

میری سرتاج ہند بھاوج (خدا عمر طبعی کو پہنچائے اور اس سے کہیں زیادہ وقار و شہرت نصیب ہو حق یوں ہے کہ ہندوستان میں بہترین نسوان سے ہے میری دلی دعائیں ۔

دعاگوئے عمر و اقبال
سید علی محمد شاد

مکرر التماس ضروری

یہ خط شب کو میں نے لکھا اور لفافہ میں بند کر کے رکھ چھوڑا صبح کو سوانح کا کام شروع کیا تو یہ خیال ہوا کہ جو مسودہ آپ پاس بھیجا جائے گا کم سے کم آٹھ دنوں

ہیں واپس آئے گا اس میں نقصانِ وقت نہ ہونے پائے لہٰذا صرف ایک ہی جزو مسوّدہ روانہ کرتا ہوں۔ فوراً ملاحظہ کیجئے اور جو ترمیم کرنی ہو کیجئے انشاءاللہ اس منگل تک یہ واپس آئے گا اور میں اگر مر نہ گیا تو اسی کے دو دن بعد دوسرا جزو جائے گا پھر یہی سلسلہ رہے گا۔ مسوّدہ کے ہر صفحہ پر التزاماً نام کتاب کا رہے گا آپ غور کر کے میرے بھیجے ہوئے ناموں پر پھر غور فرما کر نام لکھ دیجئے اگرچہ آپ نے اپنا تجویزی نام لکھا ہے مگر پھر بھی غور کر لیجئے کتاب کا نام ابتدا میں باعثِ شہرت ہوا کرتا ہے۔ مجھ سے غیر ممکن ہے کہ میں کل بارہ جزوں میں اتنے بڑے بزرگ کی سوانح عمری اور کلام پر اکتفا کر دوں۔

کم سے کم سولہ جزو سے کسی طرح کم ہونا ممکن نہیں ہے البتہ لائف کے متعلق اختصار ہو سکتا ہے مگر مثنویوں اور قصیدوں غزلوں نثر عبارتوں کی نسبت کیونکر کر سکتا ہوں۔ میری بڑی خوشی یہ ہے کہ اس وقت کے اہلِ کمال دیکھیں اور تولیں اور جب تک اس قول کا رستہ نہ دیا جائے ان کی نظر کیونکر پڑ سکتی ہے۔ آپ کے سب خط محفوظ ہیں کوئی بات اگر فروگزاشت کروں تو مسوّدہ میں الگ پرچہ پر ضمیمہ کر کے لگا دیجئے میں کاپی میں اس کی اصلاح کرتا رہوں گا۔ بھائی میری عمر کو میرے امراض کو میرے اس عمر کے تکلیفات پر نظر کیجئے شاید دنیا میں میرے لئے بجز آپ کے نہ ایسا کوئی میرا دلسوز ہے نہ واقف کار۔ دن رات بذریعہ تحریر و تقریر کے میری تعریفیں لوگ کرتے ہیں مگر جو میرے لئے آپ ہیں خود میرا لڑکا

تک ہے نہیں۔ آپ فرماتے ہوں گے کہ نہ اب تک اس نے پورا پورا جواب میرے خطوں کا کبھی دیا نہ میرے اور مسز تاج خاتون ان کے تصانیف کے بارہ میں کچھ لکھا اصل یوں ہے کہ اوّل تو میں ان تصانیف کو اپنی ہی تصنیف سمجھ رہا ہوں دوسرے ذرا سر کھجانے کی فرصت ہو تو تدارک مافات کروں خدا شاہد ہے کہ چار مہینے سے نہانے کی فرصت نہیں مل سکی کپڑے بدلنا نصیب نہیں ہوتا۔ ہاں اکثر اہل قلم آپ سے میرے خطوط اردو ضرور مانگیں گے تاکہ پرچوں میں درج کریں مگر امید ہے کہ آپ احتیاط فرمائیں گے خدا جانے میں نے آپ کو کیا کیا لکھ دیا کرتا ہوں اور آپ پر مجھ کو کیسا بھروسہ ہے جو غیروں پر کیا معنی عزیزوں پر بھی نہیں ہو سکتا کل ہی خبر سنی کہ ایک مولانا صاحب جو پرچہ نکالنے والے ہیں وہ میرے خطوط کی نقل کی خواستگاری آپ سے کرنے والے ہیں۔ مسودہ جلد ملاحظہ فرما کر روانہ ہو والدعا

شب چہاردہم رجب ۱۳۴۲ھ م ۲۰ فروری ۱۹۲۴ء

تمھارے باپ کا غلام
سید علی محمد شاد

۴۴

جناب اخوی محتشمی گرامی قدرم روحی فداکم

تسلیم بالوف الشوق والتکریم آپ کے تار کے دو دن قبل میں مسودہ کا ایک ایک جز و رجسٹری کرکے بھیج چکا تھا جواب دینا بیکار سمجھا کیونکہ رجسٹری کا پہنچنا ہی جواب

میں واپس آئے گا اس میں نقصان وقت نہ ہونے پائے لہٰذا صرف ایک ہی جزو مسوّدہ روانہ کرتا ہوں۔ فوراً ملاحظہ کیجئے اور جو ترمیم کرنی ہو کیجئے انشاءاللہ اس منگل تک یہ واپس آئے گا اور میں اگر مر نہ گیا تو اسی کے دو دن بعد دوسرا جزو جائے گا پھر یہی سلسلہ رہے گا۔ مسوّدہ کے ہر صفحہ پر التزاماً نام کتاب کا رہے گا آپ غور کر کے میرے بھیجے ہوئے ناموں پر پھر غور فرما کر نام لکھ دیجئے اگرچہ آپ نے اپنا تجویزی نام لکھا ہے مگر پھر بھی غور کر لیجئے کتاب کا نام ابتدا میں باعث شہرت ہوا کرتا ہے۔ مجھ سے غیر ممکن ہے کہ میں کل بارہ جزوں میں اتنے بڑے بزرگ کی سوانح عمری اور کلام پر اکتفا کر دوں۔

کم سے کم سولہ جزو سے کسی طرح کم ہونا ممکن نہیں ہے البتہ لائف کے متعلق اختصار ہو سکتا ہے مگر مثنویوں اور قصیدوں غزلوں نثر عبارتوں کی نسبت کیونکر کر سکتا ہوں۔ میری بڑی خوشی یہ ہے کہ اس وقت کے اہل کمال دیکھیں اور تولیں اور جب تک اس قول کا رستہ نہ دیا جائے ان کی نظر کیونکر پڑ سکتی ہے۔ آپ کے سب خط محفوظ ہیں کوئی بات اگر فروگزاشت کروں تو مسوّدہ میں الگ پرچہ پر ضمیمہ کر کے لگا دیجئے میں کاپی میں اس کی اصلاح کرتا رہوں گا۔ بھائی میری عمر کو میرے امراض کو میرے اس عمر کے تکلیفات پر نظر کیجئے شاید دنیا میں میرے لئے بجز آپ کے نہ ایسا کوئی میرا دلسوز ہے نہ واقف کار۔ دن رات بذریعہ تحریر و تقریر کے میری تعریفیں لوگ کرتے ہیں مگر جو میرے لئے آپ ہیں خود میرا لڑکا

تک ہے نہیں۔ آپ فرماتے ہوں گے کہ نہ اب تک اس نے پورا پورا جواب میرے خطوں کا کبھی دیا نہ میرے اور مسز تاج خاتونان کے تصانیف کے بارہ میں کچھ لکھا اصل یوں ہے کہ اوّل تو میں ان تصانیف کو اپنی ہی تصنیف سمجھ رہا ہوں دوسرے ذرا سر کھجانے کی فرصت ہو تو تدارک مافات کروں خدا شاہد ہے کہ چار مہینے سے نہانے کی فرصت نہیں مل سکی کپڑے بدلنا نصیب نہیں ہوتا۔ ہاں اکثر اہل قلم آپ سے میرے خطوط اردو ضرور مانگیں گے تاکہ پرچوں میں درج کریں مگر امید ہے کہ آپ احتیاط فرمائیں گے خدا جانے میں نے آپ کو کیا کیا لکھ دیا کرتا ہوں اور آپ پر مجھ کو کیا بھروسہ ہے جو غیروں پر کیا معنی عزیزوں پر بھی نہیں ہو سکتا کل ہی خبر سنی کہ ایک مولانا صاحب جو پرچہ نکالنے والے ہیں وہ میرے خطوط کی نقل کی خواستگاری آپ سے کرنے والے ہیں۔ مسودہ جلد ملاحظہ فرما کر روانہ ہو والدعا

شب چہار دہم رجب سنہ ۱۳۴۲ھ م ۲۰ فروری سنہ ۱۹۲۴ء

تمھارے باپ کا غلام

سیّد علی محمد شاد

۴۴

جناب اخوی محتشمی گرامی قدرم روحی فداکم

تسلیم بالوف الشوق والتکریم آپ کے تار کے دو دن قبل میں مسودہ کا ایک ایک جزو رجسٹری کر کے بھیج چکا تھا جواب دینا بیکار سمجھا کیونکہ رجسٹری نہ پہنچنا ہی جواب

تھا۔ جن کاتب صاحب کو میں نے اپنی تن آسانی کے خیال سے دس روپیہ مہینے پر رکھا تھا ایک جزو بھی املا سے صحیح نہ لکھ سکے ناچار موقوف کر دیا ایک اور بزرگ ذات کو مطبع کی دیکھ بھال کے لئے رکھا تھا ان کو بھی الگ کر دیا اب میں سب زحمتیں اپنے ہی اوپر لوں گا توکلت علی اللہ حالانکہ عمر بھر حساب کتاب کی دیکھ بھال سے تعلق نہ رہا مگر کرنا کیا ہے۔ یہ دوسرا جزو بھی حاضر کرتا ہوں اس کے صفحہ ۱۲ میں جگہ چھوڑ دی ہے اگر آپ کو تحقیقی طور سے حضرت شاہ غلام علی صاحب کے ننھیال کا حال معلوم ہے تو اس جگہ کو معمور فرمائیے۔ اس کے علاوہ جہاں جہاں مسودہ میں مجھ پیر فانی سے فروگزاشت ہوئی ہے مجدداً ملاحظہ فرماتے جائیے۔ میں صاف کر کر کے کاتب کو دیتا جاؤں گا۔ آپ نے پنسل سے اپنے مسودہ پر کچھ نام لکھے تھے وہ مجھ سے پڑھے نہ گئے۔ حضرت ابوالفرح واسطی کے مزید حالات اور حضرت کے خاندان کے تعلقات کو بھی جلد تحریر فرمائیے۔ چونکہ کاپیوں کے لئے جدول کا پہلے چھپوا لینا نہایت مناسب ہوتا ہے جدول چھپ رہی ہے مسودہ جلد عنایت فرمائیے میں کوشش کر رہا ہوں کہ مارچ کے پہلے ہفتہ پروف چھپ کر آپ پاس پہنچ جائے اور چھپنا رکے نہیں آئندہ خدا کو علم ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں ایک اشتہار الگ چھپوا کر اس کی کاپیاں آپ پاس بھیج دوں اس اشتہار میں نہ فقط اس سوانح عمری کی خبر ہوگی بلکہ میرے دیوان وغیرہ کی بھی القسا میں بھی یہ خبر درج ہونی چاہیئے۔ سوانح عمری کا نام پھر بھی

تجویز کر کے جلد لکھئے ایک نام "حیات کامل" میرے ذہن میں آتا ہے آپ اپنی رائے لکھئے سرورق پر لکھنا ضرور ہے یہ بھی آپ کو معلوم رہے کہ سوانح عمری سولہہ جزو سے زیادہ اور چودہ جزو سے کم نہ ہوگی اور یہی دیوان کی بھی حالت ہے دہلی، لکھنؤ، لاہور میں جو نئی کتابیں چھپتی ہیں چار آنہ جزو اس کی قیمت علی العموم ہے نام یاد نہیں آتا حضرت شاہ نظام الدین اولیا کے جانشین مولف کربلا نامہ وغیرہ کا اشتہار یہ ہے کہ میں نے لحاظ گرانی کاغذ وغیرہ کا نہیں کیا چار آنہ فی جزو اپنی کتابوں کے دام رکھے ہیں ان حسابوں میری دونوں کتابوں کے دام آٹھ روپے ہوتے ہیں ایک سو خریدار تو غالباً میری نگاہ میں موجود ہیں غالباً حیدرآباد میں آپ کے ذریعہ سے اتنے ہی اور نکل آئیں خدا کرے کتابیں جلد چھپ کر آپ کی خدمت میں پہنچ جائیں میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ کتاب فکر بلیغ و کلیات مراثی و کتاب انجیل اسلام (یہ عجیب و غریب کتاب دیکھنے سے متعلق ہے) سر سید احمد خاں صاحب نے چالیس برس اُدھر یہ چھاپا تھا کہ اُردو انجیل کی سلیس زبان اور اثر نہایت قابل تعریف ہے" مجھ کو اسی وقت سے خیال تھا کہ رسول اللہ ؐ کے تمام واقعات کو یہی لباس پہناؤں اور علی مرتضیٰ کے کلمات اور قرآن کے آیات کو ان حضرات کی زبان سے اسی سلاست ولب و لہجہ میں لے آؤں نصف سے زیادہ لکھ چکا ہوں مسلمانوں پر منحصر نہیں ہے قابل ہندوؤں پر بھی اتنا اثر دیکھتا ہوں کہ حیرت ہوتی ہے لیکن ادھر

سوانح عمری کے سبب سے لکھنا بند کر دیا ہے انشاء اللہ کسی خط میں تھوڑی سی نقل ملاحظہ کے لئے بھیجوں گا غرض میری زندگی میں اور آپ کی بدولت چھپ جائیں اور انشاء اللہ آپ کا کوئی نقصان نہ ہوا ے خدا میری مراد پوری کر آپ نے ایسے موقع میں بلا کسی خیال کے جو اعانت کی ہے میں ہرگز اس کے شکریہ سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ ہر چند اس کی ضرورت مطلق نہ تھی مگر اس خیال سے کہ آپ برابر چھپنے کی حالت سے مطلع ہوتے رہیں خرچ کا حساب لکھتا رہوں گا اور شاید دوسرے ہفتہ میں تخمینہ جملہ خرچ آئندہ کا بھی لکھوں گا ـــــ

بالفعل حسب ذیل خرچ ہو رہا ہے۔

پریس مین ماہانہ جس سے کھانا ناشتہ میرے ذمہ دونوں کا پیچھے کشش

وعدہ نوشتنہ یہ ہے کہ (للعہ)

روزانہ پانچ سو فرمے عمدہ مکرر عرض ہے۔

دیگا اور اگر نقص کوئی فرمہ مسودہ جلد عنایت فرمائیے

ہوگا تو وضع کر لیا جائیگا۔ خاکسار

(۲۰ سے)

۲۶ فروری ۲۴ء سید علی محمد شاد

۴۵

میرے غمخوار سرمایہ ناز افتخار بھائی اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو میرے سر پر سلامت رکھے

تسلیم ہم سے قسم لیجئے کہ بار بار سلیمہ والا خط ہم کو ملا بھی ہو ہم تو رات دن اسی فکر میں

پریشان رہا کئے کہ آخر یہ دونوں حضرت کہاں رونق افروز ہوئے کربلا جاتے تو اب تک کئی خط آ چکتے بالفرض یورپ بھی رونق فزا ہوتے تو رسید تو آتی راتوں کی نیند حرام ہوگئی۔ میں آپ کے لئے آپ سے محبت نہیں کرتا اپنے خیال سے آپ کے لئے دعاگوئی کرتا ہوں میرا اب دنیا میں ایک بھی ماتم وار نہ رہا بجز آپ کے۔

بھیا عجب مصیبت میں ہوں ان دنوں چار چار کتابوں کے مسودے ہیں اور میں بوڑھا ناتوان ہوں زیادہ کیا طول دوں بلا فرق غذا میں رفتار و نشست برخاست میں قریب قریب عادات میں اپنے حضرت استاد علیہ الرحمہ کا خاکِ پا ہوگیا ہوں اس پر محنت سی محنت ہے خدا ناکردہ ذرا چوک ہو جائے تو سیکڑوں جوتیوں کا سامنا ہے اور عمر بھر کا ریاض مٹی۔ ایک بھی مشورہ کار ہے نہ معاون نہ کاتب بھلا یہ تو ایک طرف شہر بھر میں اس سرے سے باقی پور تک کوئی آشنا نہ رہا کہ کوئی شعر یا مضمون سنانے کو جی چاہے لطیفہ سنئے میں اپنے پوتے کو دو شعر مقابل کے یاد کروا رہا تھا حضرت نظیری اور حضرت استاد کا نظیری ؎

نظر بظاہر و صیاد در خفا خفتہ است   اجل رسیدہ چہ داند بلا کجا خفتہ است

فریاد علیہ الرحمہ ؎

نثار زندہ مستے کہ بر ملا خفتہ است   بہ بیم آنکہ نہ بوسم کشیدہ پا خفتہ است

ایک دست فروش عجم بیٹھا ہوا تھا دوسرے شعر پر پھڑک جاتا تھا۔ بہ بہ آفرین آفرین ایک صاحب جنھوں نے فارسی میں ام، اے کی ڈگری پائی ہے

فرمانے لگے کہ میں تو ان دونوں شعروں کا لطف نہ سمجھا عجم جھلا گیا منہ پھیر کر کہتا ہے کہ اگر گاؤ خر بہ لذت حلوا نرسد عیسے نیست   میں نے بیچ بچاؤ کر دیا۔

یہ تو حالت ہے ان دنوں بہ اعانت و مدد گورنمنٹ صوبہ بہار کی مفصل تاریخ لکھ رہا ہوں اور کاپی شروع ہو گئی کیفیت تو یہ کہ پانچ چھ روپیہ روز اگر خرچ نہ دیدیا کروں تو خدا شاہد ہے فاقہ ہو جائے اور ان دنوں ایک آمدنی تو فقط لعہ ذاتی پنشن اور باقی قرض پر اوقات مگر مزاج کی یہ حالت کہ گورنمنٹ نے یہ شرط کی تھی کہ ایک حصہ تاریخ کا چھپنے اور دیکھنے پر دو ہزار روپیہ دیں گے میں نے کہا دیکھیے اور جانچے گا کون کہا گیا کہ ڈاکٹر عظیم الدین میں نے کہا کہ اگر وہی حکیم عبدالحمید کے نواسے عظیم الدین ہیں تو مجھ کو معاف کیجئے وہ تاریخ کو کیا جانیں آخر گفتگو کر کے جانچ موقوف اور چار قسطیں پانچ پانچ سو کی کر کے پہلی قسط ۱۶ ارمے کو میرے پاس بھیج دی۔ قاضی حمید کے پوتے قاضی عبدالودود (جو بیرسٹری پڑھتے شاید کیمبرج میں گئے ہیں) کلام شاد کے نام سے انھوں نے اپنی تجویز اپنے خرچ اپنی صحت کی ذمہ داری پر دس جزو چھپوائے ہیں اور آپ تک بھی پہنچ گیا۔ اس کو دیکھ کر میں خون کا آنسو رو یا ہوں اسی وقت سے عہد کیا تھا کہ اب دیوان کو تین حصہ کر کے ایک حصہ چھپوا دینا واجبات سے ہے چنانچہ اسی ضمن میں اس کی بھی دیکھ سن غور اصلاح مسودہ کی ترتیب الگ۔ تاریخ بہار ہی ایک ایسی مشکل چیز ہے ساتھ اس کے ہم نے اس کو اس قدر مشکل ہے

اوپر لے لی ہے کہ بیان سے باہر ہے براہمہ ہند کا فلسفہ مذہبی اُنکی فقہ وغیرہ کا ایک ضمیمہ پندرہ جزو کا بڑھا دیا ہے ۔

دیوان کا ضمیمہ نثر فلسفہ شاعری وغیرہ وغیرہ دس جزو سے کم نہیں ہے فارسی تعلیم کا میدان بیحد وسیع یہ الگ بات کرنے نہ فرصت نہ تاب اللہ ہی ہے کہ سب کام ہو اور درست ہو ۔

آپ کے سرفراز نامہ کے ساتھ جناب اولڈہم صاحب کا بھی مہربانی نامہ پہنچا انشاءاللہ فرصت ہو تو جواب لکھوں انھوں نے (جیسی کہ اکثر عادت ہے) چند تاریخی سوال پوچھے ہیں ۔

میں اس کے جواب میں اُن کو بتاؤں گا کہ سیّد ہمایون میرزا کون ہے۔ آپ میری خاطر سے بلکہ میری طرف سے ان سے ضرور ملئے اور مناسب طور سے کہئے کہ علی محمد زناد آپ کا بیحد ممنون عنایت ہے اس نے لکھا ہے کہ میرے موریل کے بارہ میں جناب اولڈہم صاحب نے جو رپورٹ گورنمنٹ کے پاس بھیجا تھا شاید ہی کسی انگریز نے کسی ہندوستانی کے لئے لکھا ہو اگرچہ گورنمنٹ نے بہت مختصر اضافہ پنشن میں کیا یعنی پچاس کے ساٹھ کر دئے جو میرے پانچ دن کا خرچ ہے وہ بھی ذاتی ہمیشہ بری حالت اور قرض پر اوقات ۔ ملک حسن نظر سے مجھ کو دیکھ رہا ہے گورنمنٹ عالیہ نے عشر عشیر بھی اس کا خیال نہ کیا میں تو اپنی عمر کاٹ چکا دو بارِ عظیم سر پر ہیں ایک ادائی قرض دوسرے ان بچوں کا

تعلیم جو بالکل رہی جاتی ہے اگر انھوں نے نہ پڑھا تو پھر یہ خاندان مٹ گیا۔ انربل فخر الدین کی صلاح سے ایک میموریل اور دے رہا ہوں اگر وہاں بیٹھے بیٹھے آپ نے کچھ کیا تو کیا کہنا ہمیشہ تاریخ میں یہ نقش رہ جائے گا کہ انگریز ایسے ہوتے ہیں۔ پنجاب کے ڈاکٹر اقبال وہی ہیں کہ کیمبرج میں جب پڑھتے اور یہاں ایم اے میں فارسی کا آنر پاکر وہاں گئے تھے تو کیمبرج میں ایرانی عمائد کے لڑکوں کی ایک سوسیٹی تھی ان کو فارسی دان سمجھ کر ممبر مقرر کیا سخت گھبرا گئے چند سبجکٹ میرے پاس بھیجے بیحد اصرار کیا کہ سب پر کچھ لکھ کر بھیجدوں میں نے کسی پر کچھ بعض محاورات میں لکھ کر بھیج دئے پھر تو جس تعجب اور عظمت سے وہ دیکھے گئے خود معترف ہیں حال میں بھی ان کی فارسی نظمیں جو چھپیں اور جس پر ہم قسم کا انعام انھوں نے پایا یا سچ ہے اگر خدا ناکردہ میرے قلم سے ویسی نظم نکلتی تو اپنے سے آپ نفرت ہو جاتی۔ ٹیگور صاحب بنگالی نے جن خیالات منظوم پر دولت کثیر اور شہرت پائی وہ بنگلہ میں ہے ترجمہ ہو کر مشتہر ہوئی مگر بات یہ ہے کہ مرزائی بیمار و مرے لئے خود تعریف کے ہزاروں خطوط آتے ہیں مگر کسی کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ ذرا ہی کلام شاد کے چیدہ اشعار کا انگریزی ترجمہ کر کے یورپ کی کسی علمی سوسیٹی میں بھیج دے آیندہ تقدیر ٹیگور اور اقبال نے جہاں تک تحقیق معلوم ہوا خود تھوڑی ہی کوشش کی اسکی قوم اور احباب نے۔ بلاشبہ میرے دلی عزیز سید علی امام سلمہ اللہ تعالیٰ بہت کچھ کر سکتے تھے مگر یہ بات نہیں کہ عمداً چشم پوشی کی بلکہ ایسے

عدیم الفرصت لوگوں کے آگے جب تک پکی پکائی ہانڈی نہ رکھ دی جائے خود کرنا دشوار ۔

آپ خود ایک ہفتہ میں لندن میں بیٹھ کر یہ کر سکتے ہیں کہ کم سے کم بیس صفوں میں میرے چیدہ اشعار کا خود ترجمہ کیجئے مزید احتیاط کے خیال سے میرے عزیز محترم رائٹ آنربل سید امیر علی صاحب بالقابہ العالی کو دکھا لیجئے مختصر سی ایک میٹنگ کر کے اولڈہم صاحب کو صدر بنا کر اور مختصر سے میرے خیالات اضافہ فرما کر مع میٹنگ کے رزولیشن کے کسی سوسئیٹی میں بھیج تو دیجئے تاکہ یہ تو معلوم ہو جائے کہ اردو نے کہاں تک ترقی کی ہے آیندہ تقدیر ۔

خداوند کریم دونوں میاں بی بی کو بالکل تندرست چاق چوبند کر کے وطن واپس لائے بحق محمد و آلہ الامجاد ۔ استاد علیہ الرحمہ کا لائف حسب خواہ چھپ جائے ۔

ہر چند اس سفر میں وافر دولت آپ صرف کر رہے ہیں میرا جی دکھنا ضرور ہے مگر نتائج پر نظر کر کے مطلق افسوس نہیں ہوتا خدا آپ دونوں کو فایز المرام لائے اور اگر آپ میرا کچھ کام بنا لائے (جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں) تو ایک ملک فتح کر لیا اور زیادہ کیا عرض کروں ۔

آج اخبار خلافت بمبئی میں ایک فارسی نظم پچاس ساٹھ شعروں کی درج کرنے کو بھیجی ہے ۔ فارسی زبان حضور نظام دکن میں حاضر ہو کر اپنے حالات

بیان کرتی ہے اردو کینز جو فارسی کینز کی پالک ہے وہ بھی ہمراہ ہے اس کی بھی سفارش کرتی ہے خدا کرے حضور نظام تک پہنچ تو جائے آئندہ قسمت۔

میرے بھائی اگر واقعی وہاں کوئی مشورہ اس بارہ میں ہوا خواہ کسی اخبار میں میری نسبت کچھ چھپوا دینے کی صلاح ٹھہری تو اتنا ضرور لکھا جائے کہ یہ شخص اس کا ادنے شاگرد رشید ہے کہ جس نے جان مارش مین مولف تاریخ بنگالہ و مسٹر ماکرن مولف تاریخ چین سے زبانی لکچر دے کر ضخیم کتابیں جمع کروادیں۔ اتفاق سے یہ وقت ملا ہے کہ آپ سا شخص وہاں ہے اور پھر سر سید علی امام اولڈ ہم صاحب رائٹ آنربل سید امیر علی صاحب جیسے معین جمع ہیں اگر کچھ نہ ہوسکا تو کچھ نہ ہوا باتیں بہت ہیں وقت کم ہے خط کو تمام کئے دیتا ہوں سنا ہے کہ کل ہی ولایت کی ڈاک روانہ ہوگی گھر میں اپنے دلی دعائیں اور سب بچے آداب بجا لاتے ہیں جو مرحمت نامہ عزیز بہتر از جان سر سید علی امام صاحب طال عمرہ کا مارسیلز سے آیا تھا میں نے جواب بھیج دیا تھا میری تسلیم اور دعائیں فرما دیجئے گا

۳۰ جون سنہ ۱۴ء
پٹنہ

خاکسار آپ کے باپ کا غلام
سید علی محمد شاد

میرے غمگسار محسن و روح و جان بھائی اللہ تعالیٰ مجھ کو تم پر نثار کر دے

تسلیم بالوف الدعا و صنوف التکریم عذر گناہ اگر بدتر از گناہ نہ سمجھا جائے تو مفصل گزارش کروں پہلے تو یہ سنئے کہ پہلے تو آپکے تار کے جواب میں ایک مفصل خط اور رسالہ تحفہ اس کے جواب میں ایک تار (کہ زندہ ہوں اور خط جاتا ہے) لکھ شاہ یوسف حسین ولد شاہ حفاظت حسین مرحوم کے حوالہ کیا وہ میرے ملازم کارپرداز اور باڑہ والے مقدمہ کم بخت میں جا رہے تھے کہ اسٹیشن سے لگاتے جائیں اس سے بڑھ کر کیا اطمینان ہو سکتا ہے گاڑی چھوٹ رہی تھی کہ یہ اسٹیشن پہنچے اور سوار ہو کر باڑھ میں داخل ہوئے اسی گاڑی میں مجسٹریٹ اس گاؤں کے پڑتال کرنے کو موکانوان جا رہا تھا یہ بھی موکانوان وہاں سے موضع پر پہنچے مجسٹریٹ کو اور بھی چند تنازع دیکھنے تھے یہ ایک ہفتہ تک اس کے انتظار میں بیٹھے رہے اور مطلق یاد نہ آیا کہ خط یا تار لگا دیں میں اس وقت تک مطمئن کہ ضرور میرا تار اور خط آپ کو مل گیا تب تو آپ نے کوئی خط حسب میرے لکھنے کے مجھ کو نہ لکھا وہاں سے وہ مظفر پور میرے کام کو گئے غرضکہ کم بخت نے اس کا ذکر تک نہ کیا کل جب رجسٹری ملی تب یہ سب حقیقت کھلی کہ نہ تار لگایا نہ خط بھیجا۔ رونے اور سر پیٹنے کے اور کیا کہتا۔ اب حقیقت سنئے کہ آٹھ مہینے ہوئے آنربل خان بہادر مولوی فخر الدین صاحب وزیر تعلیمات بہار و اڑیسہ میرے ملنے کو تشریف لائے کتابوں اور مسودات

کا ڈھیر دیکھکر ایک مٹھوارہ دیکھنے گئے جس میں ہندو براہمہ کے فلسفۂ اخلاق کو کسی وقت میں نے کچھ لکھا تھا مجھ سے باصرار فرمائش کی کہ یونیورسٹی کو سخت ضرورت چند کتابوں کی ہے اوّلاً مفصل جغرافیہ اور تاریخ صوبۂ بہار کی دوم ایک ایسی فارسی تعلیم کی کتاب ہو مصطلحات قدیمہ و جدیدہ دونوں کو شامل ہو تیسرے تین کتابیں آنرٹس راف اے و بی۔ اے کورس کے لئے تم جلد لکھ کر چھپوا دو خدا جانتے ہیں میں نے کس قدر انکار کیا مگر بگڑنے لگے وہ تو اصرار کرکے چلے گئے اور میں متحیر رہا کہ کیا کروں چند ہی دن میں گورنمنٹ بہار و اڑیسہ کی مفصل چٹھی پہنچی کہ آنریبل وزیر تعلیمات نے اپنے رپورٹ میں لکھا ہے کہ تم ہسٹری و دیگر کتب ضروری کو تالیف کر رہے ہو منجملہ ۵۰۰۰ روپے کے جو اس کام کے لئے جمع ہے دو ہزار روپے سر دست تم کو دئے جاتے ہیں اس تفصیل کے ساتھ کہ پانچ سو روپے سر دست کلکٹر صاحب تم کو پہنچا دیں گے جب ایک حصہ کتاب کا چھپ جائے گا پھر پانچ سو اسی طرح دو ہزار گورنمنٹ دے گی اور آئندہ دیکھا جائے گا مجھ کمبخت نے لالچ میں آکر سمجھا جائے یا ان بیکس بچوں اور لڑکیوں کے خیال سے اپنے نزدیک بہت آسان کام سمجھ کر قبول کر لیا اور یوں سمجھ لیا کہ جب تک اتوی سید ہمایوں مرزا صاحب سفر یورپ سے مراجعت فرمائیں گے یہ کام ختم ہو جائے گا سب مسودوں کا مٹھوارہ باندھ کر رکھ دیا۔ اس کے دو تین مہینے پہلے سے

ایک درد پیٹھ میں خفیف پیدا ہوا تھا وہ بڑھتا رہا اور رفتہ رفتہ ساری پیٹھ اور
پسلیوں کو اس نے گھیرا پہلے تو گاؤ کے سہارے برابر لکھتا پڑھتا رہا لیکن ڈاکٹروں
کی تجویز یہ ہوئی کہ ممکن نہیں کہ یہ درد جائے جب تک لکھنا پڑھنا قطعاً ترک نہ کر دو
بھلا مجھ سے اور یہ کام ہونا ممکن ہے تاہم بجائے دس گیارہ گھنٹہ کے چھ سات
گھنٹہ گر کے مر کے لکھتا آیا خدا خدا تاریخ کی منجملہ چار مجلد کے ایک جلد ۲۲ جزو
کی مرتب ہو کر سولہ جزو چھپ چکے یہ پہلی جلد محض جغرافیہ ہے اور فارسی تعلیم کا
بھی ایک حصہ اور کورس بھی قریب بہ انجام ہے پریس مین وغیرہ دھوکے نہ دیتے
تو شاید اتنی دیر نہ ہوتی اس بیچ میں سخت سخت ضرورتیں بھی پیش آئیں میرے
گھر کی اوپر کی منزل کی کڑیاں ٹوٹ گئیں اب تک جس طرح ہو سکا بارہ سو روپے
ترمیم میں لگ چکا ہے اور کتابوں کے چھپنے میں چھ سو سے زیادہ مگر پہلی قسط
کے بعد پھر مطالبہ نہیں کیا یہ جلد کسی طرح مرتب ہو لے تو خود گورنر صاحب کو اپنے
گھر میں دعوت دے کر کتاب نذر دوں۔ کورس میں دبستان اخلاق کا بہت
بڑا حصہ اور حضرت کی لائف کے داخل کرنے کی سعادت حاصل کر چکا ہوں مختصر سا
ذکر تمہارا بھی کر دیا ہے کہ صوبہ بہار کے اہل علم پڑھیں اور فخر کریں ایک جگہ مشاہیر
خاتونان ہند کا بھی ذکر آگیا ہے خیر یہ تو آپ سن چکے اب سنئے میرا حال ۱۹
برس کی عمر سے بواسیر اور اختلاج و قلت غذا وغیرہ تو لازم ہی ہے مگر ادھر
سب میں سخت ترقی ہے علاوہ اس کے یہ درد جانکاہ ہو گیا بعض ہفتہ میں

کروٹ بدلنا محال ہو جاتا ہے اور ہاتھ ہلانے سے برچھی لگتی ہے جب یہ درد اتر کر ہتھیلیوں اور تلووں میں آجاتا ہے تو خیر کچھ کام کر لیتا ہوں آپ کے اس تار کے جواب میں یہی سب حالات مفصل لکھے تھے اور یہ لکھا تھا کہ دو تین مہینے تک اور بھی تامل فرمائیے مجھ کمبخت کو کیا خبر کہ آپ پاس وہ خط ہی نہ گیا میں نے سمجھا کہ میرے بھائی نے یہی سب سمجھ کر کوئی خط نہیں لکھا ہے۔ عزیزی احمد علی خان کے بیٹے سیدو کی تین برس کی لڑکی جس سے تمام لوگ مانوس تھے تپ محرقہ میں قضا کر گئی پراگندہ خاطر ہو کر سب لوگ شیخوپورہ چلے گئے۔

جن صاحب کے دو بیٹے الطاف نواب مرحوم کی بڑی بیٹی سے ہیں عمریں سولہ سترہ کی ہیں بڑے کی شادی چھوٹے نواب کی نواسی یعنی میر مبارک علی کھجوہ والے کی بیٹی سے پیش ہے کل مہندی تھی اور چھوٹے لڑکے کی شادی لکھنؤ میں کسی خاندان میں پندرہ دنوں بعد ہونے والی ہے جن صاحب کئی دفعہ آئے مگر جو بھر میں تکلیف کر کے گزری جاؤں اپنا مسودہ نہ دیکھوں عذرات کئے ہیں یہ ہے مختصر میرا حال۔ میری بھابی سرتاج خاتونان ہند سلمہا کو دلی دعائیں اور ختم سفر و ازدیاد وقار کی مبارکباد یہ خاتون مسلمہ یادگار روزگار ہو گئی۔ ایسے شوہر ایسی صالحہ زوجہ اور ایسی زوجہ کو ایسا عالی خیال شوہر شاید ہی میسر آیا ہو فالحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً میں جرمنی والا اسپیچ پڑھا آپ اس کو جامعہ ملیہ علی گڑھ اور معارف اعظم گڑھ میں ضرور بھیج دیجئے

یہ دونوں پرچے دقیع ہیں تب میں ایک تحریر اپنی طرف سے ملیہ علی گڑھ میں بھیجوں گا غالباً ملیہ علی گڑھ یا حبل المتین کلکتہ میں ایک قطعہ میرا چھپے گا آپ کے ملاحظہ کے قابل ہے ۔

سنا بھائی میں جس دن حضرت کی سوانح عمری کو ختم کر کے خاتمہ لکھونگا اسی دن تم سے بھی رخصت ہو جاؤں گا اور شاید یہ اسی سال ہونے والا ہے جب تک آنحضرت کی سوانح عمری پوری نہیں ہوتی اگر مر جاؤں تو مجھ پر لعنت ہے لیکن کسی طرح یہ کام جو سر پر ہے دو مہینے میں ختم ہو جائے آپ یہ خوف نہ کیجے کہ بڈھا مر جائے گا اور یہ کام خدانا کردہ رہ جائے گا لاحول ولا قوۃ اس جنوری تک اگر اللہ چاہے تو یہ کل کام مع ان دو ناکدخدا بے ماں کی لڑکیاں بیاہ دی جائیں اور بس ختم ہے شامت دیکھئے کہ اولڈہم صاحب کے خط کا جواب اب تک ایک کتاب کے بہم پہنچانے کے انتظار میں لکھ نہیں سکا ہوں ۔ بچے سب قدمبوس عرض کرتے ہیں ۔

۵؍ دسمبر ۲۴ء

دعاگو تمہارا بوڑھا خادم

سیّد علی محمد شاد

۷۴

اخوی عزیز تر از روح رواں مواضد با یاراں ہر چہ گویم بہتر از آں سلمکم اللہ المنان

تسلیم و ادعیہ قلبیہ مخلصانہ ۔

سفینہ جبکہ کنارہ پہ آلگا غالب خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیے

آپ کی دو رجسٹریاں پہنچیں پڑھنے اور جواب دینے کی بیس دن سے تاب کس کو تھی میرے لڑکے کو قریب قلب ایک سخت زخم نکلا اس کے اشتداد کی حالت بیان سے باہر ہے ڈاکٹروں نے مخدوش بتایا تین آپریشن کی نوبت آئی میں تو مایوس ہو چکا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا ہر ساعت اس مدت میں ساعت آخر تھی زخم ابھی بھرا نہیں ہے مگر ڈاکٹر اب اطمینان بتاتے ہیں الحمد للہ علی ذالک۔ آپ کو میں پہلے خبر دے چکا ہوں کہ بھائی میری قسمت یہ تقدیر کہاں کہ حق محنت تصنیف پاؤں۔ مولوی فخر الدین صاحب ایک دن دوستانہ طریقہ سے ملنے کو آئے بہت سے مسودے پیش نظر دھرے تھے ان میں کچھ اجزا تاریخ اور فارسی تعلیم کے تھے دیکھ کر کہا کہ چھپوا دو میں نے عذر کیا انھوں نے گورنر سے کہا کہ دو ہزار میں چھپ جائے گی وہاں سے ایک قسط صماد روپے کی آگئی۔ جلد اول میں اور فارسی تعلیم میں ہاتھ لگا دیا تاریخ کی پہلی جلد قریب ختم ہے تین جلدیں اور ہیں کسی قدر تعلیم اور ضمیمہ دیوان بھی چھپ چکا ہے مرتب ہو جائے تو آپ کی خدمت میں حاضر کروں میرا تو خیال یوں ہے کہ میرے پاس سے بھی روپے لگانے ہوں گے تب یہ سب کتابیں حسب خواہ چھپیں گی مجھ سے سخت غلطی یہ ہوئی کہ اپنے گھر میں چھپنے کا اہتمام کر کے کوفت مول لی اور خرچ دونا ہو رہا ہے آپ گھبرا رہے ہیں کہ حضرت علیہ الرحمہ کی سوانح عمری کیونکر

مرتب ہو گی یقین کیجئے کہ جب تک اس کی ترتیب نہ ہو گی میں نہیں مروں گا گویا مٹیریل تو میں جمع کر چکا ہوں صرف ترتیب و تالیف باقی ہے اگر صحت اتنی رہے تو میرا پندرہ دنوں کا کام ہے ۔

میں اس سے غافل نہیں ہوں اور آپ جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس کی زندگی کا اعتبار کیا میں اس سے زیادہ خود کو پابہ رکاب جانتا ہوں اور یہ بھی درست ہے کہ چاہے ہمارے حضرت کی سوانح عمری کوئی آب زر سے لکھ دے مگر ان کے اصل کمال کا دکھانے والا جس پر دار و مدار ہے میرے سوا دنیا میں کوئی نہیں ہے خدا کرے یہ کام پورا ہو ۔

آپ نے پوچھا ہے کہ اس کام کے لئے میں خود آنے کو طیار ہوں دل نے مستقل تو یہی چاہا کہ لکھ دوں کہ فوراً چلے آیئے مگر میں آپ کے پوزیشن و دیگر مصالح سے یہ لکھتا ہوں کہ ایک تو سید علی امام صاحب کی کوٹھی قریب پھلواری کے ہے مجھ سے بعد رہے گا دوسرے شہر میں آپ کے لئے میرے گھر کے برابر کوئی جگہ مناسب نہیں ہے حالت یہ ہے کہ میرے گھر کی اوپر کی منزل آپ کے لئے مناسب ہے مگر اس سال چونکہ چند کڑیاں ٹوٹ گئیں اور پھر سے مرمت شروع کی ہے غالباً جنوری تک درست ہو جائے آپ فرمائیں گے کہ میرے لئے اس اہتمام کی ضرورت کیا ہے نیچے کے کسی کمرہ میں رہوں گا مگر نہیں آپ اب پٹنہ میں اگر آئیں گے تو ضرورت شدید اس کی ہے کہ ایک دفعہ یا دو دفعہ اعیان شہر کو مدعو

کر کے آپ سے ملاؤں اور یہ سفر جو آپ نے کیا ہے و دیگر حالات پر لکچر دلواؤں ذرا گھر درست ہو جائے تو میں خود اس مبارک تقریب کی خبر ہی نہیں دونگا بلکہ اصرار کروں گا۔

چند روز ہوئے جناب سید علی امام صاحب مع اپنے دو صاحبزادوں کے مجھ سے ملنے آئے میں سوتا تھا دو بجے سے چار بجے تک بیٹھے رہے افسوس ہوا کہ کسی نے اٹھا نہ دیا ایسے تپاک سے اس دفعہ ملے کہ میں ممنون ہوا بہت سی محبتانہ باتیں کرتے رہے اور یہ چاہا کہ میں ان کی کوٹھی مریم منزل میں جاکر دو تین دن قیام کروں عجب نہیں کہ دو چار دن بعد ایسا اتفاق ہو میرے دل میں آیا تھا کہ آپ کے خط کا مضمون بیان کر دوں مگر میں ڈرا کہ ایسا نہ ہو وہ آپ کو لکھ بھیجیں کہ میرے گھر میں قیام کیجئے بات تو بیشک خوبصورت ہے کہ آپ چند روز ان کے بھی مہمان رہئے مگر جب تک میرا گھر درست نہ ہو لے اور قابل اس پارٹی کے نہ ہو لے میں ضرور رکوں گا خدا چاہے تو اوائل فروری تک سب ٹھیک ہو جائے بھائی خدا جانے میرے دل میں کیا کیا تمنائیں تھیں اور یوں بھی آٹھ دن میں گھر درست ہو سکتا تھا اور فرنیچر وغیرہ سب سے مرتب مگر روپیوں کی کمی نے ہاتھ پاؤں جکڑ دئے کیا میرا دل یہ نہیں چاہتا کہ میرا ذی عزت ذی وجاہت استاد زادہ جب وارد ہو تو جس لائق وہ خدا کے فضل سے ہے ویسی ہی نموداری بھی ہو اور اعیان باقی پور و شہر سب بلا کر ملائے جائیں بلکہ

ممکن ہو تو بعض یورپین حکام بھی شریک ہوں اور کالج کے لوگ تو ضرور ہوں اور آپ سے اسپیچ دلواؤں ۔ اوپر کی منزل اگرچہ مختصر ہے مگر درست ہو جائے تو شاید ہماری سرتاج بھاوج بھی رہ سکیں گو افسوس یہ ہے کہ یہاں کی جاہل مستورات سے مل کر وہ کیا خوش ہوں گی اس کے لئے ایک اور صورت سوچ رہا ہوں ۔

غالباً دسویں جنوری تک میرا دوسرا خط آپ کو ملے گا میری سرتاج بھاوج کو میری دلی دعائیں آپ نے میرے بہشت آرامگاہ استاد کے مختصر حالات پرچۂ نوید میں تحریر فرمائے ہیں اس کا شکریہ اڈیٹر صاحب خود پرچہ میرے پاس لائے تھے اس کے متعلق آئندہ لکھوں گا فقط

شب سوم جنوری سنہ ۱۹۲۵ء

خاکسار آپ لوگوں کا بوڑھا دعاگو
سید علی محمد شاد

۴۸

جناب اخوی گرامی قدر سراپا مکارم حسنات مجمع خوبی ہائے باعث مباہات روحی فداکم

تسلیم و دعاہائے دلی سخت افسوس ہے کہ بخدا میں نے دو خطوط طویل اپنے مفصل حالات کے لکھ کر روانہ کئے اور آپ کو نہ ملے یہ کچھ تو میری بدقسمتی اور زیادہ تر یہ کہ رجسٹری نہ کی افسوس اس میں میں نے اپنے لڑکے کی بغل میں بعد پہلے نشتر کے پھر تین دفعہ نشتر دئے جانے اور اس کے ساتھ ان کے چھوٹے لڑکے نقی احمد کے حلق میں زخم ہو کر کوے کے سڑ جانے کا حال مضطربانہ اور شام سے

میری بینائی میں فرق بین آجانے اور قلق و غم اور کتابوں کے بارہ میں تفصیل اور
یہ کہ بہت قریب حضرت کی سوانح عمری کا بستہ کھولا جائے یہ سب کچھ لکھ دیا تھا۔

حالت یہ ہے کہ ہنوز یہ دونوں بیمار لٹکے چلے جاتے ہیں پوری صحت ہو جائے
تو اطمینان ہو مزید براں ایک مہینے سے باقی پور میں طاعون شروع ہو گیا تھا۔
بڑھتے بڑھتے اب میرے محلہ میں آگیا بیحد تردد ہے اسی درمیان میں میرے برادر
زن سید علی میر مرحوم کے بیٹے سید تقی میر کی شادی مرشدآباد کے سلطان میرزا کی
لڑکی کے ساتھ ٹھہری اور یہ شادی کلکتہ میں ہوگی موجودہ نواب مرشدآباد باصرار
میری شرکت چاہتے ہیں یہ لڑکا ازبسکہ وہاں کی شادی پر مائل ہے میرے
پاؤں پر آکر گر گیا کہ جس طرح ہو آپ زحمت کیجئے اور چلئے ورنہ میری شادی نہ ہوگی
تیسری چوتھی مارچ کو روانگی ہے میں سخت متردد ہوں کہ کیا کروں یہ بھی یہاں
کے معالجوں کا خیال ہے کہ ان دونوں کو کلکتہ لیجاکر بڑے ڈاکٹروں کو دکھائے ہر چند
تخفیف ہے مگر ہم لوگ مطمئن نہیں ہیں یہ تو میری عمر اور اتنے بکھیڑے ہیں کہ زندگی
دوبھر ہو گئی ساتھ اس کے آپکے خط سے معلوم ہوا کہ آپ کی فخر روزگار دلہن باوجود
زحمت و خرچ کے پھر دوراز حال انھیں عوارض میں مبتلا ہیں سخت رونا آگیا اور اپنا
غم بھول گیا اگر میں کلکتہ نہ جاسکا تو ٹیلگراف دوں گا اور درصورت جانے کے بھی
خبر دوں گا بلاشبہ آپ کے رہنے سے کتاب تو ضرور جلد مرتب ہو جائے گی مجھ
کو ترتیب دینا ہے اور یہی سخت کام ہے خداوند کریم آپ کے ترددات کو رفع کرے

مکرر یہ کہ

واقعی میری عقل حیران ہے کہ آخر مجھ غریب نے حضرت سر سید علی امام صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا کیا بگاڑا تھا کہ حیدرآباد کے بارہ میں مجھ کو اس قدر دھوکے میں رکھ کر سخت زیر بار کر دیا۔ ایک بوڑھا گوشہ نشین اس کو ایسے دھوکے دینا (اگر میں آپ پاس وہ دفتر ان کے خطوں کے بھیج دوں جس میں انھوں نے کامیابی کا یقین دلوایا ہے تو سخت حیرت ہو) میں غریب کیوں پانچ چھ سو روپے لگا کر دو زرین اشعار کڑھواتا کیوں امیرانہ سامان سفر مرتب کرتا۔ ایک صاحب حیدرآباد کے تاجر ہیں جو اہرات کی تجارت کرتے ہیں وہ مجھ سے بیان کرتے تھے کہ راجہ کشن پرشاد سے کسی نے پوچھا کہ آخر علی محمد شاد کے آنے کی خبر گرم تھی کیوں نہ آئے راجہ صاحب نے کہا کہ واقعی اگر وہ آجاتے تو ہم لوگ بالضرور حضور تک پہنچا کر نگران کے لئے وہ کچھ کراتے کہ شاید و باید۔

ان کے ہم وطنوں نے ان کے اور ان کی اولاد کے بارہ میں خدا جانے کیوں ایسی برائی کی اور آنے سے روک دیا۔ یہ سن کر قلق تازہ ہو گیا بھائی اس ترغیب کی بدولت پندرہ سولہ سو روپے مفت ضائع گئے خسر الدنیا والآخرۃ سچ یوں ہے کہ اگر آپ کا ذریعہ نہ کیا ہوتا تو بخدا میں نہ رکتا لوگوں نے مجھ سے کہا تھا کہ تم وہاں پہلے تو جاؤ اور برخلاف علی امام صاحب کے بھی اکثر لوگوں نے اپنے اپنے تجربے بیان کئے تھے مجھ سے خود عبدالرحمن نے (یہ صاحبزادہ شاہ مبارک حسین

مرحوم کے بھتیجے اور شاہ لال مرحوم کے بیٹے اور مولوی آل مرحوم کے نواسے اور
بی۔ اے ہیں) اپنی حالت زار بیان کرتے تھے کہ عمر کے زیادہ ہو جانے اور گورنمنٹ
کی نوکری سے محروم رہنے کے سبب سے جن دنوں علی امام صاحب لا ممبر ہیں چند
عمدہ وسائل سے میں گیا کہ آپ کسی راجہ والی ملک سے میری سفارش کر دیجئے اور
واقعی اس امیر گھر کی حالت افسوس ناک ہو گئی ہے قسم کھا کر وعدہ کیا کہ عنقریب
ہیں رکھواتا ہوں ایک برس تک ترغیب اور امید دلواتے رہے اور تین ہزار سے
زیادہ روپے شملہ کو آمد و رفت وغیرہ میں خرچ کروا دئے مگر سب دھوکا تھا آپ
ان کے دھوکے میں نہ آئیے مگر میں نے کہا کہ بھائی ایسے شخص نے مجھ کو حیدر آباد جانے
کی ممانعت میں خط لکھا ہے کہ اگر کعبہ بھی وہاں ہو تو میں نہ جاؤں گا میں نے آپ کا
خط ممانعت دکھایا پڑھ کر کہنے لگے کہ وہ خود دھوکا کھا گئے ہیں آپ بے رکے
چلے جائیے میں نے کہا کہ اگر سید ہمایوں میرزا صاحب کی جگہ کسی دوسرے کا خط
ہوتا تو میں نہ رکتا چلا جاتا مگر یہ خط ایسے کا ہے کہ اب جانا حرام ہے بھلا صلوات
برگزشتہ ادھر دو مہینے ہوئے میرے گھر تشریف لائے گھنٹوں محبت آمیز باتیں
کر کے کہا کہ پانچویں جنوری کو بالضرور مریم منزل میں تکلیف دوں گا اور پانچ چھ دن
وہیں حضور کو قیام کرنا ہو گا عریضہ اور موٹر حاضر ہو گا کیسا عریضہ اور کیسا بلانا اس جھوٹ
کا کیا فائدہ اس عمر میں اپنے اس دھوکا کھانے پر بیحد قلق ہے زیادہ تر
یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر میں حیدر آباد جاتا تو خواہی نخواہی آپ پاس رہ جاتا ۔

کل تصانیف مرتب ہو کر اب تک چھپ چکتے افسوس افسوس ہزار افسوس۔ ڈیڑھ برس کی ابھی اور حیات باقی ہے کیونکر کیا کروں۔ خیر یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب۔

عمرکم طویل و عدوکم ذلیل

۲۴ فروری ۲۵ء

دلی دعاگو

علی محمد شاد

۴۹

برادر معظم آقائے محترم روحی فداکم

اس دفعہ کلکتہ غیر معمولی احباب کے ہر وقت جمع رہنے اور پارٹی اور دعوت کی وجہ سے سخت تکلیف پہنچی یہاں آنے کے ساتھ ساتھ ہی تپ آئی اور ساتھ ہی ہوش و حواس غائب ہو گئے آٹھ دس دن تک گویا عالم نزاع طاری رہا گھر میں رونا پیٹنا تھا اور کسی کو میری صحت کا گمان ہی نہیں تھا طحال اور استسقی کی ابتدائی حالت شروع ہو کر طاقت اور ہوش و حواس سب سلب ہو گئے کہاں تک طول دوں گویا مردہ ہو کر پھر روح پلٹ آئی باتیں کرنا بہ سبب ضعف کے نہایت دشوار ہے اگر خدا نے اپنا فضل کیا اور روز بروز اسی طرح طاقت بڑھتی رہی تو غالباً ایک مہینے میں اپنے ہاتھ میں قلم پکڑ سکوں اس حالت میں جو کچھ صدمہ یا خیال تھا

صرف اپنے استاد مرحوم کے سوانح عمری کا نا مرتب اجزا کی ترتیب اگر کوئی شخص کرتا جائے تو یہ کام بہت جلد ختم ہو سکتا ہے اس شوق اور امید پر با این کہ اس علالت میں اتنے روپے خرچ ہوئے ہیں کہ اگر لکھوں تو مبالغہ معلوم ہو تو بھی فقط ترتیب دینا اور میرے حسب خواہ جس جس وقت چاہوں بیٹھ کر مرتب کرنے کے معاوضہ میں دو سو روپے سے کم پر کوئی راضی نہیں ہوا اس فضول رقم کے لئے آپ کو تکلیف دینے مجھ کو حد سے زیادہ شرم آئی ۔ جس کے لئے میں نے قرض لینے کا بندوبست کیا اور جس وقت یہ روپے میرے قبضہ میں آگئے اسی وقت سے یہ کام شروع ہو جائے گا اس کے قبل، بیماری کے قبل، جہاں تک مسودہ کو صاف کر چکا ہوں زندہ رہا تو دو چار ہی دن میں آپ کے ملاحظہ کے لئے روانہ کروں گا میں دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ جب تک مجھ میں طاقت نہ آلے آپ عظیم آباد تشریف لانے کا ہرگز قصد نہ کیجئے گا ورنہ آپ کی موجودگی میں مجھ سے کوئی کام نہ ہو سکے گا زیادہ کیا عرض کروں ابھی مخدومی سرفراز حسین خاں صاحب میری عیادت کو آئے تھے آپ کا ذکر دیر تک رہا خاتون معظمہ کی خدمت میں میری جانب سے بہت بہت دعائیں ۔

۲۲ر اپریل ۲۵ء

جاں نثار

سید علی محمد شاد

LYTTON LIBRARY
ALIGARH
MUSLIM UNIVERSITY

(۵۰)

برادر جان روحی فداکم

تسلیم۔ تمھارا دعاگو تم سے شرمندہ اس دفعہ مر کر زندہ ہوا ہے۔

آخر شعبان میں سید علی میر مرحوم کے بیٹے کی شادی میں (نواب بہادر مرشد آباد کی سالی سے ہوئی ہے) کلکتہ گیا خدا جانے کس نے اسٹیٹسمن و دیگر اخبارات میں میرے ورود کی خبر دیدی تھی جانے کے ساتھ ایک ہجوم ملنے والوں کا ہوا دعوتیں پارٹیاں دس بارہ جگہ کلکتہ و مٹیا برج میں ہوئیں بوڑھا بیمار آدمی اس کشاکش کی تاب نہ لا سکا اور اور چند بدعنوانیاں و کشاکش بہت رہی غرض گھر آ کر دو دن بتعذیب شدید آئی ہوش جاتے رہے چودہ دن عالم نزع طاری رہا ڈاکٹروں نے قطعی کہہ دیا کہ اب صحت ممکن نہیں گھر میں کہرام برپا ہو گیا ساتھ تپ کے استسقا اور چند اور عوارض نے آگھیرا مجھ کو خبر نہیں کہ رمضان اور عید کب ہوئی خدا کی قدرت تعجب خیز اصلاح ہوتی گئی اس دو مہینے میں میرے بیٹے سید حسین خان نے اپنی چیزیں فروخت کر کر کے ہزار ہا روپے میرے علاج میں صرف کر دئے۔ اب جبکہ بحمد اللہ مرض زائل ہوا اور قوت آنے کو ڈاکٹروں نے بیش قیمت دوائیں اور غذائیں تجویز کیں تو روپے کی کمی سے سخت تنگی ہو گئی ورنہ بہت جلد طاقت بھی آجاتی۔

میرا خدا شاہد ہے کہ اس بیماری میں اگر صدمہ و خیال تھا تو نہ اپنے نقصان

کا بلکہ اپنے استاد رحمۃ اللہ کا کہ افسوس میرے مرتے ہی استاد غفران مآب کا
نام گیا ۔ آپ جانتے ہیں کہ میری متعلقات خصوص اب بہت کم رہ گئی ہیں پرپرسوں
ایک منشی نقل نویس کو صحت اور لکھانا ناشتہ علاوہ ملازم کر لیا سب سے
پہلے دفتر حیات ابد کا (یہی نام استخارہ کر کے حضرت کے سوانح کا رکھا ہے)
لکھوایا دیکھ دیکھ کر ترتیب سے نقل ہو رہی ہے خاندانی حالات بغیر پورا ختم کئے
آپ پاس نہ بھیجوں گا اور جو کچھ بھیجوں گا اس میں گنجائش کم و بیش نہ ہوگی ۔ میں
ابھی اس بیماری سے بہت ڈر گیا ہوں خدا کرے جلد قوت آ جائے خاندانی
حالات یا حضرت کے سوانح تو بیشک جلد ہو جائیں گے کیونکہ نہایت آسان ہے
البتہ اس صاحب کمال کے کلام کو غالب تو کیا اساتذہ عجم سے لڑانا ہے
کلام کی کمی کا غم نہیں تقریب قریب پورا کر چکا ہوں صرف محنت و قوت درکار
ہے چھپنے کا اہتمام آپ اپنے اوپر لیجئے خدا چاہے تو اسی ہفتہ میں چار
جزو خاندانی حالات آپ پاس پہنچ جائیں ۔ بے تکلف چھپانا شروع
کر دیجئے یہ آپ نے سچ لکھا ہے کہ اگر میرے قلم سے یہ سوانح خدانخواستہ
نہ لکھے گئے تو دنیا میں کوئی نہیں لکھ سکتا واقعی حضرت کے کلام کو بقدر کافی
انتخاب کر کے اساتذہ سے لڑانا معجزہ و کرامت اور حضرت کا روحانی فیضان
ہے خدا جلد پورا کرے ذرا قوت آئے اور تھوڑے سے روپے فراہم ہو جائیں
یہ پہلا دن ہے کہ میں خط لکھنے بیٹھا ہوں الحمد للہ علی ذالک ۔

سرتاج خاتونانِ ہند کو میری دلی دعا۔ میری فخر روزگار بہن۔

آپ کا خط عین میری بیماری میں پہنچا تھا میں تو ہوش میں نہ تھا مگر میرے بیٹے نے آپ کو جواب لکھ دیا تھا بہن میں اس دفعہ کوئی دقیقہ محنت کا اٹھا نہ رکھوں گا ذرا قوت آ لے۔ خدا آپ دونوں کو میرے سر پر سلامت رکھے آمین۔

خادم دعاگو

سید علی محمد شاد ۲ مئی ۲۵ء

۵۱

بھائی جان

تسلیم میری رجسٹری پہنچی ہو گی اب میں محض آپ کے ملاحظہ کو دوسرا باب صاف کر کر کے بھیجتا ہوں گا۔ فقط یہ ہے کہ ایک ذرا آپ تکلیف اٹھا کر کتابت کی غلطی جملوں کا اہمال جو میری کمزوری کے سبب سے باب مذکور میں ہے مٹا کر صاف کر کے پھر بھی ایک نظر مجھ کو دکھا دیجئے حضرت شاہ نورالحسن اور حضرت شاہ کلب علی کے چند اشعار اور لکھنے ہیں یہ جزو جو حاضر کرتا ہوں اس کے عنوان کو دیکھ کر واپس دیجئے اور جلد۔ میرے نیازنامہ کا جلد جواب دیجئے مجھ کو جلد قوت نہیں آتی اور آئے تو کیونکر خیر شکر خدا کا آگے اپنے حال کا مرثیہ کیا لکھوں۔ حیدرآباد جانے کا وعدہ جو کر چکا تو بھائی میں کیا عرض کروں

مولوی سید امداد امام صاحب کا تقاضا سخت شروع ہوا کہ ایسا نہو میں لٹو ہو جاؤں جلد سامان کر دو لوگوں نے ڈرا دیا کہ اپنی نشان کے ساتھ جاؤ کپڑے اپنے اور ہمراہیوں اور نوکروں کے ایسے واپسی کے روپے ساتھ رکھ لو غرضکہ آخر ایک ہزار کا مجھ کو قرضدار بنا دیا روپے تو سب خرچ ہو گئے حسرت رہ گئی خیر خدا کی مرضی یہ بھی ایک ٹوٹا ہوا جس کا نتیجہ کچھ نہوا بجز وعدہ خلاف مشہور ہونے کے ۔

آخر عمر من و اول بیماری دل ۔

بھائی میں پھر عرض کرتا ہوں اب بہت جلدی کیجئے ایک ایک منٹ میری زندگی کا غنیمت سمجھ لیجئے اپنے گھر میں میری دلی دعا کہئے ۔

۱۱ جون ۱۹۲۵ء

سید علی محمد شاد

۵۲

نحمدہٗ و نصلیہ

برادر جان قوت روح رواں فدایت شوم

تسلیم ۔ آپ کہتے ہوں گے اور بجا کہتے ہوں گے کہ یہ بڈھا مخبوط الحواس کس جنس کا آدمی ہے کہ دو برس سے نا تمام و مجہول طریقہ سے کچھ اوراق سیاہ کر کے میرے پاس بھیجتا ہے جس کا اور چھور نہیں ملتا کہ آیا یہ کتاب حسب خواہ

مرتب بھی ہو گی یا نہیں یہ کل باتیں میرے ذہن میں ہیں مگر یہ اعوجاج و اختلافات
کیوں ہوئے۔ سببِ اوّل سنئے کہ ہمارے حضرت کی بجز مثنوی دبستانِ اخلاق
ہمارے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں کہ حضرت جیسے تھے ویسا حضرت کو اصناف کلام میں
دکھا سکوں یہ کہنا کہ کلام تلف ہو گیا نہایت صحیح ہے مگر اس کی طرف اعتنا کون کرتا
ہے اور اگر یہی ہم سے تدارک نہ ہوا تو ہمارے مرجانے کی بات ہے۔ آج ہندوستان
کے ہر گوشہ میں انھیں کی جوتیوں کی بدولت میری شہرت ہے اور ساتھ اس کے
یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت فریاد رس کے استاد ہیں ایسے موقع میں اگر ہمارے حضرت
کی سوانح عمری میں یہ حصہ معمولی رہ گیا تو حیف ہے۔ ہر تصنیفِ حکیم کا یہ قاعدہ ہے
کہ جن باتوں کو آخر میں بیان کرنا ہوتا ہے ابتدا ہی سے مقدار مضامین ترتیب بندش
پر نظر رکھتے ہیں تاکہ اول سے آخر تک سلسلہ یکساں رہے۔ حضرت کے اردو
و فارسی معتدبہ کلام کے معدوم ہونے نے مجھ کو اس دو برس میں مار ڈالا فارسی
والی موازنہ کی غزلیں جو میں بھیج چکا ہوں اور جن پر مجھ کو دعوا ہے کہ بلاشبہ غالب
سے تو بڑھی ہوئی ہیں اور استاد نظیری اتنے بڑے استاد و ظہوری سے بہتر نہ ہوں
تو کم بھی نہیں ہیں۔ اب اس خیال میں غلطاں پیچاں رہا اور خدا جانے کتنے کاغذ
سیاہ کئے اور کتنا خون خشک ہو گیا کہ حضرت کے باقی جتنے کلام اردو و فارسی
میں درج کئے جائیں موازنہ والی غزلوں سے ہرگز ان کا پایہ کم نہ ہو اصل تو یہ
اس محنت میں پڑا ہوا تھا ان زوائدات کو (جس کو ہر کوئی مجھ سے شائد بہتر لکھ

سکتا ہے کون پوچھتا ہے میں تو اس کاہش میں مبتلا اور محض آپ کی تسکین کے خیال سے عنوان بدل بدل کر اجزا آپ پاس بھیجا کیا لیکن حالت یہ کہ اساتذہ کے دیوان کھلے ہوئے ہیں اور خون پانی ہو رہا ہے اور موازنہ کر رہا ہوں مگر ہر دفعہ دل چھوٹا جاتا ہے اور ہمت پست ہوتی ہے کہ یہ پہاڑ تم سے نہ اٹھے گا۔ میری مختصر غزلیں غلط سلط چھپوا کر ایک شخص کمال متمتع ہوا انشایا تین سو اس نے خرچ کئے تھے گیارہ سو نفع کر چکا ہزار ہزار احباب نے دور و نزدیک سے مجھ کو لکھا کہ بہت جلد دیوان چھپواؤ دو ہزار جلدیں صرف پنجاب میں فوراً فروخت ہو جائیں گی مگر میں اس نفع سے باز رہا ہاں خدانا کردہ اگر یہ سوانح عمری یعنی آخر کا حصہ مکمل نہ نکلا تو دیکھا جائے گا۔ اس کے قبل آپ پاس دو رجسٹریاں بھیجیں رسید کے نہ آنے سے میں نے یہ بدگمان کیا تھا کہ آپ اب اس رد و بدل مسودات سے تنگ آ کر مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں ایسے پریشانی کے زمانے میں متفرقات کی بھرمار آمدنی بند بوڑھا آدمی اوّل اپنا ہی خرچ بڑھ گیا ریاحی بواسیر غذا کے ہضم میں فتور دانت ایک باقی نہیں دو پلیٹ بنوائے تھے دونوں ناقص پڑے ہیں ڈاکٹروں کا قول یہ کہ حسب خواہ دانت بنواؤ ورنہ صحت غیر ممکن ہے اور عمدہ پلیٹ اسّی روپے سے کم کو نہیں بنتا دوسری حالت سنئے ایک سال سے آنکھوں نے جواب دیا دن کو البتہ لکھ پڑھ لیتا ہوں مگر رات کو ایک حرف نہیں سوجھتا عادت سے مجبور ہو کر دو دو لیمپ جلا کر لکھنا ضرور ہے حرف پر حرف چڑھ جاتے ہیں آپ تو ملاحظہ ہی کرتے

ہیں۔ اب میرے لکھنے کی کیا حالت ہے جو شخص اٹھارہ گھنٹہ تک لکھنے کی
میز سے جدا نہ ہوا اور مسودہ اور سیدھی سطریں ایسی ہوں کہ پھر صاف کرنے کی ضرورت
نہ ہو اب اُس کی تحریر کی یہ حالت ہو کہ خود اس کو پڑھوانا دشوار ہو۔ ڈاکٹروں نے اگزامن
کیا تو معلوم ہوا کہ کوئی عارضہ نہیں ہے صرف پیری ہے عمدہ چشمہ لگاؤ کلکتہ گیا تھا
خود تو کسی دوکان پر نہ جا سکا گھر ہی پر منگا منگا کر چشمے دیکھے مگر کوئی چشمہ ساٹھ ساٹھ
روپے تک کا بھی حسب خواہ نہ ملا مگر ڈاکٹر نے کہا کہ تمھارے لئے آگر ہی بنٹ کر کے
چشمہ بنوا دے سکتا ہوں کہ بخوبی رات کو بھی کام دے ([illegible]) خرچ ہوں گے
مگر اپنی حالت آج کل ظاہر ہے۔ سب سے بڑھ کر میرے لئے آپ ہیں بخدا میں
اپنی حالت بھائی اور بیٹے پر تمام ظاہر نہیں کر سکتا الا آپ پر جا ہے کامیابی ہو نہ ہو
میرے لئے کوئی ذلت نہیں ہے میں نہیں جانتا کس شخص نے میرے داماد سید
جعفر صاحب کو لکھیم پور میں میری ان دنوں کی تکلیف کا حال لکھ بھیجا تھا انھوں نے
تین سو روپے میرے پاس بلا اظہار کسی امر کے بھیج دئے اس قدر رنج ہوا کہ
کھانا نہ کھایا گیا۔ روپے واپس کئے اور لکھا کہ آپ نے مجھ کو فقیر بے حیا سمجھا آئندہ
پھر ایسا نہ کیجئے گا۔ خلاصہ میرے لکھنے کا یہ ہے کہ ایسی حالت میں کہ فی عمرہ یہ
تکلیف نہیں اٹھائی ایسے سخت کام کا کرنا اور بڑی خوشی تو یہ ہے کہ جو اردو و جو
فارسی سب میں ویسی ہی کامیابی کا ہونا جس کا نمونہ غزلوں میں آپ ملاحظہ کر چکے
جب تک یہ اندازہ نہیں کیا تھا کہ مجموعہ کلام کی مقدار چھ سات جزو ہوئی یا نہیں تب

تک حواس برجا نہ تھے ۔

آپ جانتے ہیں کہ ناسخ عظیم آبادی اُردو میں کتنا بڑا استاد ہے اور اس کے دیوان بھر میں سے پڑی رہی بھری رہی یا وہ غزل سے ہو لئے کیا دیوان کی جان ہے۔ اس کے علاوہ پانچ چھ غزلیں اور بھی ہیں باقی ان مرحوم کا تبرک ہے مگر ہمارے حضرت جنت آرام گاہ کی غزلیں ان سے بیس حصہ بڑھی ہوئی ہیں فصیح مرحوم حکیم صاحب مفتوں عرقی وغیرہ جو حضرت کے زمانہ میں نامور تھے اور ان کی غزلیں ملیں پھر ناسخ آتش کی چیدہ غزلیں ان سب زمینوں میں ہمارے حضرت کی غزلیں اگرچہ کم دستیاب ہوئیں مگر یہ مقدار اس موازنہ نے کافی کر دیا الحمد للہ۔ مہلت نہیں کہ نقل لکھوں جامعہ ملیہ وغیرہ معتبر پرچوں میں آپ ملاحظہ کریں گے ہاں تو اب سنئے میں جب ایسی مشکل اور پہاڑ سی چیز پر طفیل روح پاک استاد علیہ الرحمہ (خدا شاہد ہے کہ اکثر اشعار وہ لکھواتے گئے اور میں لکھتا گیا) قادر ہوگیا تو اب جس قدر میں مسودے کر چکا تھا ان کو درست کرنا ضروری ہوگیا چنانچہ کلام کے حصہ کو گویا تمام کر چکنے کے بعد اب پھر باب باب کر کے اور فصل فصل کر کے ابتدا سے شروع کر دیا یہ میری بہت بڑی بھول اور خدا جانے کس عالم کی تحریر تھی کہ میں نے اس کتاب کو تین باب پر مشتمل لکھ دیا لاحول ولا قوت فہرست کے مرتب ہونے سے سات باب قرار پائے کسی میں آٹھ دس فصلوں سے کم مضامین نہیں ہیں۔ ہر چند مرض گزشتہ کے علاوہ خشک خارشت نے دو مہینے

سے مار ڈالا ہے انواع دوا استعمال ہوئی و اطبا کے ناخن گھس گئے مگر علّتِ حالیہ ہے ضعف
کم غذائی غذائے ناموافق پریشانی یہ سب کچھ ہے مگر الحمد للہ کہ کلام کے حسب خواہ بہم
ہو جانے سے پھر میرا قلم جوان ہو گیا بلکہ آپ خود فرق پاتے ہوں گے۔ آخر کی رجسٹری
دونوں جلد بھیج دیجیے کہ ملاتا جاؤں اللہ تعالیٰ جلد اس کتاب کو مرتب کروا دے
تو دم میں دم آئے۔ جب میرے مسودوں کی آپ اصلاح کر کے بھیجتے تھے تو جو
جو مجھ سے بھول ہوتی گئی تھی اس کو اور جہاں بھول خدا نا کردہ املا میں بتائی
گئی تھی اس کو سرسری نظر میں دیکھ کر رکھ لیا کرتا تھا اب ذرا اطمینان ہوا تو اس کو
نکالا چھوٹتے نظر لفظ سلاست پر پڑی بہ معنی آسان آپ نے تائے مثلثہ سے
اس کو بنایا ہے دوسرے حراست بمعنی نگہبانی آپ نے اس کو بھی شاید ثائے
مثلثہ بنا دیا ہے یہ غلط ہے حراثت ثائے مثلثہ سے بہ معنی زراعت کرنا اور
اور ثلاثت کے معنی تین کی گنتی میں لانا باقی ایک لفظ کا اور بھی خیال آتا ہے
اور اس میں بڑے بڑے گرفتار ہیں میں نے ازدحام ہائے حطی سے لکھا تھا
آپ نے اس کو ہائے ہوز بنا دیا یہ غلط ہے۔ ادھر آٹھ برس سے میں یہ حس
کرتا ہوں کہ نفسِ عبارت میں غلطی کرتا ہوں نہ کہ املا میں۔

خدا کے لئے اپنے مزاج کے حال سے تو جلد مطمئن فرمائیے۔ ہاں یہاں
کے اعیان اور تلامذہ نے میری اسّی سال کی جوبلی منائی ہے سنگی دالان سے
یہ مشورہ شروع ہو کر شہر میں پھیلا شاید سر سیّد علی امام اس جلسہ کی صدارت کریں گے

روپے بھی جمع ہوئے ہیں ۱۹ر جولائی تاریخ جلسہ ہے سکرٹری سید مظاہر علی خاں (نواب احمد علی خان صاحب کے حقیقی بھانجے) ہیں۔

ہاں خوب یاد آیا جب مجھ کو حضرت کے کلام کی طرف سے کسی قدر اطمینان میسر آیا تو یہ فکر ہوئی کہ کہیں سے ہمارے حضرت کی ایک تصویر ملتی تو نور علیٰ نور تھا مگر کہاں سے آئے اور کیا ہو۔ آپ کو یاد ہوگا کہ نواب بہادر مرحوم اور خود میری فرمائشی تصویریں شیعہ مذہب ایک مصور ساکن مغل پورہ جن کا نام مرزا نثار مہدی تھا بنایا کرتے تھے جتنے آئل پینٹ نواب بہادر یا میرے گھر میں ہیں سب انھوں نے بنائے ہیں شبیہ کشی میں ایسا دخل تام تھا کہ مرے ہوئے لوگوں کی جن کی صورت بھی انھوں نے نہ دیکھی تھی صرف بیان پر ایسی مشابہ تصویر کھینچی کہ میں دنگ ہو گیا ان کا انتقال ہو گیا بڑا لڑکا کلکتہ میں تین سو روپیہ ماہانہ کا اسی خدمت پر نوکر ہے چھوٹا یہیں ہے میں نے اس کو بلایا تو یہ بھی بہت چالاک ذہن ہے اس سے مقصد بیان کیا اس نے قریب دو سو تصویریں میرے سامنے رکھ دیں کہ اس میں سے کسی کو منتخب کیجئے جو حضرت سے اشبہ ہو جو کسر ہو گی مٹا دیں گے غرض ایک بہت بڑے انگریز کی تصویر حضرت سے اشبہ پائی صرف چند باتوں کا فرق معلوم ہوا اول نشست اور لباس کی ترکیب نشست ہندوستانی سامنے پیچوان رکھا ہوا آنکھوں پر چشمہ ٹوپی جیسی حضرت جاڑوں میں پہنتے تھے وغیرہ وغیرہ سب سمجھا یا وعدہ مستحکم کیا کہ ضرور حسب خواہ بنا دیں گے اگر حسب خواہ بن گئی تو اس کا بلاک بنوا کر چھپوا لیں گے خدا کرے یہ تمنا بھی

پوری ہو۔ بھائی میں ادھر ایک تو میری بیماری کی تعلقات سے چور ہو ہی رہا ہوں پھر تکالیف جسمانی نے توڑ دیا ورنہ اتنی دیر کبھی نہ ہوتی خیر اگر خدا کو منظور ہے میری امید بر آئیگی اپنے گھر میں بہت بہت دعا کہیے۔

۱۴ جولائی ۲۵ء

خاکسار

سید علی محمد شاد

۵۳

یادگار اسلاف فخر اخلاف میرے محترم بھائی

خدا آپ دونوں کو زندہ و خوش رکھے۔ تسلیم

رجسٹری پاکر دل باغ باغ ہوگیا اور جو رنج اپنی رجسٹری اور تار کے جواب نہ پانے سے تھا اور طرح طرح کے خیالات ذہن میں آتے تھے مٹ گئے بخدا اس زمانۂ ناہنجار میں آپ دونوں کی ذات ایسی ہے کہ مدت مدید تک یاد رہ جائیگی بیشک و شبہ یہ سب برکت اسی مقدس روح کی ہے جو ذوالفقار باغ کے گوشہ میں آرام فرما رہا ہے آپ نے اپنے اخراجات کی تفصیل لکھی ہے غالباً مجھ کو اپنا دلسوز و خیرخواہ سمجھ کر لکھا ہے واللہ میں اس کا ممنون ہوا اگر بھائی آپ دونوں مغتنم روزگار جو کچھ خرچ کر رہے ہیں یا اب تک خرچ کر چکے ہیں ذرا تو لئے تو کہ جو جو مراتب اور سعادت اس قلیل مقدار میں آپ نے مول لی ہے کیا اس مدارج عالی کے حاصل کرنے میں اتنے سے روپے کافی ہوتے

یوں تو میں اکثر ہندوستان کے ان لوگوں سے آگاہ ہوں جنھوں نے اپنے نام بڑھانے اور حکام رسی کے لغو خیالات میں لاکھوں لاکھ روپے مٹا ڈالے مگر مرتے ہی ایسے مٹے کہ بخدا ان کے ہمسایہ اور عزیز تک اُن نام تک سے آگاہ نہیں ہیں دور کیوں جائیے آپ اور ہم نواب سید ولایت علی خاں مرحوم کو کیا بھول گئے ہیں میرے تخمینہ میں چار لاکھ روپے صرف انھیں جہلات میں جنھوں نے لٹا ڈالے آج بخدا شاید ہی ہم چند آدمی ان کے نام سے صرف پٹنہ میں آگاہ ہیں یہ عالمگیر اور علمی زمرہ میں شہرت اور بکار آمد شہرت کے ساتھ ایسی عزت کسی کو نصیب ہوتی ہے میں تو اپنی نظر میں ابھی سفر وغیرہ میں اس سے کہیں زیادہ خرچ کا اندازہ کرتا تھا مگر سلیقہ شعاری کے سبب سے آپ نے اس قلیل میں تمام یورپ کو صرف جہلا کی طرح نہیں بلکہ حکما کی طرح دیکھا عورت اور ہندوستان کی اور اس کے یہ حکیمانہ خیالات اور عملیات ہوں حیرت انگیز ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان باتوں کی قدر کرنے اور دل سے خوش ہونے والوں میں صرف آپ کے باپ کا یہ دلی خادم زندہ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ عظیم آباد کی خلقت ایسی لچر اور ناقدر شناس ہو گئی ہے کہ کیا بیان کروں میرے زیر تالیف اب صرف اردو غزلوں کا موازنہ ہے راسخ کی دس چوٹی کی غزلیں موازنہ کر چکا ہوں عنقریب بھیجتا ہوں مصور صاحب پیشگی مانگ رہے ہیں خدا کرے یہ کام بھی جلد حسب خواہ ہو جائے ([illegible]) ریم کاغذ پر یہ کتاب چھپے گی کم سے کم تین سو ورنہ پانچ سو

جلدیں چھپیں گی بشرطیکہ دکن میں آپ اس کی فروخت کے ذمہ دار ہوں۔ بھائی میں نے جو آپ سے روپے مانگے ہیں تو ایسی ہی سخت ضرورت کی بدولت اور یوں سمجھئے کہ میرے داماد انربل سید جعفر اودھ میں اوّل درجہ کے وکیل اور چونکہ میرے بہت ممنون ہیں دلی تمنا رکھتے ہیں کہ میرے کام آئیں مگر استغفر اللہ وہ تو کیا ہیں اگر اپنا بھائی بھی ہو تو اس موقع میں اس تک سے لینا حرام جانتا ہوں۔ نواب بہادر مرحوم کے پاس میرے اٹھارہ سو روپے بطور امانت تھے سید خورشید نواب مرحوم اور میر سید علی صاحب کو علم تھا صرف ایک بار بعد ان مرحوم کے خورشید صاحب سے تقاضا کیا باوجود شاگردی کے یہاں تک انھوں نے ٹالا کہ معاش کورٹ ہوگئی اور مجھ سے ممکن نہ ہوا کہ میں کورٹ پر نالش کروں اور نواب بہادر کا دستخطی رقعہ پیش کروں چھ ہزار روپے نسکی نواب امیر حسن خاں مرحوم کے ذمہ تھے انھوں نے کلکٹر کے سامنے مجھ سے کہا کہ مجھ سے ادا نہیں ہو سکتے بخش دیجئے فوراً بخش دئے۔ خود میرے بھائی سید جعفر حسین مرحوم نے نو ہزار روپے اپنی سخت ضرورت کے وقت لئے رقعہ لکھ دیا بعد کو ان کے پاس روپے آئے مگر خراج آدمی تھے نہ دئے۔ وہ رقعہ پڑا گوکھتا ہے اب اولاد سے کیا تقاضا کروں۔ کچھ ایسا ہی آپ کو اب مدتوں سے میں نے سمجھا تھا جو اس بے تکلفی کے ساتھ لکھ دیا تھا خدا غارت کرے سامیوں کو کہ تین برس سے مجھ کو مفلس بنا دیا ہے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ جب تک

دانت انگریزی دوکان سے نہ بنواؤ گے ہضم کی شکایت نہ جائے گی کلکتہ گیا چشمہ اپنی آنکھ کا تلاش کیا نہ ملا یہاں ایک ڈاکٹر نے بنا دینے کا وعدہ کیا ہے مگر روپے کی کمی کے سبب سے یہ سب ضروری کام نہیں کر سکتا اور اور جو حوائج آگئے ہیں کہاں تک ان کو لکھوں بہر حال گزری جاتی ہے حصۂ اوّل کو جلد واپس مرحمت فرمائیے اپنے گھر میں میری دلی دعائیں کہہ دیجئے بچے آداب عرض کرتے ہیں۔

دہم اگست ۲۵ء

تمہارا شیدائی

سید علی محمد شاد

۵۴

برادر صاحب والا دودمان یادگار اسلاف بزرگان روحی فداکم

تسلیم۔ کچھ خبر نہ ہوئی کہ پونا کے ڈاکٹر نے کیا تجویز کیا اور کس بنا پر علاج ہوا آپ نے اس اخیر خط میں تحریر فرمایا تھا کہ ایک ہفتہ بعد اس کا جواب حیدرآباد بھیج دینا خدا سے امید ہے کہ بتصدق ائمہ معصومین سلام اللہ اجمعین اب تک صحت تام ہوگئی ہوگی اللہ تعالیٰ اُس ذات یگانہ ملک کو صحت تام اور دل کو اطمینان بخشے بمنہ وکرمہ

بھائی صاحب میں نے عرض کیا تھا کہ بڑے درد سر سے میں اپنے حضرت کی تصویر بنوا رہا ہوں جہاں تک اس بڑھاپے میں قوت حافظہ نے

کام دیا اور دے رہی ہے کوشش کرتا ہوں کہ کچھ حضرت سے مشابہت تو ہو جائے
نہ یہ کہ میر انیس مرحوم کی تصویر کا حال اور بجنسہ ان کی تصویر جو شائع ہوئی ہے کسی
اعتبار سے وہ تصویر میر صاحب کی نہیں ہے میر صاحب نے آخری عمر میں دو
فوٹو یہاں ایک نواب بہادر مرحوم کو ایک مجھ کو بھیجا تھا اگلے فوٹوؤں میں ایک
کمزوری یہ تھی کہ تصویریں پائدار نہ ہوتی تھیں پندرہ سولہ برس کے بعد جب
اس تصویر کا رنگ اڑنے لگا تو میں گھبرایا نثار مہدی مصور سے اس کا آئل پینٹ
بڑا بنوایا وہ ہو بہو میرے کمرہ میں ہے شیعہ کانفرنس میں جانسٹھ کے سید مظفر
علی خان صاحب یہاں آئے تھے میں نے عذر بھی کیا کہ تصویر بڑی ہے
اور بمشکل اس کا شیشہ کلکتہ سے آیا ہے نقل و حرکت دینے اور شیشہ کے نکالنے
میں خدشہ ہے مگر نہ مانا خود اترواکر اس کا فوٹو لیا شیشہ الگ ٹوٹا اور کئی جگہ
تصویر کا کپڑا پھٹا پھر بمشکل درست کیا تکلف یہ کہ کئی عکس اور سب ناقص
میری غرض یہ ہے کہ میر انیس کی مشتہرہ تصویر جیسی تو تھی اب تک بہت سی اصلاحیں
ہو کر ایک ڈول مٹہ ہو گیا ہے افسوس یہ کہ خود مصور نے نہ ان جناب کو دیکھا
تھا اور نہ اب ایک شخص بھی باقی ہے کہ جس سے مدد لوں ٹوپی کا بھی عجیب معاملہ
ہے میں تصویر میں مطلق صلاحیت نہیں رکھتا کہ کلاہ کی شبیہ کھینچ کر بتاؤں
تو بھی قلم سے نقش کر کر کے سمجھایا اب تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا اور نہ
یہاں کسی کو صلاحیت باقی ہے کہ بتا سکے مگر اتنا جانتا ہوں کہ مجھ سے آپ

زیادہ اس کلاہ کی شبیہہ بنا سکیں گے یا ممکن ہو تو کسی اچھے درزی کو بتا کر بطور نمونہ کے جلد بنوا کر میرے پاس بھیج دیجئے اب جو کچھ اس تصویر میں دیا ہے وہ صرف کلاہ کی ہے یہ ہو جائے تو پہلے آپ پاس بھیجوں گا نکتہ چینی کی بات الگ ہے اور ظاہر ہے کہ اصل و نقل کا یا فوٹو اور ان تصویروں سے ہوا کرتا ہے مگر مشابہ ہونے میں شک نہیں اب اتنی بھی بن نہ سکیگی اگر میرے حسب خواہ ہوئی تو میں نے وعدہ کیا ہے کہ اتنا دوں گا جو ان کو کسی نے نہیں دیا ہے۔ آپ نے باب اول کا مسودہ اب تک واپس نہ دیا خدا شاہد ہے کہ ایک دن کی دیر ایک سال معلوم ہوتی ہے اس کتاب کے حصہ نظم میں جو محنت شاقہ کی ہے دنیا میں اس کی داد یا خود میرا دل مجھ کو دے رہا ہے یا پھر اگر کوئی سمجھ کر داد دے گا تو آپ، اور میں چاہتا بھی نہیں کہ داد پاؤں میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے ۔ سر سید علی امام صاحب سلمہ اللہ تعالی حیدرآباد تشریف لے گئے ہیں۔ یہ تو میں عرض نہیں کر سکتا کہ کب تک لیکن یہ ضرور ہے کہ میرے سوانح کے لکھنے والے میری موت کے منتظر بیٹھے ہیں میرا حال رطب و یابس سب ضرور لکھکر مشتہر ہوگا بخدا میری اس میں تحریک نہیں ہے مگر حیدرآباد کا یہ قصہ ممانعت وغیرہ کا تو ضرور لکھا جائے گا میں نے استخارہ کیا تھا تو منع آیا کہ خود سر سید صاحب کو ایک خط لکھوں کہ آپ چاہیں تو ممکن ہے کہ اب بھی سرکار حیدرآباد میں میرا منصب کروا دیجئے اور صاف صاف لکھوں کہ اگر آپ

نے ایسا نہ کیا اور بہانہ کر گئے تو یہ وہ مضمون ہے کہ ایک زمانہ دراز تک مورد الزام
رہے گا ہنوز آپ نے یہ موازنہ نہیں کیا ہے کہ میں بعد اپنے کیا ہونے والا ہوں
جب یہ استخارہ منع آیا تو دوسرا استخارہ یہ واجب آیا کہ سید ہمایون میرزا صاحب
سلمہ اللہ تعالیٰ دوستانہ ملاقات میں صاف طرح اُن کو سمجھا کر کہیں کہ محب الحق
وغیرہ تو کامیاب ہوں اور ہم لوگ موجود ہوں اور وہ منہ دیکھ کر رہ جائیں
میرا دل کہتا ہے کہ بہرام الدولہ کے بلانے پر اگر میں وہاں پہنچ جاتا تو بالضرور
کامیاب ہوتا افسوس ہے کہ وہاں جانے کی طیاری میں اپنے اور لڑکوں اور
ملازموں کے کپڑوں اور دیگر سامان میں میرے ہزاروں روپے خرچ بھی ہو گئے
اور نتیجہ رنج و خفت ہوا۔ آپ نے تو مثنوی اور مخمل زرین پردہ جس پر مہینوں
کی محنت میں زر دوزی اور اشعار میں موتی صرف کئے تھے کہ عزیز موصوف
نے بھی اپنے خط میں اس کی داد دی ہے اور لکھا ہے کہ بادشاہ سلامت
دیکھ کر پھڑک جائیں گے وہ اور مثنوی سب حضرت کے پاس سے کسی نے
چرا لی۔ کاش اسی پر نظر کرتے کہ اس بڈھے نے کیا کیا صعوبت اٹھائی ہے
عزیز موصوف نے اپنی مہربانی سے وعدے اپنے سیکڑوں خطوط میں لکھے
ہیں دیکھنے کے قابل ہیں۔ واللہ سیکڑوں شخصوں کے استفسار میں میں نے یہی
کہا کہ ہمارے بھائی سید ہمایون میرزا صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے کچھ
مصلحت ہی سمجھ کر ممانعت قطعی لکھی ورنہ میں ضرور جاتا چاہے کوئی روکتا۔

آپ کو ضرور اتنا حق ہے کہ اُن پر آخر حجت تمام کر دیجیے۔ اس نیاز نامہ کے جواب میں اوّل تو اپنے گھر میں کی مفصل حالت تحریر فرمائیے اور باب اوّل جلد روانہ فرمائیے اہل عجم کا ایک مقولہ ہے جہاں وہ کسی کام کی جلدی کی ترغیب دیتے ہیں تو کہتے ہیں تا تواں کن خربزہ آب است آپ میری زندگی کو نقش بر آب سمجھ لیجیے کسی طرح یہ کتاب تو حسب خواہ مرتب ہو جائے۔

اپنے گھر میں میری دلی دعا اور مزاج پرسی فرمائیے میرے سب بچے آداب بجالاتے ہیں۔

۲۹ اگست ۱۹۲۵ء مخلص دعاگوئے حقیقی

سید علی محمد شاد

۵۵

سرمایہ سر اخلاف ...... اوصاف اسلاف برادر عزیز تر از جان طال بقاءہ

تسلیم گرامی نامہ محمولہ کتاب مقالات صفرا رجسٹری شدہ پہنچا اس نعمت غیر مترقبہ کا شکریہ ادا کرنے کو زبان چاہیے خدا اتنی فرصت دے تو ان جواہرات بیش بہا کو دیکھ سکوں علائق جسمانی و روحانی سے جتنی دیر مہلت ملتی ہے حیات ابد (اب یہ تجویز استخارہ یہی نام سوانح عمری کا رکھا گیا) کی دھن میں گزرتا ہے خداوند کریم میری عمر تک آپ کو پہنچائے تب میری قدر ہو گی کہ اس سقیم حالت پر کیا کر رہا ہوں میں آپ دونوں صاحبوں کی ریاضت کا تو ضرور معترف ہوں کہ

اب اس درماندہ قوم میں ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا شاید حیدرآباد میں جہاں خلاصہ
کملائے قوم جمع ہے نکل آئیں مگر وہاں بھی اگر ہوں گے تو اہل غرض اور مشاہرہ
لے لیکر کام کرنے والے نہ کہ ایسے بے غرض ۔ دو تصویریں جاتی ہیں مصور روز
صبح کو آکر شام تک بیٹھتا ہے حضرت کی تصویر کے ڈھانچ بنایا کرتا ہے میں پھاڑ
پھاڑ دیا کرتا ہوں یہ ڈھانچ کسی قدر مشابہ ہے مگر پھر اصلاح طلب احمد علی خان
اور ہنگو سلہم دونوں کو بلایا نصاب تک نہ آئے اگرچہ سب سے بڑھ کر آپ کا دیکھنا
ہے لیکن وہ بھی دیکھ لیتے لیکن اتنی دیر کی کہ اب گنجائش انتظار نہ رہی آپ کو
بھیجتا ہوں یہ تو معلوم ہے کہ یہ ڈھانچ کسی کام کی نہیں ہے لیکن اعتراضات
اور ہدایتوں سے عجب نہیں کہ مشابہت پیدا ہو جائے میں دیکھ رہا ہوں کہ
لوگوں نے ویسی ویسی تصویریں مشابہ کی شائع کی ہیں جن کو اس شخص سے اتنی
ہی مباینت ہے جتنی کہ بوڑھے اور جوان یا کالے اور گورے میں لیکن فیشن
تو پورا کر دیا اس سے تو یہ تصویر اگر درست ہو گئی تو ہزار درجہ بہتر ہو گی ۔ میری
تصویر بغرض بلوک بنوا دینے کے حاضر ہوتی ہے کسی معقول کمپنی کو بھیج کر تحریر
فرما دیجئے کہ فلاں کی تصویر ہے اور نام بتا اور میعاد مقررہ طیاری بہ اجرت
سے از راہ عنایت مجھ کو خبر دیجئے میں اجرت وغیرہ دیکر منگاؤں گا اگر بھائی
دیر نہ ہو میں حد سے زیادہ ممنون ہوں گا اور اس ڈھانچ پر نکتہ چینی مناسب
کر کے جلد ارسال فرمائیے مصور کی اجرت کو کیا بتاؤں آج اٹھارہ دن سے

روز صبح کو آتا ہے اور کھانا وغیرہ سب یہیں مقرر کر دیا ہے دن میں دو تین ڈھانچ بناتا ہے بیکار ہو جاتے ہیں کوئی تو حسب خواہ ہو جائے گا روز اس کی مزدوری دیدیا کرتا ہوں خدا وہ دن کرے کہ ڈھانچا اشبیہ ہو جائے تو میں تو اپنے مقدور سے زیادہ اس کو دوں گا اللہ اللہ استاد مرحوم کی تصویر ہے '' ارل سر سید علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے با این کہ خدا جانے مجھ سے کیا کیا ارشاد کیا تھا جاننے والے جانتے تھے کہ بس اب یہ شخص دولت بیقیاس کو پہونچ گیا یہ کیا اس سے زیادہ خطوط حضرت کے ہیں اور بخدا اگر وہ آپ سے ممانعت کا خط نہ لکھوا کر بھجواتے تو میں سننے والا نہ تھا وہاں پہنچکر میں اپنی سی بنا لیتا میں نے معتبر ذرائع سے اس کی حقیقت واقعی سن لی ہے جو سالار جنگ اور مہاراج کی زبانی ہے افسوس مجھ کو چند طرح کے نقصان پہونچے کیا آپ سے انھوں نے جو جو وعدہ امتناع کے وقت کئے تھے وہ بالکل لغو ہیں مگر میں تو ان کی تجویز پر عش عش کرتا ہوں کہ ممانعت کے لئے ایسے کو ڈھونڈھا کہ تیر بہدف ہو گیا اب آپ نے اتنی بابت ماشاءاللہ وہاں پیدا کی ہے اسی لئے کہ آپ کے بھتیجے بھتیجیاں میرے بعد زوالت سے بسر کریں اور چار یا پانچ سو کا بھی منصب نہ مل سکے کیا آپ سر سید صاحب کو ان کا وعدہ بھی یاد نہیں دلوا سکتے بھلا اب تو یہ موقع نہیں رہا جو سر سید صاحب نے کہا تھا کہ تم تباہی طریقہ سے بلائے جاؤ گے اور یوں ہوگا ووں ہوگا اتنا

بھی ممکن ہے کہ کافی منصب دلوا سکیں محب الحق کو وہاں ادنے شخص نے کافی منصب دلوا دیا اور علی محمد شاد غریب کے اتنے اتنے باثر لوگ وہاں ہوں اور کچھ نہ ہو سکے بلکہ ایک معقول ذریعہ بھی ہو تو عین وقت پر رد کا جائے یہ سب قسمت ہے مسٹر سید ہمایوں میرزا سا شخص بیس برس تک وہاں رہے اور ماشاءاللہ اتنی ترقی کر کے کہ اس سے بڑھ کر خدا کا نام ہے اور علی محمد اپنی عزت یوں سنبھالے کہ سر ڈھانکے تو پاؤں کھلیں اور پاؤں ڈھانکے تو سر کھلے خیر یہ بھی میری قسمت بقول میر ے

کوئی ماتم کرے میرے لئے کیوں   سزا جینے کی ہے اتنا جیے کیوں

خدا اس حیاتِ ابد کو مرتب کروا دے تو ایک دن انشاءاللہ لوگوں کو بلواؤں گا اور یہ دفتر غزلیات و مراثی و تاریخ وغیرہ وغیرہ کا سب ڈھیر لگا کر جلا دوں گا یہ بھی یادگار رہے کہ ابنائے روزگار ایسے قدر شناس تھے کہ کمبخت ایک مصنف نے ۵۰ برس شب و روز محنت کر کے اتنا بڑا ذخیرہ جمع کیا اچھے اچھے سخن شناسوں نے ہندوستان بھر میں یکتائے عصر مانا مگر قدر دانی یہ کی کہ وہ غریب سب کے جلا ڈالنے پر مجبور ہو گیا۔ خیر مجھ کو اپنے مرحوم استاد کی وراثت ملی اس کا شکر ہے مگر ان کے قدر شناس جو تھے وہ تو سب ان ہی کے سامنے مر چکے تھے اور خدا کے فضل سے میرے تو موجود ہیں اور ان سے زیادہ باثر ہیں۔

سوانح عمری (حیات ابد) کے چھٹے باب اور قریب قریب سب فصلیں لکھی تو جا چکیں مگر ترتیب و تصحیح اور صاف کرنا میرے لئے (ہر چند کوئی کام نہیں کرتا سوا اس کے) پہاڑ ہو رہا ہے خدا تمام کروائے بحق الحق والنبی المطلق خدا جانے سٹی مجسٹریٹ نے ابھی کیوں ٹیلیفون دے کر مجھ کو بلایا ہے ڈاک کا وقت کم ہے خط کو تمام کرتا ہوں واپس آکر اگر موقع ملا تو باقی ماندہ مضامین درج کر کے روانہ کروں گا آج تو ڈاک میں نہ جا سکا۔

یہ خط لکھ کر رکھ دیا کہ کل بھیجیں گے دفتر میں غائب ہو گیا آج ملا تو اس کو بھی ساتھ رکھ دیا یہ تو دفتر کے الجھاؤ کا حال ہے۔

یکم ستمبر ۲۵ء

۵۶

۱۰ ستمبر ۲۵ء

سرمایۂ عزت اخلاف و سر جمیل یادگاران اسلاف برادر عزیز از جان سلمکم اللہ تعالیٰ

تسلیم۔ ابھی آپ کی رجسٹری کتاب مقالات صغرا اور اندر آپ کا خط ملا بیحد ممنون ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپکی دلہن کو با این شہرت و تکمیل و عظمت و عزت جمیع مکارہ سے محفوظ اور اس مدارج علمیا میں ترقی اور عمر طبعی عطا فرمائے آمین ثم آمین شاید آپ کو میرا وہ خط نہ ملا جو میں نے ۲۱ اگست کو بلا رجسٹری بھیجا تھا آپ کو نہایت تاکید سے لکھا تھا کہ ایک دفعہ اور زور لگائے آخر سر سید علی امام صاحب نے

خوب تجویز کرکے آپ کے ذریعہ سے خط بھجوا کر میرے حیدرآباد آنے کو رکوا دیا بخدا اگر اور کسی نے روکا ہوتا تو میں کبھی نہ مانتا کیونکہ میں پہنچکر اپنی جگہ آپ بنا لیتا۔

خود حیدرآباد کے معتبر لوگوں سے سنا کہ سالار جنگ و مہاراجہ کے آپس میں میرے نہ جانے پر سخت افسوس تھا اور مسٹر سید صاحب کی ایک پالیسی تھی مگر انھوں نے جیسے جیسے وعدے فرمائے بجز نقصان کے ایک کا بھی ظہور نہ ہوا خود آپ سے کیا کیا فرمایا تھا اب بھی اگر وہ چاہیں تو چار پانچ سو کا منصب ملنا کیا دشوار ہے آپ یوں سمجھئے کہ بخدا میرے لئے آج آپ سے زیادہ کیا معنی برابر بھی کوئی نہیں ہے نہ عزیزوں میں نہ دوستوں میں اور شاید آپ کے لئے بھی مجھ سے زیادہ آپ کی ترقی پر دل سے خوش ہونے والا کوئی عزیز باقی نہیں ہے خدا کے فضل سے آپ اس رتبۂ عالی پر ہوں اور میں اس عمر میں یہ حیرانی چند پیسوں کے لئے اٹھاؤں میں تو اپنی سی کاٹ رہا ہوں مگر بچوں کے لئے اگر کچھ نہ ہوا تو حیف ہے

آپ سے مسٹر سید صاحب نے کیا وعدہ کیا تھا کیا آپ زور نہیں دے سکتے ضرور لڑ سکتے ہیں ایسے میں وہ موجود ہیں اگر چاہیں تو سب کچھ ورنہ کچھ بھی نہیں اس کے بعد اس بارہ میں پھر کچھ نہ لکھوں گا۔

حضرت کی سوانح اور مجھ سا باختہ حواس خیال کرنے کی بات ہے اس کے ساتھ یہ بھی سچ ہے کہ بجز میرے کوئی لکھ بھی نہیں سکتا ہے شب و روز اسی میں غرق ہوں اگر دس برس اُدھر ہوتا تو میرا دو مہینے کا کام تھا یہ حالت

ہے کہ دو دن کی محنت کو بعض دفعہ بیکار کر دیتا ہے باینہمہ ڈھانچ تو خدا خدا
کرکے قریب قریب کل ہو چکی ہے ترتیب وار درست کرکر کے خود نقل کرتے جانا
بھی بڑا سخت کام ہے ۔

تصویر کا ڈھانچ مصوّر کو اپنے پاس رکھ کر کروا رہا ہوں خدا جانے کتنے
ہی خاکے ہوئے ایک خاکا یہ بھی ہے فقط اس میں ایک شباہت سی البتہ ہے
باقی اصلاح طلب بہت باتیں ہیں آپ بھی بغور ملاحظہ کیجیے کیونکہ خاکا بدل نہیں
سکتا اصلاح البتہ ہر ہر عضو کا خیال کیجیے اور الگ الگ اس کی اصلاح صراحت
سے لکھیے مصوّر کی اجرت کو کیا پوچھتے ہیں یوں تو ان کی محنت کا روزانہ کچھ کچھ
دیتا ہوں کھانا وغیرہ سب یہیں کھاتے ہیں قریب پندرہ ڈھانچے میں نے
بنوا ڈالے ہیں ذرا بھی شباہت ہو گئی تو میں خود ایک سو روپیہ سے کم نہ دوں گا
اگرچہ کچھ طے نہیں ہوا ہے ۔

میں ایک فوٹو اپنا اس استدعا سے بھیجتا ہوں کہ یہاں مجھ سے اس
کا بلوک بنوانا نہایت دشوار ہوا آپ بھی خواہ کلکتہ اس کو بھیجکر جلد بنوا دیجئے
غالباً میں نے خود دریافت کیا تھا تو دس روپے اس نے بنوائی کے کہے تھے
ممکن ہے ایک دو کا فرق ہو میں تو چاہتا ہوں کے درست ہو کر آ جائے
اور سبب جلدی کا یہ ہے کہ حصہ اوّل تاریخ بہار سب طرح طیار ہے صرف
تصویر دینی ہے میں دوسرے نیاز نامہ میں وہ تصویر اپنی حاضر کروں گا اس

میں صرف ڈھانچ حضرت کی تصویر کا بھیجتا ہوں بھائی میرے یہ ڈھانچ بالکل
بیکار نہیں ہیں ایک آدھ اصلاح کے بعد مشابہہ ہمارے حضرت کے ضرور ہو جائے
گی اور آپ جو چاہیں گے کہ حضرت کا فوٹو ہو تو بہت بہتر ہے کسی سے کھچوا کر منگاؤں جو
بھی اب میری زندگی میں ہو جائے غنیمت ہے میں ابھی سٹی مجسٹریٹ کے پاس
سے آرہا ہوں آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے آپ کو خبر دی تھی کہ موجودہ گورنر میرے
استاد مخلص کے مزار پر گیا تھا اور شکستگی پر افسوس کیا تھا اب سٹی مجسٹریٹ کے پاس
گورنمنٹ کا استفسار آیا ہے کہ حقیقت سب لکھ کر بھیج دیں کہ اس کا مالک وغیرہ
کون ہے کچھ بھی شک نہیں ہے کہ گورنمنٹ انشاء اللہ خود مرمت کروائیگی اس کی
کیفیت گورنر سے مل کر گزارش کروں گا بارہ سمجھتے ہیں پریشان ہو رہا ہوں میں نے
اوپر جو گستاخیاں کی ہیں اس کو اللہ معاف کرنا۔

خاکسار

سید علی محمد شاد

۵۶

برادر گرامی قدر راحت دل و جان سلمکم اللہ تعالیٰ

تسلیم۔ میں گھبرایا ہوا خود تھا کہ سبب کیا جو بھائی نے مجھ کو خط نہ لکھا اسی
انتظار میں رجسٹری پائی آپ کی صحت مزاج پر شکر کیا لیکن پریشانیوں کو دیکھ کر کیا
کہوں جو حالت ہوئی بھائی جان میں حد سے زیادہ رقیق القلب ہوں دیرتک

متحیر رہا دنیا بھی عجب جگہ ہے ایک حال پر قرار نہیں اللہ تعالیٰ اُس نوجوان مرنے والے کو بہشت بریں میں جگہ دے اور اس بیمار کو بتصدق بیمار کربلا شفا بخشے الٰہی اس کے چھوٹے چھوٹے بچوں پر رحم کر آمین آپ کو یاد ہو گا کہ سال گذشتہ ماہ اکتوبر میں سید سلمہٗ کی بائیں بغل میں دو دو زخم نکلے کئی نشتروں کی نوبت آئی۔ ایک ہفتہ سے اب کے دفعہ پھر دہنی بغل میں اُسی طرح اُبھر کر پکنے کے سامان ہیں دیکھیے کیا گزرتی ہے اور نقصان سنئے کہ ایک سال سے صغیر الحق نام ایک پریس میں میرا نوکر تھا (عـــہ) تنخواہ د کھانا ناشتہ الگ جب چاہا چھپا چھاپے ورنہ چار چار دن غائب پریس وغیرہ سب اسی کے اعتماد پر تھا میں نے الٹ کر بھی نہ دیکھا کہ چھپے ہوئے کتنے فرمے ہیں اور کتنے سادے کاغذ ہیں یہ بھی تو حساب نہ کیا کہ کئی ریم کاغذ میں کتنا چھپا کیا باقی ہے کئی دن ہوئے ایک شخص کو جس کا خط برا نہیں ہے مسودے صاف کرنے کو نوکر رکھا تھا اس سے کہا کہ تم چھپے اور سادے فرموں کو گن ڈالو یہ سن کر پریس میں غائب ہو گیا جو دیکھا جاتا ہے تو کل پتھروں کو توڑ تاڑ اور کل سادے کاغذ کو جس میں مسلم ایک نہایت عمدہ کاغذ ایک ریم اور حساب سے سب سادہ کاغذ ملا کر چار ریم باقی رہتا تھا سب غائب پھر طرفہ ماجرا یہ کہ تاریخ بہار فارسی تعلیم وغیرہ کے جتنے فرمے رہ گئے کسی میں سے پچاس کسی میں ساٹھ ندارد ہیں۔ اسی دن آئی ڈاکٹر کو عینک خریدنے کے خیال سے بمشکل تمام دوٹر

پر باقی پورچلا پچاس روپے کا نوٹ اور پانچ اور دس روپے کے نوٹ الگ فیس دینے کو جیب میں رکھے تھے رستے میں جیب ٹٹولی تو یہ تینوں نوٹ بھی نہ تھے خدا جانے اندھے پن سے کیونکر رکھے کدھر کھسک لئے اناللہ کہہ کر رستہ سے پلٹ آیا۔ چلئے آں ہم رفت و ایں ہم رفت

حیاتِ ابد گویا طیار ہے صرف جوڑ ملا ملا دینا اور کاتب سے صاف کروا کے نظرِ ثالث کر لینا یہ بھی کب کا ختم ہو جاتا مگر آنکھوں کو کیا کروں بہر حال شکر ہے۔ امید ہے کہ بہت جلد اپنی خیر دیجئے اور اپنے گھر میں کی۔ اللہ تعالیٰ سب کی خیریت سنوائے۔

دوازدہم اکتوبر ۲۵ء

تمھارا جان نثار

سید علی محمد شاد

۵۸

بھائی صاحب

تسلیم

چھٹا مہینا ہے کہ آنکھوں نے جواب دے دیا پانی آنے لگا ڈاکٹر شیرین جو سب سے اعلیٰ ڈاکٹر اور بیش قرار فیس لیتا ہے وہ کہتا ہے کہ اپریشن کے لئے آنکھیں طیار نہیں ہیں حالانکہ اب کچھ نہیں سوجھتا اگر کوئی مدد نہ کرے تو لکھ نہیں سکتا اس پر غضب یہ ہوا کہ جس بڑے صندوق میں متفرق مسودے الگ

الگ تھے بندش کے ٹوٹ جانے اور لڑکوں کی ناکردہ کاری سے اس کے اوراق منتشر اور ایک دوسرے میں کھچڑی ہو گئے استاد مغفور کے سب ابواب اسی میں ہیں۔ یہاں ہر چند کوشش کی کوئی حسب خواہ کاتب جو فی الجملہ استعداد رکھتا ہو نہ ملا بلکہ بعض رموز ایسے ہیں کہ کسی کو بجز آپ کے نہ دکھاؤں گا میں خدا کا کہاں تک شکر ادا کروں کہ کلام کافی طور سے جمع ہو گیا خدا آپ کو یہاں لائے تو مناسب طریقہ سے مرتب ہو جائے میری آنکھوں کی تو یہ حالت ہے اور کوئی دن ایسا نہیں کہ ہندوستان بھر سے اصلاح کے لئے کلام نہ آتے ہوں اہل لکھنو کا تعصب مشہور ہے مگر خدا نے یہ دن دکھایا کہ اب آپس میں جب زبان دانی کی نسبت مخالفت ہوتی ہے تو طرفین میرے فیصلہ پر دار و مدار کرتے ہیں ایک خود رائے شاگرد معین الدین قیس نے جس کے بعض حرکات سے میں ناراض ہوں اس نے بغیر میری اصلاح کے میر الالف چھاپا ہے کتاب کا نام گلشن حیات ہے وہ آپ کے لئے مجھ کو دے گیا تھا اس کو حاضر کرتا ہوں افسوس ہے کہ اس نے واقف کاروں سے پوچھ پوچھ کر نہ لکھا جتنی باتیں ضروری تھیں سب چھوٹ گئیں۔

علی گڈھ کالج میں ایک ذی علم اور کچھ لکھ رہے ہیں وہ شاید درست ہوں۔ ایشیاٹک سوسائٹی میں رکھانے کے لئے میرا ایک فوٹو گیا تھا اس کا الٹ پلٹ بڑا بنا کر لگے گا جناب سید راس مسعود صاحب جب جاپان گئے تھے وہاں

ہے ایک خط میں مجھ کو لکھا کہ یہاں کی علمی سوسائٹی میں لکچر تھا لکچرار نے کہا کہ تمام ایشیا میں آج صرف اُردو کا ایک کامل شاعر پٹنہ میں علی محمد شاد ایک خاندانی شخص ہے سید صاحب نے اس پر مجھ کو مبارک لکھی ہے مگر ان باتوں کی مطلق خوشی نہیں ہاں میرے استاد کا لائف شائع ہو جائے تو زندگی کا حاصل البتہ ہو جائے ۔

آپ کے یہاں تو اتر صدمات کا حال سنا کیا عرض کروں جو صدمہ ہوا ۔ آپ کے ہاتھ میں پھر پاؤں میں نصیب اعدا اکزا لگنے کا کیا سبب ہوا مفصل لکھئے حق تعالیٰ آپ کو صحیح رکھے یہ خط دھوپ میں پڑا پڑا اٹکل پر لکھ رہا ہوں گیارہ بجے سے چار بجے تک دھوپ میں کچھ لکھ لیتا ہوں باقی اندھیر اگھپ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ میرے تصانیف پر رحم کرے ۔ بھابھی صاحبہ سرتاج خاتونان ہند کی خدمت میں سلام شوق امیدوار دعا ہوں لڑکے بصد ادب تسلیمات بجالاتے ہیں ۔

۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء خاکسار

پٹنہ سٹی سید علی محمد شاد

۵۹

بھائی جان والا دودمان عزیز گرامی قدر من جناب مولوی احمد علی خاں صاحب دام علوہ

تسلیم ۔ بھائی جان میری یعنی آنکھوں کی نابینائی اور بھی بڑھ گئی لیکن جب

دن سے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اگر کتاب حیات ابد (جس کے مادہ کے بہم پہنچانے میں دو برس سے زیادہ سخت محنت کر چکا ہوں اور استاد مرحوم کی یہ آخر خدمت ہے) خدا ناکردہ رہ گئی تو دنیا و دین میں روسیاہ ہو جاؤں گا۔ برادرم سید ہمایون میرزا صاحب کا اس دور و دراز سفر کی مشقت ہزاروں روپے کا خرچ مفت ضائع ہو جائے گا اور آخر یہی الزام ہوگا کہ جس کو میں ڈرتا ہوں کسی قدر تو آپ پر بھی میرے سبب سے الزام ہوگا غرض جب یہ سوچا تو بیماری یا ضعف سب موانعات کو دل سے دور کر دیا مگر آنکھ کو کیا کروں اس پر سخت مصیبت یہ ہوئی کہ جن صاحب کو شوال سے نوکر رکھا تھا اور انتہا سے زیادہ ان کی نازبرداری کی جس قدر انھوں نے لکھا ایسا لکھا کہ پھر دوبارہ مجھ کو صاف کرنا ضرور ہو گیا ورنہ دوسرا شخص ہرگز اس کو نہ پڑھ سکتا۔ ناچار رو دھو کر اپنا دیوان ان کے حوالہ کیا چاہیے جیسا صاف کریں۔ سات بجے صبح سے خدا مجھ کو کچھ روشنی دے دیتا ہے بارہ بجے تک یک قلم ایک ہی جگہ بیٹھ کر آج بیس دن سے لکھ رہا ہوں جس کی کیفیت ذیل سے معلوم ہوگی یہ حضرت کاتب آٹھ دن کے لئے گھر جاتے ہیں اگرچہ کتاب سوانح عمری کے صاف کرنے کے یہ قابل نہیں ہیں مگر یہی کیا کم ہے کہ پرچوں پر جو میری متفرق غزلیں سڑ رہی ہیں یکجا تو ہو جائینگی اور آپ کے طفیل سے ترتیب تو ہو جائینگی دوسرا کاتب اتنا بھی نہیں ملتا ان کو دو مہینے کی تنخواہ دے کر رخصت کر دیتا ہوں یعنی بیس روپے —

اب کیفیت مسوّدہ کی سن لیجئے۔

ابواب کتاب حیات ابد حسب تحریر برادرم بیرسٹر صاحب سلمہٗ۔

باب اوّل حسب و نسب یہ باب میں صاف کر کے بھائی کو دے چکا ہوں

باب دوم عہدِ طفلی سے ایامِ شباب و جوانی تک کے حالات کچھ بھائی نے لکھا ہے باقی میں نے کسی قدر باقی ہے۔

باب سوم۔ پہلا سفر مشتمل بر دو فصل۔ فصل اوّل مرشد آباد، وہاں کے کل حالات مع اتالیقی و عہدِ سفارت کا ملنا فصل دوم کلکتہ کے حالات، وہاں کے دلچسپ حالات، دونوں فصلیں غالباً چھ سات جزو میں ہیں فصل اوّل تیار فصل دوم میں کچھ باقی۔

باب چہارم مراجعت بوطن تا رحلت بالکل ناطیار ہے۔

باب پنجم۔ اخلاق و عادات ہمدردی غیبت سے پرہیز وغیرہ وغیرہ تذاکرۂ علمیہ وغیرہ کا ذکر باب سوم فصل دوم میں آچکا نصف طیار۔

باب ششم فصل اوّل حضرت کے اساتذہ اس میں اکثر دلچسپ حالات حضرت آتش کی وغیرہ کے فصل دوم میں تلامذہ کا ذکر۔ بھائی نے ایک ڈھانچا دیا تھا میں دوبارہ لکھ رہا ہوں۔

باب ہفتم حضرت کا کلام تمہید نفس شاعری اردو شاعری اردو کی غزلیں موازنہ ناسخ وغیرہ سے فارسی کی تمہید۔ غزلیات فردیات قصا

موازنہ باقصائدِ عرفی وغیرہ۔ مثنوی کی تمہید حضرت کی مثنوی کا بوستان سے موازنہ موجودہ مثنویوں کے کافی اشعار قطعات رباعیات فردیات خاتمہ۔

جن جن پر میں نے چلیپا بنایا ہے وہ مجھ سے بھائی نے لے لیا ہے مجبور ہوں کہ کتاب کو یکجا ترتیب نہیں دے سکتا جب تک سب پیشِ نظر نہ ہو۔

رسید کتاب سے زیادہ سے زیادہ اگر بصارت اس سے زیادہ نہ گھٹی تو دو مہینے کے اندر ہی فراغت ہو جائیگی۔ بڑا کام کلام کا تھا وہ آج ختم ہو گیا الحمد للہ۔

بیس روپے ضرور مرحمت کیجیے کہ ہر وقت کے تقاضے کی برداشت نہیں ہے کہ اطمینان ہو۔

اگر بھائی کو آپ خط لکھیں تو میرا یہ نیاز نامہ ملفوف فرما دیں اور لکھیں کہ میں نے مجبوری سے آپکو کوئی خط نہیں لکھا بلکہ خط لکھنے کی فرصت نہ ہوئی آپ بوڑھا اندھا سمجھ کر شاد کو غافل نہ سمجھیں اگر ان کاموں کو جو میں آج کل اس اندھے پن میں کر رہا ہوں اور پھر میرے خانگی مصائب کو دیکھیں تو شاید بیحد تعجب کریں گے والسلام بالاکرام

۱۰/ اگست سنہ ۲۶ء

دعاگوئے جناب شما
سید علی محمد شاد

(۶۰)

جناب اخوی محترم و محتشم روحی فداکم،

تسلیم۔ میں تو اپنی آنکھوں و دیگر مکروہات کے سبب سے خط لکھنے سے مجبور رہا آپ نے کیوں خط بھیجنا بند کر دیا لامحالا آپ خفا ہو گئے اور آپ کا خفا ہونا مطلق بیجا بھی نہیں دو برس گزر گئے زحمت و خرچ کی کوئی حد نہ رہی اور پھر ابھی تک کتاب مرتب نہ ہوئی میں تو آنکھوں کے سبب سے ایسا معذور ہو گیا کہ خدا شاہد ہے اس سے موت بہتر ہے۔ اس میں ذرا بھی مبالغہ نہ سمجھئے گا روزانہ ڈاک میں قریب قریب مختلف بلاد سے دو چار خط ضرور آیا کرتے ہیں کسی میں اصلاح کے لئے غزلیں وغیرہ ہوتی ہیں کسی میں تاکید شدید ہے کہ دیوان چھپا لو اڈیٹران اخبار جدا پریشان کرتے ہیں کہ کلام بھیجو کسی کو کسی کی حالت کیا معلوم ہو میری آنکھوں میں پہلے سے بہت زیادہ پانی آگیا صرف تین گھنٹے نو بجے دن سے بارہ بجے تک ٹٹول کر کچھ لکھ لیتا ہوں بیس گھنٹے تک مطلق اب کچھ نہیں سوجھتا جب تک کوئی دوسرا ہاتھ نہ پکڑے دو قدم بھی چلوں تو ٹھوکر کھاؤں خدا جانے تین گھنٹے تک کیونکر لکھ لیتا ہوں صرف اتنے دنوں کی مشق ہے کہ حرف پڑھے جاتے ہیں۔

عید کے چند دن بعد عزیزی احمد علی خان صاحب تشریف لائے تھے ذکر کتاب حیات ابد کا آیا کسی کاتب کو ضرور نوکر رکھ لیجئے۔ ایک مہینا قبل سے ایک طالب العلم ساکن بہار دس روپیہ مہینے اور کھانے ناشتہ کے علاوہ میں

نے نوکر رکھا تھا مگر پھر وہ پندرہ روپیہ مانگنے لگا تو چاہا کہ جواب دیدوں احمد علی خانصاحب نے اصرار کیا کہ دس روپیہ مہینا آپ مجھ سے منگوا لیا کیجئے اور حیاتِ ابد کو انھیں سے صاف کروائیے چنانچہ دس روپیہ ایک مہینے کی تنخواہ دی بھی۔ تجربہ ہونے پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت حیاتِ ابد کی سی کتاب کے صاف کرنے کے قابل نہیں نہایت کم سواد و بد املا ہیں اور ایک دن کے کام کو دس دن میں کرتے ہیں سر پیٹ لیا کہ ان سے کیا ہوگا غرض میں نے سب متفرق پرچے دیوان کے ان کے حوالہ کیے کہ چاہے جیسا لکھیں ترتیب تو ہو جائیگی اور حیاتِ ابد کو خود لے بیٹھا باقی حالات اس کتاب کے آپ کو اس خط سے معلوم ہوں گے جو میں نے انھیں کاتب کی معرفت احمد علی خان صاحب کے پاس بھیجا تھا اور ملفوف جاتا ہے کاتب کا بیان ہے کہ میں جب خط لیکر گیا تو ڈپٹی صاحب اندر تھے اطلاع ہوئی تو دیر کے بعد وہ تشریف لائے میں نے خط پیش کرنا چاہا فرمایا کہ میں دوسری جگہ جا رہا ہوں کرایہ کی گاڑی پر کہیں چلے گئے خط واپس آیا خدا جانے میں نے اپنے وقت کا جو حیاتِ ابد سی چیز میں صرف ہوتا ہے خون کر کے یہ خط لکھا تھا حتیٰ کہ بہ سبب کمی وقت کے اُن سے گزارش کی تھی کہ یہی خط حیدرآباد بھیج دیجئے گا خط تک نہ پڑھا۔ احمد علی خانصاحب نیک با تہذیب اچھے اور قابل شخص ہیں مگر۔

گہے بر طارم اعلا نشینم　　گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

آپ نے دو چیزیں ایسی مجھ سے لے لیں کہ جو کچھ اب ترتیب میں دیر ہوگی اسی کے سبب سے اہم ترین محنت اس میں غزلیاتِ اردو فارسی و مثنویات و قصائد و قطعات و رباعیات و نثر کا نمونہ موازنہ یا کلام استاذ دیکھا غزلیات تو آپ نے لے لئے۔ باقی جتنے اصناف تھے وہ میں لکھ کر ترتیب دے چکا۔ غزلیات جب تک میں خود دیکھ کر خود ترتیب نہ دیدوں ناممکن ہے کہ ویسی ترتیب کوئی دے آپ تک کو نہیں معلوم کہ میں نے کتنی محنت کی ہے اور کس سلیقہ کو صرف کیا ہے ترتیب کے وقت سلیقہ دوسرے میں جب ہی ہوگا جب ستر برس خود کو گھلا دیگا اگر کسی دوکان میں عمدہ ترین چیزیں بے ترتیب ڈال دی جائیں تو فطرتاً اس کی طرف سے خریدار کو بے توجہی ہوگی اور سلیقہ کے ساتھ کم قیمت چیزیں بھی قیمتی چیزیں کم رتبہ دکھائی دیتی ہیں (؟) آپ یہ گمان نہ کریں کہ میں ڈال رکھوں گا اب یہ غیر ممکن ہے غزلیات فریاد جتنے ہیں سب بھیج دیجئے میں دو مہینے کے اندر ہی جان توڑ کر مرتب کردونگا مولوی شبلی کی کتاب سوانح رسول اللہ جس کو مولوی سلیمان ندوی نے بمدد رئیسۂ بھوپال چھپوایا ہے میں دیکھ کر پھڑک گیا ان کو لکھا کہ اگر آپ میرے حضرت استادِ مغفور کی سوانح عمری اپنے زیر اہتمام چھپوا دیں تو میں مسٹر سید ہمایوں مرزا کو لکھوں، جواب میں لکھا ہے کہ عنقریب جواب دیتا ہوں اگر ایسا ہوا تو میں

کمال مباحات کروں گا غزلیات وغیرہ کے بغیر قصائد و مثنوی وغیرہ کے جوابات ناتمام ہیں باقی رہے اور ابواب وہ آپ کے ملاحظہ کے لئے دو ہفتہ میں بھیج دوں گا صاف کروا کر میرے پاس پھر بھیجنا ہو گا اگر استخارہ آگیا تو نثر کا کا مشاہرہ احمد علی خانصاحب سے منگواؤں گا ورنہ میں خود دے دوں گا غزلیات کے بغیر یہ حصہ بے ترتیب رہے گا۔ اطلاعاً التماس کیا۔ مسز تاج خاتون ہند کو ولی دعا۔ فدوی سید حسین آداب بجالاتا ہے۔

۱۲ ر اگست سنہ ۲۶

خاکسار

سید علی محمد شاد

LYTTO ALI MUSLIM U

(۶۱)

بھائی جان روحی لک الفدا

تسلیم عرض ہے صحیفہ گرامی کل وارد ہوا بہ مشکل دھوپ میں بیٹھ کر سب پڑھا حالت یہ ہے کہ اب اور بھی بینائی گھٹ گئی مگر اس سے فائدہ یہ ہوا کہ جتنے مشکل کام تھے اور دوسرا ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا سب ٹٹول ٹٹول کر جس محنت سے لکھ ڈالے میں ہی جانتا ہوں یا میرا خدا یا میرے استاد علیہ الرحمہ کی روح پر فتوح اب صرف دغدغہ یہ ہے کہ آپ نے اردو و فارسی غزلیں و فردیات و موازنہ جات مجھ سے تو لے لئے اور عزیزی احمد علی خانصاحب کے سپرد کر دیا میں سچ عرض کرتا ہوں کہ ان

سب کی ترتیب دینے والا بجز میرے اور کوئی نہیں ہے جہاں جہاں کمی وبیشی ہوگی کون ہے کہ اس کو درست کرے گا آپ گھبرائیں نہیں دو دفعہ آپ کا پمفلٹ مجھ کو ملا ہے مگر بخار میں ادھر دو مہینے تک قصائد مثنویات قطعات رباعی وغیرہ میں ایسا الجھا رہا کہ ہوش نہ تھے یہ اس لئے کہ بھلا اُن چیزوں کو تو ماشاء اللہ آپ درست کرلیں گے مگر یہ چیزیں کون درست کرے گا اب جب اس سے فارغ ہو گیا تو اس کو دیکھا جو آپ نے حضرت کے کلام کی تمہید میں میرے نوٹوں سے اخذ کر کے لکھا ہے ماشاء اللہ خوب لکھا ہے البتہ جا بجا کم وبیش کی ضرورت ہے دوسرے حضرت کے تلامذہ کی بحث بھی بہت صراحت سے لکھی ہے اب تیسری چیز حضرت کے اساتذہ و چنانچہ حضرت اشکی کے حالات سے میں نے شروع کر دیا ہے آپ کو اگر اور اور اساتذہ کا حال معلوم ہو تو اسی کاغذ پر اضافہ کر کے جلد بھیج دیجئے سفر اول میں لکھ چکا کلکتہ کے حالات میں ہی لکھوں گا اب رہے ایام طفلی سے لے کر جوانی تک کے حالات اور حضرت کے اخلاق آخر عمر تک اس کو بطور نوٹ کے آپ جلد لکھ دیجئے تاکہ میں آٹھ دنوں میں لکھ کر فارغ ہو جاؤں اب بات یہ ہے کہ غزلیات اور باب اول صاف شدہ میرے پاس جلد آجائے اور جن نوٹوں کو میں نے اوپر بیان کیا ہے وہ بھی۔ ڈاکٹروں نے تو حکم لگا دیا تھا کہ اس اندھے پن اور قلبی مرض میں جب تک یہ کتاب

تصنیف ہو گی ممکن نہیں یہ زندہ رہیں دوستوں نے عزیزوں نے سب نے
بہت روکا مگر خدا کی عنایت سے گویا فارغ بھی ہو گیا اور اب تک اللہ کے
فضل سے اتنی ہی محنت اور دماغی فکر کرنے کو موجود ہوں الحمد اللہ علی احسانہ،

احمد علی خان صاحب کا معاملہ یہ ہے کہ میں نے جو ایک کاتب کو اس
لئے رکھا تھا کہ دن کو میرے مسودات یعنی حیات ابد کو صاف کرے
اور رات کو میں لکھتا جاؤں وہ لکھتا جائے دونوں کام اس سے نہ ہو سکے
نہایت جاہل اور کام چور نکلا کہاں میری محنت آٹھ گھنٹہ دس گھنٹہ وہ بھی ہوتے ہیں ٹول ٹول
کر کتابوں کو دیکھ دیکھ کر کہاں وہ جوان دو گھنٹے بھی محنت نہیں کر سکا تب استاد
مرحوم کے طفیل میں یہ چاہا کہ پرچے میری غزلوں کے جو متفرق پڑے ہیں
ان کو صاف کرے اور شب کو اگر میں شعر کہوں تو ان کو ٹانک لیا کرے
اس موذی نے یہ کیا کہ مسودوں میں جو جو اشعار میں نے پڑھوا پڑھوا دیے
تھے ان کو اور متفرق غزلیں جو اس سے راتوں کو لکھواتا گیا تھا سب کو
غائب کر کر دیا اب مجھ کو مطلق یاد نہیں کہ کتنی غزلیں طیار نا طیار اس سے لکھواتا
گیا ہوں وہ کہتا ہے کہ اسی میں تو سب رکھتا گیا تھا لیکن چونکہ موزوں طبع
بھی ہے اس نے چرا لیا تین مہینے تک یہ رہا تھا ایک مہینے کی تنخواہ
احمد علی صاحب نے دیدی تھی ڈھائی مہینے کی تنخواہ چاہئے تھی پھر
میں نے ان کو لکھا کہ دو مہینے کی تنخواہ آپ دیدیجئے پانچ روپیہ میں

دیگران کو برخواست کردوں انھوں نے صرف دس روپے دئیے اور میرے ہی خط کے گوشہ پر بعنوان قبلہ اور میرے ہی لفافہ پر اپنا نام کاٹ کر میرا نام لکھ دیا بھائی میں پرانا آدمی ہوں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا رشید شاگرد ہوں جسکی منش اور رکھ رکھاؤ نے بڑے بڑوں کے سر جھکا دئے یہ برتاؤ مجھ کو اور بھی ناگوار ہوا حالانکہ وہ دیکھ چکے ہوں گے کہ اسی دفعہ جو آپ نے مجھ کو ان کے گھر سے خط بھیجے ہیں تو کس طریقہ سے کہ جی خوش ہو گیا میں اس استاد کا شاگرد ہوں جس نے اس فن کی آبرو بڑھا دی انشاء اللہ اسی نقش قدم پر رہوں گا آج آپ کا خط پاکر انھوں نے جو خط لکھا ہے وہ جاتا ہے میں نے جواباً لکھ دیا ہے کہ پہلی دفعہ جو آپ نے خط نہ پڑھا اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ میں باہر جاتا ہوں وہ کہتا ہے کہ خط میرے ہاتھ میں تھا خیر اس کا تو چنداں خیال نہیں مگر دوبارہ جو صراحت مذکورہ کے ساتھ میں نے بیس روپے اس کو دلوائے آپ نے صرف دس روپے دئے اور بے عنوانی سے میرے ہی گوشہ خط پر جواب اور لفافہ پر اپنا نام کاٹ کر میرا نام لکھ دیا اس کا ضرور خیال ہوا کہ جب میں اس کو جواب دے رہا ہوں تو بجائے بیس روپیہ کے دس روپے دینا اور پھر اس عنوان سے جواب لکھنا البتہ گراں ہوا مگر پھر یہ سوچ کر تسکین ہو گئی کہ اب نہ تمھارا وہ زمانہ ہے نہ ویسے لوگ۔ ایاز حدِ خود بشناس

ناز بر آن کن که خریدار تست

سب لوگ سید ہمایون مرزا نہیں ہو سکتے۔

ہاں بھائی اشکی صاحب کا حال پڑھ کر اگر اساتذہ میں سے کسی کا نام یاد
آئے تو الگ لکھ کر دونوں کاغذ بھیج دیجئے اب میں کلکتہ کے حالات لکھ رہا ہوں
آپ کے گھر میں دور از حال جو علالت ہوئی اس کی خبر بزبانی احمد علی خانصاحب
کل معلوم ہوئی خدا نے فضل کیا اور ضرور آئندہ کریگا الحمدللہ کہ وہ سب خیال
میرے دل سے مٹ گیا میں یہاں تک لکھ چکا تھا کہ سہ پہر کو عزیزی آغا علی خاں
نے آکر جو حق عذرات کا تھا اس سے زیادہ ادا کیا برسوں سے میرے دل
میں جو خلش تھی آپ کی بدولت آج مٹ گئی بھائی جان آج جو کاغذ آپ نے
معرفت احمد علی خانصاحب کے بھیجا ہے سچ یوں ہے کہ کمال کیا اب میرا
دل ایسا بالیدہ ہے کہ بیان سے باہر یادگار غالب سے اللہ تعالیٰ نے
بتصدق آئمہ ہدیٰ و طفیل روح حضرت مجھ کو مورخ رو بنایا میری محنت
تمھاری بدولت جو تھائی رہ گئی حضرت کے اساتذہ میں سے حضرت حالی
و حضرت اشکی کے حالات گویا تمام ہوئے کچھ تھوڑا سا جو باقی ہے آپ کو اضافہ
کرنا ہو تو اسی پر اضافہ کر کے جلد واپس کیجئے مدیہنہ کا مضمون بھی دیکھنے کو جاتا
ہے یہ سب سے دلچسپ ہوگا ملاحظہ کر کے واپس کیجئے کلام والا مسودہ میں جس
طرح ہوگا صاف کروں گا مسودہ تیار ہے آپ پڑھ سکیں تو بھیج دوں

کتاب کے دلچسپ بنانے میں میرے نزدیک اب کوئی کسر نہ رہی بعض سخن فہموں نے اس کے اکثر مقام سن کر ہاتھ جوڑے کہ جلد چھپوائے اوّل سے آخر تک ترتیب وصاف کے بعد آٹھ دن میرے زیر نظر رہے گی تو انشاء اللہ پھر کتاب ہوگی کل احمد علی خاں صاحب پر تاکید کی ہے کہ جب چھپنا شروع ہو کاپی پروف میں دیکھ لوں ایک نوکر اس کام کے لئے رکھ لیجئے پھر بھائی کے پاس بھیجئے تب چھپے خدا کرے اوّل درجہ کی چھپائی ہو ورنہ محنت برباد گناہ لازم چار پیسے زیادہ لگیں مگر چھپائی کاغذ اوّل درجہ کا ہو میرے انداز میں یہ کتاب حیات ابد سولہ سے زیادہ اور بیس جزو سے کم نہیں ہے حجم معقول ہے جدید دستور کے مطابق خلاصہ مضمون اور جابجا نوٹ بڑھانے ضرور ہیں۔

خدا جانے اور کیا کیا لکھنے کو تھا مگر ضعف اور وقت کی کمی نے مجبور کر دیا۔

اللہ تعالیٰ وہ دن کرے کہ انشاء اللہ پھر سرتاج خاتونان ہند سلمہا حاملہ ہوں اور میرے استاد مغفور کا یادگار پیدا ہو بحق محمد و آلہ الامجاد۔

میری مالی حالت مقدمہ بازی نے اور سقیم کر دی ہے ڈاکٹر صاحب بہت قیمتی دوا و غذا بتاتے ہیں شرم سے کچھ کہہ نہیں سکتا تین روپیہ روز فقط توبات کا خرچ دینے پر جیسا لکھا ملتا ہے بھائی جان اگر عمر بھر میں لکھایا ہو

تو لعنت دال اگر کھائی ہوتی تو مزہ جانتا مگر یہ سب ناداری کے سبب سے ہوتا تو صبر آجاتا سبب یہ ہوا کہ سید سلمہٗ نے بعد مرنے بی بی کے میر عنایت حسین کے گھر جانا شروع کیا ان کی ساس سالیاں میاں علی حیدر رشیدا وغیرہ ابتدا ہی سے عنایت حسین کے گھر میں پالے گئے یہاں تک کہ ان کے باپ یعنی میرے معلم قدیم میر فرحت حسین مرحوم نے نواب بہادر کے گھر سے جو کچھ کمایا تھا سب یہ لوگ کھا گئے سید غریب پر ڈورا ڈالا کہ رشیدا کی بہن سے عقد کر لو اس قدر روغن قاض ملا کہ بے وقوف راضی ہو گیا میں نے سنکر سر پیٹ لیا دو برس تک انواع تدبیر سے روکے رہا آخر مجبور کر دیا گیا اور تماشا یہ ہے کہ ایک تو گنوارنی جاہل محض دوسرے کے ٹکڑے پر ماں باپ بھائی بہن عمر بھر بیچیا بکربلا گئے اس پر سل و دق کا عارضہ منحنی دائم المرض بعد عقد کے عنایت حسین الگ ہو گئے وہ سب کے سب اس گھر میں نازل ہیں رشیدا کو کئی جگہ نوکر بھی رکھوایا مگر بھیک کی عادت نوکری ہو ہی نہ سکی چاہتا ہوں کہ کسی تدبیر سے ایک خانساماں دس بارہ روپے مہینے کا رکھ لوں تب شاید جان بچے ۔ بہر حال اب سنئے خدا شاہد ہے جب سے احمد علی خاں صاحب معذرت کو آئے ہیں اور بعد کو ڈاکٹر مشتاق علی وغیرہ خاص کر نواب وحیدالدین صاحب سے ان کی نقلیں ضبط دماغی کی سنیں تو پہلا پچھلا سب رنج دفع ہو کر سخت افسوس

ہوا۔ بھائی آپ نے جتنے اجزا حیاتِ ابد کے بھیجے سب ادھر آکر میں
نے پڑھوا کر سنے اب جا کر میری خاطر جمع ہوئی خداوند کریم آپ کو اس کا
صلہ دے بڑی محنت کی اور مجھ اندھے کا ہاتھ بٹایا۔ صرف ایک باب
یعنی باب ششم جس میں آخر عمر کے حالات کل حضرت کے خصائل پسندیدہ
وغیرہ اسلام سے محبت، مذہب وغیرہ تا رحلت باقی ہے اس کا ایک
ڈھانچا بطور یادداشت ضرور اور جلد تر لکھ ڈالئے۔ میں دیکھ لوں گا۔ اس
کے ہمراہ دو کاغذ ناتمام جاتے ہیں ایک میں حضرت اشکی کے حالات ہیں
دیکھنا کیسا لکھا ہے خدا شاہد ہے کہ یہاں جس نے سنا پھڑک گیا حالانکہ
کسی نے سنا ہی کیا ہے واللہ میری عمر میں تم نے مجھ پر احسان و الم کیا کہ حضرت
کے ساتھ مجھ کو بھی باپ کے طفیل میں حیاتِ ابد بخشی تعریف سے باہر باتیں
کر گزرے اور کر رہے ہو خدا تمہارے مقاصد دلی بر لائے آخر کس باپ کے
بیٹے کس خاندان کی یادگار ہو۔ یاد ہوگا مولوی غلام قادر وکیل جو ابتدا میں
اسکول کے ماسٹر اور پھر کامیاب وکیل رہے ان کا لائق بیٹا محمد حفیظ اب نہایت
کامیاب وکیل اور چلتا پرزا دس ہزار روپے دیکر ایک اردو اخبار پیغام نام
نکالا ہے اچھا اخبار ہے کل جب میں حیاتِ ابد کا مسودہ لئے بیٹھا تھا وہ اور
محمود شبیر بی۔ اے بی ال میر محبوب شبیر کا پوتا مجھ سے ملنے آیا وہ جزو جو آپ
کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اٹھا کر دیکھا خوش ہو کر تمام حالات سنے نہایت متعجب

خوش ہوکر اپنے اخبار میں اس کتاب کے جمع ہونے کا مژدہ چاہا کہ درج یا جائے چنانچہ میں نے کتاب کے ساتوں ابواب کی کیفیت وغیرہ کل ہی چار صفحے میں لکھ دی جس پرچہ میں چھپے گا آپ پاس جائے گا دیکھئے کیسے دریا کو کوزہ میں بھرا ہے۔

کام بہت ہیں خط کو چاہتا ہوں جلد تمام کروں ایک نہ ایک بات پھر ذہن میں آتی ہے ہاں خوب یاد آیا اگر آپ نے اس کتاب کی چھپائی وغیرہ احمد علی خان کے سپرد کی تو غارت گئی اگر میرے سپرد کی تو بھی ستیاناس اور غارت ہوئی ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ ایسی نایاب روزگار کتاب میں اگر دس پیسے زیادہ خرچ ہوں تو کیا حقیقت ہے جبکہ آپ نے جمع ہونے میں روپیوں کا منہ نہ دیکھا سب سے اعلےٰ ترین چھپوائیے تو اعظم گڑھ مولانا مسٹر سید سلیمان ندوی شاگرد رشید شبلی کے دار التصنیف میں چھپوائیے کتاب اچھی اور زمانۂ حال کے املا و تہذیب کے ساتھ چھپے گی میں ایک دستور العمل اور اسکیم بھیجوں گا وہ نہایت قابل متمدن اہلِ قلم ہیں ایک میگزین بنام معارف نکالتے ہیں بھوپال وغیرہ کی سرکاروں میں خاص اہتمام سے جو کتابیں ریاست کی چھپتی ہیں وہیں چھپتی ہیں عرصہ ہوا کہ انھوں نے اپنے پرچہ میں یہ عبارت لکھی تھی کہ سید علی محمد شاد بیٹھے کیا کرتے ہیں کیا اپنے باکمال استاد کے احسانات بھول گئے جن کی بدولت آج وہ منفرد و شہرۂ آفاق ہیں حضرت فریاد کی

سوانح عمری کے اہل علم جو لکھے ہیں وہ کیوں بھولے بیٹھے ہیں وغیرہ وغیرہ۔
میں ابھی اُن سے سب باتیں پوچھنے کو ایک خط جواب طلب لکھتا ہوں
جواب آپ پاس بھیجدوں گا۔

اب سنئے آپ نے ہمارے احمد علی خانصاحب کے سپرد چھپوائی کی تھی۔
وہ تو ایک کھوئے ہوئے شخص ٹھہرے آپ نے ایک جزو آغا محمد جان کے سپرد کیا
کہ چھاپ دیں (آپ کو یاد ہوگا ایک شخص سیاہ فام میر خارشتی مشہور آپ کے
والد ماجد کے پاس آتے تھے ساکن گلزار باغ جن کے بیٹے میر فرحت حسین
کے داماد تھے میر امیر جان مختار لطف علی خاں کے یہ ان میر فرحت حسین
کے نواسے اور دھوہ کی رسی بٹنے والے اور حاضر باش امام باندی بیگم
کے جانشینوں کے پاس صرف ایک کاٹھ کی کل پھنسانے کو رکھے ہوئے ہیں
پنپنے تک نہیں مجھ کو بھی دھوکھا دیا تھا میرے اٹھارہ روپے بھی کھا گئے
حضرت نے دھوکھا کھا کر وہ جزو ان کے حوالہ کیا اور پھر یہ بھی نہیں کہ
کتاب کیسی چھپے گی کیسے حرف ہوں گے اور کچھ روپے بھی دیدئے
انھوں نے وہ مسودہ احمد حسن کے پاس لودی کڑہ میں دیا کہ اپنے پریس
میں چھاپ دو اور گویا مسودہ دس روپے میں گرو رکھا جب وعدہ ٹل
گیا اور محمد جان نے کوئی نمونہ نہ دکھایا احمد علیخاں نے تقاضا کیا ابو صاحب
مرحوم کے بیٹے نے دباؤ ڈالا محمد جان احمد حسن کے پاس بہت دوڑے

بڑی بڑی جھکم فضیحت سے کسی کو ضامن دے کر مسوّدہ ملا احمد علیخاں نے پھر ادھر ایک محلہ مغل پورہ کے زردوز کے حوالہ کیا ہے اس نے فی الحال ایک کل اور چند پتھر لیکر چھاپہ خانہ شروع کیا ہے اگر یہ کتاب اسی اہتمام سے چھپی (خدا ناکردہ) تو عمر بھر کا داغ لگے گا گویا ایک شریف مرد آدمی کے سب لباس اتار کر ننگا تشہیر کرنا ہو گا محنت برباد گناہ لازم اس سے کہیں بہتر ہے کہ آپ حیدرآباد میں اپنے پیش نظر چھپوائیے کاپی پروف خود دیکھئے اور میری مانئے تو خدا کے لئے اعظم گڑھ میں چھپوائیے سچا وعدہ ہو گا حسب قرار داد صحیح و مہذب کتاب ملے گی اور جہاں تک معلوم ہے کچھ ایسا زیادہ خرچ بھی نہ ہو گا۔ پھر دست بستہ عرض ہے کہ احمد علیخان صاحب کے سپرد نہ کیجئے آخر میں مجھ کو اور آپ کو رونا ہو گا وہ سب طرح آدمی ٹھیک سہی مگر بدحواس شخص ہیں بہت سی باتیں اور نقلیں پیش نظر ہیں اپنے گھر میں دعا فرمائیے سیدا اور بچے سب تسلیم بجالاتے ہیں جلد جواب لکھئے اور دونوں مرسلہ مضمون واپس کیجئے بدیہیات ہیں اور اضافہ کرنا ہے اور دوسرے مضمون کو بھی بڑھانا ہے والسلام والدعا بالتماس الدعا۔

۲۴ اگست سنہ ۱۹۲۶ء

خادم
سید علی محمد شاد

(۶۲)

برادر صاحب عزیز محترم روحی فداہ ۔

تسلیم با ہزاران تکریم ۔

واقعی آپ نے سمجھ لیا کہ ارشاد مرگیا ضرورت ساقط ہوگئی ؎

ما ز یاران چشم یاری داشتیم

حقیقت میں ضرورت انسان کو خفیف و ذلیل کرتی ہے اگر معاملہ آنکھ کا ہوتا اور یقین صحت پر نہ ہوتا تو کبھی تکلیف نہ دیتا ۲۶ ڈسمبر کو اگر روپے کا بندوبست ہوگیا تو اپریشن ہوگا ورنہ مشکل معلوم ہوتی ہے داہنی آنکھ طیار ہے اسی کا اپریشن ہوگا شاید بقول ڈاکٹر کے کہ جملہ کام سرانجام کرنے کے لائق ہوجائیگی آئندہ دیکھا جائے گا ۔

آپ نے کاغذات مرسلہ کی رسید بھی نہیں تحریر فرمائی ۔ ایشیاٹک سوسئیٹی کلکتہ میں میرے استاد کے کچھ کلام مشکل دریافت ہوئے ہیں میں نے یہ نیت کی ہے کہ سب سے پہلے علاج کے بعد کلکتہ جاؤں اور کھوج لگا کر نکالوں بغیر میرے پتہ چلے .... کہیں سے نہ ہوسکا تو موقوف رہے گا اب جب خدا سامان کر دے زیادہ تمنائے ہوا دیکھ

مسز تاج خاتونان افتخار بانوان ملک کی خدمت میں بصد شوق سلام مع دعا ۔

ٹٹول پر لکھ رہا ہوں حرف سجھائی نہیں دیتے معاف ہو ۔

خاکسار

سید علی محمد شاد
۱۰ر دسمبر ۲۶ء

۹۳

میرے محسن و محترم بھائی

اللہ تعالیٰ آپ کے مقاصد دلی برلائے۔

آج جناب کی ایک رجسٹری مفصل پہنچی کیا کہوں اس کو پڑھ کر سننے سے کیا ڈھارس ہوئی مگر سوچا کہ جس خاندان کے آپ ہیں اور جس کامل اوصاف باپ کے آپ بیٹے ہیں اگر یہ ہمدردی اور یہ لحاظ اور یہ محبت آپ میں نہ ہوتی تو اس پر تعجب ہوتا جناب ڈاکٹر حیدر علی صاحب کے اوصاف میں نے سنے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ میرے نام سے آگاہ ہیں یہاں مشہور یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف اور گورنمنٹ سے یہ معاہدہ ہے کہ جب تک وہ گورنمنٹ کے ملازم ہیں کسی کا علاج نہ کریں گے یہ بھی سنا ہے کہ بمشکل تمام کسی کسی کے علاج کو وہ گئے بھی ہیں اگر آپ نے ان کو جس طرح پر بھی میرے پاس بھیج دیا اور اپنی مہربانی سے دوا تجویز کر دی اور آنکھوں کو دیکھ کر کامل مشورہ دیا تو اس سے بڑھ کر میرے لئے کون سی نیکی ہے جیسے جیسے احسان آپ کر رہے ہیں اس کے مقابلہ میں آپ جو کچھ سمجھئے مگر میں حقیقت نہیں سمجھتا جو بات کہ میری گردن پر قرض ہے ابھی تک تو اس کا دسواں حصہ بھی ادا نہ ہوا ہاں ایک امید موہوم پہ

سے ہے کہ اگر آنکھ درست ہو گئی تو جو بات دل میں ہے وہ کر کے کسی قدر فرض
سے ادا ہوں گا بھائی میری بیماری کا حال سُنئے کہ ابتدائے جوانی سے
اختلاجِ قلب اور بواسیر خونی اور ریاحی دونوں میں مبتلا رہا ۱۹ برس کی عمر میں
آج تک میں نے یہ نہ جانا کہ صحت کس کو کہتے ہیں بہرحال اب مدتوں سے
خون بواسیر تو نہیں آتا مگر دورہ ریاحوں اور اسہال کا کم و زیاد برابر ہوا
کیا جب سے آنکھوں کی یہ تکلیف ہوئی اس عارضہ میں بہت ترقی ہوئی تب سے
دو دورے اس وقت تک بہت سخت ہو چکے ہیں مزید برآں یہ ہے کہ کان
کا بہرا ہو گیا غرض کچھ کرتے بنتی نہیں ہے اور مالی نقصان تو کتنے اٹھائے
اور اٹھا رہا ہوں کہ دوسرا شخص ہوتا اور آپ کی ذات نہ ہوتی تو خدا جانے کیا
نوبت پہنچتی میں ایسے بزرگ کا شاگرد ہوں جس نے اتفاق سے دنیا کی بڑی
بڑی سختیاں اُٹھائیں مگر عزت و حرمت خاندان اور کمال میں داغ لگنے نہ
دیا میں تو ان کی جوتی کی خاک بھی نہیں ہو سکتا شاید اگر آپ سا سرپرست بھائی
نہ ہوتا تو قدم ڈگ جاتے بہرحال ادھر آپ نے جو کچھ میرے علاج کے
مصارف بھیجے تھے کیا کہوں اس نے کیسی مدد پہونچائی دوا اور دیگر ضروری
اخراجات کا باقی الحمد للہ سب ادا ہو گیا اتنی ہی رقم غالباً میری دوا اور غذا
میں صرف ہو گی۔ جس کا مضطربانہ انتظار ہے اب دوسری بات سنئے کہ
جناب سید علی حیدر صاحب طباطبائی جو حیدرآباد میں معزز عہدے پر تھے اور

اب وظیفہ پاتے ہیں ایک مدت دراز ہوئی جب ملیا برج کے مشاعروں میں اکثر شریک رہا جناب ممدوح کے عزیزوں اور احباب کے ذریعہ سے ان کے حالات پر بھی اطلاع رہی پھر جب وہ حیدرآباد تشریف لے گئے تب سے مجھ کو بھولے نہیں ہیں اور مجھ کو ہر موقع پر یاد رکھا ہے کچھ عرصہ ہوا کہ شیروانی صاحب کے مشورہ سے اور ڈاکٹر محمود صاحب بیرسٹر کے لکھنے سے ایک خاص ایجاد کر کے زبان اردو اور زبان فارسی کی طرف سے ایک فارسی اور ایک اردو میں تصنیف کئے ہر استداع کے مرد و عورتوں کی تصویریں اپنے اپنے لباس میں مصور سے نہایت عمدہ بنائیں اور یہ دونوں اپنی اپنی نظم میں حضور سرکار بادشاہ سے میری سفارش اچھے طریقہ سے کر رہی ہیں سب کے آخر میں نظم و نثر میں اپنی طرف سے بھی عرض حال کیا ہے محنت اور خرچ تو بہت کچھ ہوا مگر افسوس یہ ہے کہ شیروانی صاحب نے ایسے کاغذ پر سر علی امام صاحب کی سفارش اگر درج ہو تو کامیابی کی پوری امید لیے اس کے بعد اب حشر تک مجھ سے ممکن نہیں اس لئے وہ خبریں ادھوری سدھوری پڑی ہوئی تھیں اور یہ حال جناب سید علی حیدر صاحب طباطبائی کو پہلے ہی سے معلوم تھا اسی ڈسمبر کے شروع میں سید صاحب موصوف نے مجھ کو لکھا کہ اب اتفاق سے اس کے پیش کرنے کا موقع میرے ہاتھ میں آگیا ہے جلد وہ سب چیزیں میرے پاس بھیج دیجئے چنانچہ اس کے دوسرے ہی دن ۱۱ ڈسمبر کو وہ سب کاغذات جو موجود تھے ساتھ اس کے دو کتابیں ایک نثر فارسی

تسلیم اور دوسری نظم حقیقت نفس چھپی ہوئی اُن کی خدمت میں بذریعہ رجسٹری روانہ کردی آج تک کہ ۲۷؍ دسمبر کی ہے نہ رسید آئی ہے نہ خبر معلوم ہوئی ہے اس کی جلد خبر لیجئے اور ساتھ اس کے میرے معروضات صدرہ کا بالضرور جلد خیال کیجئے جاڑے گزرے جاتے ہیں اور میری خاتون سرتاج خاتونانِ ہند کو تہ دل سے سلام و دعائے دلی پہونچا دیجئے بچے سب آداب عرض کرتے ہیں

انشاءاللہ یہ دونوں کتابیں آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوں گی۔ مگر عرض یہ ہے کہ دو پارسل جناب سیّد صاحب کی خدمت میں بھیجے گئے ہیں۔ ایک دونوں کتابوں کا اور ایک قصائد کا الگ ٹین کے چونگے میں اطلاعاً عرض کیا والسلام۔

تمھارا دعا گو

سیّد علی محمد شاد

۶۴

روحی فداکم

تسلیم بصد تکریم۔ بحالت انتظار ابھی گرامی نامہ پہونچا منت گزار کیا۔ میں نے اپنے خیال میں کتاب حیات ابد کو گویا ختم کر دیا یعنی قصائد و مثنوی پر کچھ لکھنا تھا لکھ چکا۔ تصنیف تو ختم ہوگئی مگر بڑی چیز ترتیب و تالیف باقی ہے میری حالت یہ ہے کہ میں جب تالیف کرتا ہوں تو اس وقت کتاب کی بائے

بسم اللہ سے لے کر تائے تمت تک میرے پیش نظر ہونا چاہیے ورنہ نہ تو دل لگتا ہے نہ ٹھیک کام ہوتا ہے۔ آپ نے اردو و فارسی وغیرہ کی ضمنی غزلیں یا متفرق اشعار تھے وہ تو مجھ سے لے لئے اس کے علاوہ باب اول کل اور متفرق ابواب کے مضامین بھی مجھ سے لے لئے ورنہ اب تک ترتیب بھی ہو جاتی اور جہاں جہاں ضرورت گھٹانے بڑھانے کی تھی یہ بھی ختم ہو جاتا اگر یہ سب میرے پیش نظر ہو تو صرف ایک مہینے میں کاپی کے قابل کتاب ہو جا سکتی ہے عزیزی احمد علی خانصاحب بھی میری طرح بیماریوں کے دورہ میں پریشان ہیں دوسرے سچ یوں ہے کہ وہ اس کام کے آدمی اور قابل سہی مگر اس بارہ اور خصوص کتاب ہذا کو میرے حسب خواہ شاید وہ ترتیب نہ دے سکیں گے وہ کاتب جس کو میں نے نقل کے لئے دس روپے ماہانہ علاوہ ناشتہ اور دونوں وقت کھانے کے مقرر کر لیا تھا پرسوں بہار سے آگئے اور میرے لکھے ہوئے مسودہ کو صاف کر رہے ہیں قصیدہ و مثنوی وغیرہ شاید پندرہ بیس دنوں میں لکھ دیں گے وہ میں روانہ خدمت کر دوں گا کیا اچھا ہوتا کہ آپ عزیزی احمد علی خانصاحب کو لکھتے کہ آٹھ دس دن تک وہ کل صاف و ناصاف مضامین و غزلیات وغیرہ میرے حوالہ کر دیں آپ شاید یہ سوچتے ہوں کہ بڈھا ہے ڈال ہی رکھے گا اب ہرگز ایسا نہ ہوگا خود مجھ کو جلدی پڑی ہوئی ہے کہ

ٹیٹل سے لے کر خاتمہ تک میں جلد ترتیب دیدوں چاہے جہاں اور جب چھپے یہ تو معلوم ہوا کہ تصویر آپ لے گئے اور دس روپے اجرت بھی دے دی مگر مجھ کو کیوں نہ دکھا لیا اور اب انہی کا بلوک بنے گا یا کیا۔

بھائی صاحب آپ نے جن کا اصلی نام عبدالرحمٰن خان شیروانی لکھا ہے بہت ٹھیک ہے انھوں ہی نے ڈاکٹر محمود صاحب کو خط لکھا ہے جس کی بعینہٖ عبارت یہ ہے "آپ نے جناب حضرت شاد مدظلہ کے تکالیف کا حال جو لکھا ہے میرا دل بہت دکھا صحیح رائے یہ ہے کہ جناب ممدوح اچھی طیاری کا ایک قصیدہ حضور کی شان میں لکھیں اگر اس کے ساتھ سر علی امام یا حسن امام کی تحریر بھی ہو تو کامیابی میں کوئی شک نہیں ہے ضرور کامیابی ہوگی۔"

میں نے معمولی طور سے قصیدہ لکھنا لغو محض سمجھا بلکہ صورت یہ کی کہ خود زبان فارسی حاضر دربار ہو کر نظم میں یہ عرض کرتی ہے کہ یہ پیرزال آپ کے بزرگوار کے ہمراہ وطن سے آئی میری عظمت و عزت یوں ہوئی اور دوں ہوئی گو دسواداں ہند نے اگرچہ میری ہڈی پسلی خوب توڑی مگر جو لوگ حاذق تھے انھوں نے میری تیمارداری ایسی ایسی کی کہ اب تک میں سلامت رہ گئی۔ میں نے ایک متبنّیٰ اردو نام کو گودیوں میں پال کر جوان کیا اور ہر حیثیت سے وہ میری نیابت کے قابل ہو گئی چنانچہ سرکار عالی

نے بھی اس کو منہ لگایا اس کے لئے محل طیار کر دیا یہ زال بہت کچھ اس کا شکریہ ادا کرتی ہے مگر حالت یہ ہے کہ ابھی تک اکثر وہ محتاج میری تعلیم کی ہے۔ اس کے بعد خود اردو کھڑی ہو کر شکرگزاری کرتی ہے اور دونوں یہ سفارش کرتی ہیں کہ علی محمد شاد نے ۵۶ برس تک ہم دونوں کی بڑی خدمت جی توڑ کر کی ہے ہم دونوں نے اس سے یوں اور دوں صلہ کا وعدہ کیا تھا مگر کیسۂ خالی سے کیا ہو سکتا ہے اس کو ہمراہ لائی ہے اور اس کی سفارش کرتی ہے یہ دونوں نظمیں ایک سو شعر کے قریب اور نہایت صحیح تعریفوں سے سرکار عالی کی مزین ہیں میرا ارادہ یہ ہے کہ یہ فارسی و اردو نظمیں عمدہ طور سے لکھوا کر اور ذیل میں مصور سے دو تصویریں ایک فارسی خاتون دوسری اردو بیگم کی بنواؤں اور ان کے پیچھے خود اپنی تصویر قلمی اور اپنے دونوں پہلو کی سامنے بنواؤں میرا ہاتھ دونوں کے سروں پر ہو اور دونوں فارسی و اردو انگلی سے میری طرف اشارہ کرتی ہوں چنانچہ اپنا یہ خیال ڈاکٹر محمود کو لکھ بھیجا انھوں نے پسند کیا اور لکھا کہ بنوائیے باقی رہا سر علی امام صاحب سے سفارش کیے لیئے اب میں خود تو نہ کہوں گا ہاں آپ کا یا خود ڈاکٹر محمود کا ذریعہ ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔

آپ مذکورہ بالا باتوں پر غور کیجئے ڈاکٹر محمود نے لکھا ہے کہ دو مہینے میں شیروانی صاحب سفر حج سے واپس آجائیں گے مجھ کو ضرور یہ خبر دیجئے

کہ وہ کیسے آدمی اور کس پوزیشن کے ہیں اور کہاں تک ان کی پہونچ ہے اس نظم وغیرہ کی طیاری میں میرا خیال ہے کہ ایک سو روپے سے زیادہ میرے خرچ ہوں گے عبدالشکور مختار کو بلا کر آپ کا خط سنا دوں گا جو جواب دیں گے گزارش کروں گا بدقسمتی ملاحظہ ہو کہ میرے ٹھیکہ دار پر قریب چار ہزار روپے کے باقی تھے گزشتہ مہینے میں دعوے کی تیاری ہو گئی اور میں یونہیں تصانیف میں مشغول رہا اور مطلق اس کا خیال بھی نہ ہوا افسوس میرے بچوں کے حال پر آپ کے نقصانات کا حال پڑھ کر دلی صدمہ ہوا حق تعالیٰ اس کا معاوضہ کرے۔

میری مشہور آفاق ہنر تاج ہند بھاوج سلمہا کو میری دلی دعائیں۔
سید سلمہٗ آداب بجالاتے ہیں اور حد سے زیادہ آپ کے بھاٹ ہو گئے ہیں۔

٦٥

درۃ التاج خواتین ہندستان صدر نشین بزم بانوان مہتم بالشان روحی فداکم

دلی دعاؤں اور مخلصانہ سلام کے بعد مدعا نگار ہوں۔ اس بہترین عطیہ کی شکر گزاری کے لئے نہ تو الفاظ ملتے ہیں اور نہ زبان یاری دیتی ہے بخدا اگر ایک لاکھ روپے بھی کوئی دیتا تو میرا دل نہ ایسا بالیدہ ہوتا نہ ایسی خوشی ہوتی۔ تیس برس سے سارے ہندستان کے علم دوستوں کو دیکھ رہا ہوں کہ میری تعریفوں

کے دفتر کے دفتر تو لکھتے ہیں مگر کسی نے اتنا نہ کیا کہ کسی کتاب کے چھپنے کے لئے چار پیسے بھی جیب سے نکالے ہوتے ۔ حال ہی میں مسٹر راس مسعود صاحب نے جاپان کے ایک ادبی جلسہ میں میرا نام سنکر اور متاثر ہو کر خط میں مجھ کو لکھا کہ آج تم پر نہ فقط ہندستان فخر کر رہا ہے بلکہ سرزمین ایشیا کو افتخار ہے ۔ فرمائیے اس سے مجھ کو کیا حاصل ہوا تعریف تو جب سند ہی تھی کہ کسی کتاب کے چھپوانے کی تدبیر کرتے یا مدد پہنچاتے ۔ میرا یقین یہ ہے کہ آخر کار یہ ناچیز کتابیں چھپیں گی اور سر دفتر اعانت کنندگان علم و صنعت میں طلائی حرفوں میں بجز آپ کے نامنامی کے کسی صاحب کا نام نظر نہ آئے گا ۔ میری عمر ۸۰ سال کی ہے دنیا کے سب طرح کے لوگ نظر سے گزرے تاریخوں میں بہت سی عالمہ ادیبہ شاعرہ خواتین کے حالات پڑھے لیکن جہاں تک میری سمجھ ہے یہ عاقلانہ اشاعت علم و ادب و اخلاق کی کسی ایک نے بھی نہ کی تھی خدا نے اپنے کرم و تفضل سے جوڑا ہی ایسا ملایا کہ میاں بی بی دونوں ہی یادگار اسلاف و فخر اخلاف ہیں ۔ بیٹی ! آپ سے زیادہ کون اس کو سمجھ سکتا ہے کہ یہ جو ہر بے بہا اور دائمی فیض کی کنجی جو خدا نے محض تفضل سے آپ کو مرحمت کر دیا ہے ہزار در ہزار اولاد اس پر صدقے ہے جائے کیسے ہی کیوں نہ ہوں مگر دوسری ہی پشت میں کوئی نہیں جانتا کہ یہ اس کے کون ہیں لائقوں کا یہ حال ہے

نالائقوں کو کون پوچھتا ہے۔ جس وقت آپ کی یہ پہلی قسط پہونچی اتفاق سے خان بہادر مولوی سید خیرات احمد وکیل اور ماسٹر شیخ علی جان (جن کو ہمارے بھائی جانتے ہیں) بیٹھے تھے آپ کے تفصیلی حالات سن کر حیرت میں آگئے اور سخت متاثر ہوئے آپ کی لاجواب تحریروں اور نصیحت والی کتاب اور ترتیب انجمن وغیرہ کو دیکھ کر اپنی علم دوستی اور تعلیم نسواں میں جو کوشش بے قاعدہ کرتے رہے ہیں سب بھول گئے ۱۲ ر جنوری کو مسٹر سید سلطان احمد ان کے صاحب زادہ نے نئی کوٹھی شہر نو میں بنوائی ہے اور بیحد اصرار کر کے بلایا ہے انشاء اللہ اس مجمع میں آپ کے محاسن اوصاف اور علم دوستی اور فیاضی کا ڈنکا بجاؤں گا۔

ایماناً کہتا ہوں کہ یہ امور خیر جو میں دیکھ رہا ہوں واللہ میرے قبلہ و کعبہ دارین افتخار روزگار استاد علیہ الرحمہ کی خوش نیتی اور کرامت کا صدقہ ہے آپ یقین کریں شاہنشاہ تغلق کے زمانہ میں ولایت سے آپ کا یہ متمول خانوادہ ہندوستان میں آیا۔ ان میں تغلق سے لیکر شاہ عالم تک جیسے جیسے ذی شان نسبت امراء فقرائے اہل باطن صوفیان صافی طینت فلسفیان افلاطون نسبت یکے بعد دیگرے ہوتے آئے تا اینکہ میرے حضرت کا زمانہ آیا فقر و تصوف میں جو پایہ تھا وہ تو اظہر من الشمس ہے ظاہری دولت اور شان شکوہ میں بادشاہوں سے کم نہ تھے غرض اس کا بیان اپنی جگہ ہوگا۔

نہ فقط میرے بھائی سید ہمایون میرزا سلمہٗ کے لئے آپ کی سی خاتون
بلند خیال سے شادی کا ہونا باعث مبارکی خود آپ کے لئے سبب نازش
ہے باطنی مبارکی تو یہ ہے کہ آپ کسی بہو کہائیں جو خاص کر کے بحیثیت خاندان
لاثانی تھا اور ظاہرا یہ کہ اگر خدا ناکردہ یہ جوڑا خدا نہ ملاتا تو آپ کے سارے
عمدہ خیالات چکر کھا کے مضمحل و معدوم ہو جاتے۔ اوّل یہ وسیع النظری
یہ سوچ کب آنے پاتا۔ یوں تو آپ کے شوہر ہمیشہ سے ذکی ہوشیار طالب علم
و کمال تھے ہی مگر روز بروز آبائی خوبیاں کثرت سے آ رہی ہیں یہ نہیں ہے
الا اسی کی روح پاک کا صدقہ ہے جو اپنے جد کے ذوالفقار با [illegible] ہو رہا
ہے۔ مجھ کو مطلق فرصت نہیں رہتی مگر جب النساء آتا ہے اور آپ کی
تحریر پر نظر پڑتی ہے بالضرور دو دفعہ اس کو پڑھ کر خدا کا شکر کرتا ہوں لوگ
برابر پرچوں کو دست بدست لے لے جاتے ہیں حمیدہ بیگم سلمہا آپ ہی
کی کتاب پڑھ رہی ہے اور دوسروں کو بٹھا بٹھا کر سناتی ہے۔ خداوند کریم
کوئی صورت ایسی کرے کہ اپنی زندگی میں آپ دونوں صاحبوں کو دیکھ لوں۔
اے میرے سب سے بڑے مہربان خدا ان دونوں یادگار زمانہ اور
علم دوست فرزانہ کو عمر طبیعی تک پہونچا دے اور دلی مطالب بر لا اللہم آمین
بحرمتہ آل یٰسین۔ میری پہلی بی بی کو آٹھ بچے پیدا ہوئے سات لڑکے
ایک ایک برس کے اندر مر گئے بچوں کے زندہ رہنے کے دنیا ڈھائی

قریب قریب ایک لاکھ روپے کے خرچ کیا کچھ نہ ہوا بیاہ کے انیسویں برس
حمل اس پر اعتقاد کا عارضہ آٹھویں مہینے یہ صاحب زادہ پیدا ہوئے
آدمی کا بچہ نہ معلوم ہوتا تھا رات کو لڑکا ہوا صبح کو تپ آئی شام کو خود رخصت
سول سرجن تک نے اس لڑکے کے بارہ میں کہا تھا کہ ہرگز نہ جئے گا۔ آج
ماشاء اللہ قریب ۴۰ سال کے عمر ہوئی دو بی بیاں امیر کبیر گھر کی مر چکی ہیں
دونوں آپس میں بہنیں تھیں پہلی کے بطن سے ایک لڑکی ملکہ بیگم نام دو سال
ہوئے شادی ہوگئی ہے دوسری سے پہلے ایک لڑکی ہوئی رقیہ بیگم
اب گیارہ برس کی ہوئی دوسری لڑکی حمیدہ بیگم یہ نو برس کی ہے اس کے
بعد لڑکا سلطان احمد یہ ساڑھے سات برس کا دوسرا نقی احمد چھ برس کا
ان پہلی بی بی کے مرنے کے چھ برس بعد کلکتہ میں شادی کی وہ دو برس کی
لڑکی آمنہ بیگم نام چھوڑ کر مریں یہ سید جعفر بی۔ اے متوطن منہرا سے بیاہی
گئیں مولوی سید مرتضےٰ مرحوم مشہور فلسفی سید جعفر موصوف کے حقیقی بہنوی
تھے سید جعفر میرے داماد لکھیم پور کھیری ضلع اودھ میں اوّل درجہ کے
وکیل ہیں آمنہ بیگم کے تین بچے ہیں دو بیٹے ایک دس برس کی بیٹی ——
انشاء اللہ میں اس کو پوری کیفیت لکھتا ہوں اس کا عریضہ پہونچے گا۔
لائق بہت ہے۔ میری حقیقی ایک بہن جیتی ہے میرے حقیقی چچا زاد بھائی
سے اس کے تین بچے اب ہیں بڑے سید نصیر حسین خاں دوسرے سید

صادق حسین (نواب ناظم مرشد آباد کی پوتی سے شادی ہوئی تھی اب بالکل ناموافقت ہے) لڑکی جے پور بیاہی گئی پندرہ برس ہوئے لڑکا نہیں ہوا۔

ایک چچازاد بہن زوجہ سید وزیر نواب مرحوم بیوہ ہے صرف دو پوتے دو پوتیاں اُس کو ہیں ۔

دلی دعاگو

سید علی محمد شاد

۶۶

نوٹ یہ عبارت کسی خط کا تکملہ معلوم ہوتی ہے ۔ مرتب)

آپ احمد علیخاں پر مثنوی درد دل کا تقاضا کرنے کو فرماتے ہیں کیا میں نے مجمع عام میں کوئی بات اٹھا رکھی ہے اصل یہ ہے کہ وہ خود ایک کھوئے ہوئے شخص ہیں خدا جانے کس کوڑے میں پھینک دیا کہاں ڈال دیا تقاضا ہوا تو بات بنا دی اور یہ جو آپ کو خدشہ ہے کہ اپنے نام سے شائع نہ کر دے استغفر اللہ ناممکن ہے احمد علیخاں تو شاید اس کو سمجھیں گے بھی نہیں بہرکیف ایک زور اور بھی کرتا ہوں آپ خود بھی (معاف کیجئے) الزام سے خالی نہیں ہیں آپ نے کیوں چھین نہ لی کیا وہ آپ سے زیادہ اس کی قدر پہچانتے ہیں لاحول ولا قوۃ باپ کا مال تھا آپ کو پورا حق تھا۔ اُس دن جو میں نے ان سے گفتگو کی اور کہا کہ آپ نے غارت کر دی ممکن نہیں کہ ہم سے ہمایوں میرزا مسلہ غلط کہیں تو کہنے لگے کہ آپ نے مجھ کو جھوٹھا اور ان کو سچا سمجھا میں نے کہا کہ ہادی علیخاں مرحوم ہوتے تو میں جواب دیتا

اور آپ کا کیا جواب دوں یہاں تک بے لطفی بڑھی پھر میں نے کہا کہ آپ ہوں خواہ لاٹ صاحب ہوں میں تو ضرور اس مثنوی کے ضائع ہونے کی تفصیل سے واقعہ لکھ دوں گا اور ماتم کروں گا ــــ جب میں برابر عرض کرتا آتا ہوں کہ جو کچھ میرے استاد مرحوم کا پرچہ خواہ کلام ہو بلا استفسار فوراً عنایت فرمائیے پھر آپ کا مال خدا مبارک کرے ایک نظر دیکھ کر واپس کر دوں گا تو آپ پھر کیوں میرے پوچھنے اور جواب کا انتظار فرماتے ہیں وقت ضائع ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ آپ کو صحتِ کامل دے اور دلھن سلمہا بھی تندرست رہیں۔

۹۷

عظیم آباد۔ ۸ ذیحجہ ۱۳۲۲ھ

(نوٹ۔ یہ خط بعد میں ملا اس لئے اپنی جگہ پر نہ آسکا)

اخی و بہجۃ فؤادی روحی فداکم

دو ہفتے ہوئے آپ کا مسرت نامہ باعث مزید مسرت و امتنان ہوا تھا۔ میں برابر منتظر رہا کہ جس پرچہ کی نسبت آپ نے مجھ کو تحریر کیا ہے وہ پہونچ جائے تو میں جواب لکھوں اب تک نہ آیا میں اس کی نسبت آپ سے کیا گزارش کروں آپ خود جانتے ہیں کہ جب کسی حد تک شاعری میں مشق ہو جاتی ہے تو دوسری چیزوں کے لکھنے کی طرف یا تو میلان حاضر نہیں ہوتا یا اس پر قادر نہیں ہوتا۔ میں غزلیں ہی کہوں اور جتنے اصنافِ نظم ہیں سب منظوم کروں پھر شہر میں جب کوئی شاعر

ور تقریب ہو جتنے مارواڑیوں کے گھر ہیں تو مختلف طرز مختلف زبانوں میں پذیرائی کا رقعہ بھی نظم کروں قطعات تاریخ قبروں پر کندہ کرنے کو الگ نظم کرنا پڑے۔ فارسی میں کوئی معرکتہ الآرا چیز لکھوانی ہو تو میں پکڑا جاؤں۔ پھر بطرز جدید مرثیے اور مولود ہی کیا کم ہیں غرض ایک جان اور لاکھ سودا ہو اور ۴۶ برس اسی میں گزر جائیں۔ عزت جان مال سب اس پر سے صدقے کروں تاکہ تکمیل ہو جائے اس پر ہندوستان بھر میں جو پرچہ جاری ہو مضمون نگاری کے لئے میں باصرار و منت تمام گرفتار کیا جاؤں۔ اور قدر کا یہ حال ہو کہ لکھنؤ وغیرہ کے جہلا جو کولھو کے بیل ہوں آرزو و منت کے ساتھ پوچھے اور بلائے جائیں جن کو نہ فن شاعری سے بحث ہو نہ تاریخ جانیں نہ فلسفۂ مذہب۔ انصاف سے فرمائیے کہ اُن کا دل کیا کہے گا۔ دلی لکھنؤ والے (جن کا کمال مجھ کو خوب معلوم ہے منصب دار بنیں گھر بیٹھے چین کریں اور میں اس بڑھاپے اور ضعف اور دوام مرض کے ساتھ رات دن ہڈیاں گھسوں اور کوئی نفع بجز اپنے نقصان کے نہ ہو۔ تعریف کرنے والوں کی چال یہ ہو کہ خطوں میں تو خدا جانے کتنے لمبے چوڑے مدائح لکھیں پیغمبر اور امام تک بنادیں مگر کسی عام پرچہ میں دو سطریں بھی لکھتے شرمائیں۔ ۴۶ برس کی شب و روز کی مشق نے نظم و نثر کے ڈھیر کے ڈھیر جمع کر دئے ہیں برسوں میں بھی صاف ہونا محال ہے پھر جدید تصنیف کر کے کیا سر جلاؤں اب بخدا یہ حالت ہو چلی ہے کہ جب کوئی نیا مرثیہ کہنے بیٹھتا ہوں تو فوراً "برائے چہ" کہہ کر قلم رکھ دیتا

ہوں اور مضمون خبط ہو جاتے ہیں۔ پٹنہ میں نہ دولت رہی نہ علم نہ ولولہ اب
یہ حالت ہے کہ کوئی ایک بھی میرا مخالف نہیں ہے بلکہ جدھر جائیے میرا ہی ذکر
اور تعریف پائیے گا مگر یہاں والے ہم وطن کو بڑھانا اور اس کے کام آنا جانتے
ہی نہیں ہیں۔ فرض کیجئے کہ میں لکھنؤ کا ہوتا اور آپ بھی لکھنؤ کے ہوتے تو کیا ممکن
تھا کہ آج تک میں یوں عظیم آباد میں بسر کرتا۔ لکھنؤ کی خلقت کا ایک جگہ پہنچ
جانا شرط ہے پھر کیا ممکن ہے کہ اپنے ہموطن کو وہ بھولیں میر انیس اب میر انیس ہیں
چالیس برس اُدھر لکھنؤ سے ان کا نام باہر نہ نکلا تھا۔ ایک ان کے ہموطن میر
سید محمد مرحوم نے سید قاسم علی خان و سید ولایت علی خان مرحوم سے ذکر
کرتے کرتے آخر میر انیس کو پٹنہ بلوا چھوڑا یہ اسی عظیم آباد کی برکت تھی کہ شہرت
ہوگئی اور حیدر آباد میں بلائے گئے۔ پٹنہ کے پہلے نہ میر انیس کہیں پوچھے
گئے نہ مرزا دبیر میں مرثیوں میں اپنے کمال کو کسی طرح میر انیس سے کم نہیں
جانتا اور دوسرے اصناف نظم اور نثر میں تو میر انیس مرحوم کو دخل بھی نہ تھا۔

مر جاؤں گا (انشاء اللہ وہ وقت بھی بہت قریب ہے) مگر بغیر بلائے اور
بلانا بھی قدر کے ساتھ ہو کہیں نہ جاؤں گا۔ اب تو کوئی بڑا انگریز حاکم اعلا
میرا دوست موجود نہیں ہے کہ میں اس سے سفارش چاہوں جب ایسے
انگریز موجود تھے (مسٹر بورڈلن صاحب سابق کمشنر پٹنہ جو لفٹنٹ گورنر
اور بعد کو رزیڈنٹ میسور ہوئے) ان کی صلاح سے میں نے حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ

کی پذیرائی و مقدم کے اشعار نظم کر کے مخملی لمبے کپڑے پر اُن اشعار کو زرکار
اور جواہرات اور موتی کے حرفوں میں (جیسا کہ دوسری جوبلی میں حضور ملکۂ معظمہ
کے لئے بنوا کر بھیجا تھا) بنوایا تاکہ کلکتہ میں حضور نظام کی خدمت میں
پیش کروں جناب بورڈلن صاحب نے تین سفارشی چٹھیاں ایسی لکھ دیں
کہ شاید کسی ہندوستانی کو انگریز نے لکھی ہوں یہ سب کچھ ہوا مگر مجھ کو اتنا
توقف ہو گیا کہ جس دن میں سب سامان لئے کلکتہ پہونچا تو دوسرے دن
حضور نظام حیدرآباد جانے کو تھے فارن آفس کے سکرٹری نے اپنی مجبوری
ظاہر کی پھر جو میں خاموش ہو گیا تو آج تک خاموش ہوں۔ فرض کیجئے
کہ مجھ کو کوئی چٹھی بھی سفارشی مل جائے تو ممکن نہیں ہے کہ یوں بلا وسیلہ
دوڑ آؤں اور (توبہ کر کے کہتا ہوں) بھیک منگوں کی طرح گو کہ غریب
و مفلس ہو گیا ہوں دریوزہ گر بنوں کیا اگلے اہل کمال (میر انیس وغیرہ)
یوں ہی سفارشی خط لیکر بغیر طلب کہیں گئے تھے بھیا خدا آپ کو زندہ
رکھے آپ تو میرے لئے ایسا پسند نہ کیجئے بلکہ یہ دعا کیجئے کہ اب جلد
پیوند زمین ہو جاؤں اور چاہے زمانہ کیسی ہی سختی سے گزرے مگر
بغیر طلب گھر سے قدم نہ نکالوں اور بزرگان اہل کمال خاندانی کی سنت
پر کاربند رہوں کہ جب تک کوئی نہ پوچھے فاقہ کروں اور اُس کے دروازہ
پر نہ جاؤں۔ جب سے میرا کارندہ (اسی تصنیف کی بدولت، اخفا باکر

پچاس ہزار روپیہ کا غبن کر کے خود ڈوب کر مر گیا اور مجھ کو ڈبا گیا ایسا زیر بار ہوں کہ سیر کے خیال سے بھی گھر سے نہیں نکل سکتا۔ کم سے کم میرے سفر میں کلکتہ جاتا ہوں تو پانچ سو روپے صرف ہوتے ہیں اور حیدرآباد کے لئے تو ایک ہزار سے کم میں سفر ناممکن ہے اس لئے اب سفر سے بھی (باآنکہ میرے لئے اس کی سخت ضرورت ہے) دست بردار ہوں۔ مجھ کو افسوس ہے تو یہی ہے کہ بکری جان سے گئی مگر کھانے والوں کو مزا نہ ملا۔ قدر شناس اگر ملک میں ہوتے تو آپس میں دس آدمی مل کر چندہ کر کے مجھ کو بلواتے بلکہ یہ بلوانا جو کمیٹی کی طرف سے ہوتا نہایت باوقعت ہوتا مگر ولولہ ہے نہ مسلمانوں کو جوش ہے محرم میں دو مجلسیں بھی میں حیدرآباد میں پڑھ آتا تو اہل علم اور مذہب کے عاقل دوست غالباً بے نہایت خوش ہوتے اور میری مرثیہ گوئی میں بھی زور آجاتا اور سننے والوں کو معلوم ہوتا کہ اب مرثیہ میں کن باتوں کا مذکور کرنا ضرور ہے مگر خیر معاف کیجئے گا بہت سمع خراشی کی اب سے انشاءاللہ اتنی طوالت خطوں میں نہ کروں گا۔ حضرت لسان القوم کا ایک کارڈ مدتوں بعد میرے پاس آیا تھا میرے جواب لکھنے پر پھر انھوں نے جواب نہ لکھا تعجب ہے۔ ان دنوں ۲۵ جزو کی ایک کتاب نواب سید ولایت علی خاں مرحوم کی لائف میں نے لکھی ہے دیکھنے ہی کے قابل ہے جیسے جیسے ریمارک کئے ہیں سید خورشید نواب صاحب تو گھر کو لٹا چکے اور تین چار لاکھ

قرض ہونے پر بھی الہہ جلالی رنڈی مسلط ہو رہی ہے لائف کیونکر چھپے۔ ایک سال سے مجھ سے ملاقات تک چھوڑ دی ہے۔ سرفراز حسین خاں صاحب کا بھی یہی حال ہے ان للہ وانا الیہ راجعون۔

عمر کم طویل و عدو کم ذلیل۔

اپنے گھر میں اور صاحبزادی کو میری طرف سے دعا اور سید حسین خاں تسلیم بجا لاتے ہیں۔

منتظر جواب خاکسار دعا گوئے شما

سید علی محمد شاد

۶۸

میرے غمگسار بھائی

میں بہ برکت روح پر فتوح حضرت فریاد علیہ الرحمۃ چیلنج دیتا ہوں کہ مذکورۂ بالا فارسی میں دس شعر بھی کوئی صاحب آج ہندوستان میں ایسے ہی کہہ دیں تو میں پھر فارسی میں ایک شعر بھی نظم کروں تو گنہگار خدا اور رسول کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہ تصدق اسی کی بوسیدہ ہڈیوں کا ہے جو ذوالفقار باغ میں لیٹا ہوا ہے۔ اس نظم کا باقی حصہ جس میں بہ تقریبے آپ کا اور سرتاجِ خاتونانِ ہند سلمہا کا ذکر ہے بھیجوں گا۔

یہ ضرور فرمائیے کہ آپ نے اس نظم کو پسند کیا یا معمولی سمجھا۔

اخوی مکرم

اگر نعوذ باللہ آپ میرے غرور پر نہ محمول کریں تو سچ عرض کرتا ہوں کہ چالیس برس اُدھر جبکہ میں نے اپنی غزلوں کا رنگ الگ کیا تو جناب مفتی صاحب مغفور اعلی اللہ مقامہ سن کر بہت روئے اور فرمایا کہ تم نے اُردو میں ایسی روح پھونکی کہ نہ عربی میں (بجز ائمہ اہل بیت کے) کسی نے اور نہ اس افراط سے فارسی میں کسی استاد نے کہا ہے اور اپنے شاگرد رشید اور میرے مخدوم مرحوم مغفور مولانا سید جواد صاحب سے میری غزلوں کی شرح لکھنے کی تاکید کی مولوی صاحب نے بہت کوشش سے چند شعر کی شرح لکھی مگر ناتمام رہی اور ظاہر میں اُردو ایسی ہے کہ ایک جاہل بھی سمجھ لے۔ تکلیف یہ ہے کہ ایسی جگہ یہ ریاضت کی اور کر رہا ہوں کہ جہاں ایک بھی ان مضامین کا سمجھنے والا نہیں ہے ہیہات ہیہات خدا کے لئے ان شعروں کو پہلے صاف کر لیجئے ممکن ہے کہ پڑھنے میں تردد ہو۔

باسمہ سبحانہ

این قطعہ ایست کہ بتاریخ دہم دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء تصنیف کردہ در طرح مشاعرہ در خانۂ اخوی مرحوم نواب سید جعفر حسین خاں بہ خیال شرکتم منعقد کردہ بودند خواندم حیف کہ چوں قحط الرجال بود کما ینبغی بر مضامینش پے

نہ بروند و محض بر حسن ظاہری تحسین و تصورا حسنت بلند کردند ہمت
استاد زادہ محترم بلند نام سخن شناس برتر مقام اخوی و نور فوادی
مسٹر سید ہمایون میرزا صاحب روحی فداہ ابلاغ کردم ے
گر قبول افتد زہے عز و شرف

خاک نشین وطن
علی محمد شاد

قطعہ

نہ کر یہ دھیان کہ معدوم محض تو ہوگا   برنگ سبزۂ نوخیز پھر نمو ہوگا
زمیں سے اُگتے ہیں جیسے نبات مٹ مٹ کر   ترا ظہور یونہیں اے خجستہ خو ہوگا
وہ جزو لایتجزا ہے جو تخم ہے تیرا   وہ تخم بڑھ کے یہی جسم ہو بہو ہوگا
ملے گا چیت تجھے اور یہ ہوگا اس کا فیض   مقام جس کا قریب رگ گلو ہوگا
یہ چیت ہے جو حقیقت میں عکس روح الروح   یہ ہو کے ہم میں ہم آیا تو تجھ میں تو ہوگا
وہ روح شمع بھی خورشید بھی سمندر بھی   اسی کی لو ہو ضیا ہو کہ موج تو ہوگا
غرضکہ پھول سا یہ جسم جب ہو اطیار   عیاں یہ چیت بھی مانند رنگ و بو ہوگا
حریم قدس میں اس وقت ہوگا تو داخل   ترا بھی مسکن و ماوا مقام ہو ہوگا
اسی کی ذات میں ہو جائے گا فنا پھر تو   ترا معاملہ تب جا کے ایک سو ہوگا

نہ پوچھ جبکہ تجھے ہوگا وصلِ یار نصیب   مرقعِ دو جہاں تیرے روبرو ہوگا
سرورِ محض و بقائے دوام و علم لدن   صفات و ذات میں پیدا بصد علو ہوگا
وہ جا ملے گی تجھے جس پہ ہو بہشت نثار   کہیں بہشت پہ فوق اے خجستہ خو ہوگا
ابھی یہ ناز ہے زاہد بہشت میں ہے کیا   یہی کہ مجمعِ حورانِ ماہ رو ہوگا
خیال دل سے ہٹا ایسی مادیت کا   دگر نہ موردِ الزامِ عقل تو ہوگا
خدا نہ کردہ رہا گر کثیف جامۂ تن   لباسِ نفس بھی محتاجِ شست و شو ہوگا
تعصب و حسد و کینہ و دل آزاری   اسی قبیل کا عصیاں ترا عدو ہوگا
بچا نہ تو اگر اس قسم کے گناہوں سے   تو یاد رکھ کہ معذب ضرور تو ہوگا
یہی گناہ مرض بن کے پھر ستائیں گے   نہ وقت عذر نہ یارائے گفتگو ہوگا
یہ وہ گناہ ہیں دل کو کثیف جو کر دیں   یہی بڑھے تو بشر مر کے زرد رو ہوگا
یہی بنیں گے ترے حق میں افعی و عقرب   خود اپنی آگ میں خاک اے کمینہ خو ہوگا
فرشتے بھی تو جو ممد ہیں تیرے   کبھی نہ ان کو ترا پاسِ آبرو ہوگا
گماں یہی ہے کہ مدت طویل کے بعد   جو تو رہا بھی بصد شوق و آرزو ہوگا
انہیں نجوم میں ہیں بے شمار دنیائیں   پہونچ کے تو وہیں آوارہ کو بکو ہوگا
یہ اس لئے ہے کہ باقی کثافتیں ہیں ابھی   بغیر اس کے نہ انساں فرشتہ خو ہوگا
عجب نہیں ہے جو تبدیلیاں ابھی ہوں   پس از زمانۂ بسیار پاک تو ہوگا
سمجھ نہ اس کو تناسخ یہ وہ مسائل ہیں   کھلیں گے اس پہ جو عرفاں کا راز جو ہوگا

معاف کر دے تجھے پہلے ہی یہ ممکن　کہ آخر اس کا کرم بھی تو حیلہ جو ہوگا
کہے پکار کے یوں آ گناہ گار مرے　کروں جو عدل تو رسوائے خلق تو ہوگا
کرم مرا ہے وسیع اس لئے ترے حق میں　معین یاور امید و آرزو ہوگا
نہ کانپ خوف سے رہ مطمئن مرے پیارے　ترا مقام بھی اب سے مقام ہو ہوگا
یہ سن کے اپنی خوشی کا ذرا کر اندازہ　کہ اپنے جامۂ تن میں نہ میں نہ تو ہوگا
جب اس بہشت میں آ دوست ہوگا تو داخل　سرور عیش کا مرکز جو مو بمو ہوگا
بلند ہوں گے کہیں نغمہ ہائے خیل طیور　کہیں ہجوم حسینان خوش گلو ہوگا
غرضکہ جتنے لذائذ ترے خیال میں ہیں　ہر ایک حاضر و موجود و پیش رو ہوگا
یہ استغنا ہیں سب تا کہ تو سمجھ لے جلد　کہ جس کا تھا متاثر ضرور تو ہوگا
غرض بہشت کی کیا خوبیاں بیان کروں　علی الخصوص مکین جس مکاں میں تو ہوگا
جو اپنے شاد کو ڈھونڈھے گا تو وہ بھی وہیں　غزل سرا کسی گوشہ میں قبلہ رو ہوگا
ٹھہر ٹھہر کے بصد درد دھن میں پہلو کی　غزل یہ ورد لب اور پاک باوضو ہوگا

غزل

ہزار مجمع خوبان ماہ رو ہوگا　نگاہ جس پہ ٹھہر جائیگی وہ تو ہوگا
خوشا وہ وقت کہ عالم میں تو ہی تو ہوگا　جدھر نگاہ اٹھاؤ مقام ہو ہوگا
ہر ایک قطرہ کو گن گن کے خاک رنگ لیگی　نہ اس گلی میں مرا رائگاں لہو ہوگا

پکارتا ہے یہ پیری میں اپنا جامۂ تن
ہزار ٹکڑے ہوں جس کے وہ کیا رفو ہوگا
کسے لحاظ ہے تحت الحنک کا قاتل کی
رگوں میں دیر سے کھولا ہوا لہو ہوگا
بغیر مے کے ملائے لبیں اپنا منہ دھوکر
کبھی درست نہ زاہد ترا وضو ہوگا
خزاں کے دور کا ٹھرّا لو بنگ ہے اخدا کی پناہ
جو سرخ رو ہے وہی پہلے زرد رو ہوگا
شکستہ جام پڑا ہوگا بعد ساقی کے
کہیں زمیں پہ لٹا ڈھلکا ہوا سبو ہوگا
محیط عشق کو ہم دیکھکر یہ سمجھے تھے
بہت بہت ہوا گہرا تو تا گلو ہوگا
محبت مے و میخانہ حد سے جب بڑھ جائے
تو نام اس کا تعصب نہیں غلو ہوگا
جو ہیں تلاش میں تیری سنا دیے ان کو
جہاں تک بند ہو رستہ وہیں پہ تو ہوگا

واجب الالتماس پچاس برس سے بلا فرق میری عادت ہے کہ کم سے کم دو ۲ بجے رات سے اٹھ کر کچھ فرائض ادا کر لینا اور خاص کر کے فلسفۂ مذاہب مختلفہ کی کتابیں یا کتب تاریخ سب کے بعد نہج البلاغت کی شرحیں وغیرہ وغیرہ ضرور دیکھا کرتا ہوں نماز صبح کے بعد جیسا موقع ہوا دو چار غزلیں یا مرثیہ یا اور کوئی تصنیف ضرور کرتا ہوں اس پر بھی کم سے کم ایک غزل بھی ضرور کہتا ہوں چنانچہ آج جو غزل کہی ہے وہ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں ہنوز مسودہ ہے ؎

کٹھن ہے خوف و رجا کی منزل ابھی کا رہرو کو سامنا ہے
یہیں لٹے ہیں بہت مسافر یہی دو راہہ تو بد بلا ہے

یہاں کے سارے جمال والے ابھی ہیں امرت ابھی ہلاہل
ہر ایک پیاسا ہے خون کا تو بھی ہر ایک محبوب دل ربا ہے
فسانہ گو نیند کیونکر آئے یہ سوچ رہ رہ کے ہے کہ تو نے
عجب کہانی کہی کہ جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا ہے
خوشی سے کٹوائے اپنی گردن ذرا بھی میلی کرے نہ چتون
بجز شہید رضائے قاتل بتاؤ کس کا یہ حوصلا ہے
لقب ہے فرہاد جس ولی کا وطن یمن جو لعل بے بہا تھا
اسی کا میں بھی ہوں نام لیوا وہی بزرگ اپنا پیشوا ہے
ہزار فرقت کی شب ستائے وصال کی اور سحر نہ آئے
اگر کا ہے حرف شرط مہمل کہو نہ دوں یوں کہو خدا ہے
کھلی ہوئی بھی ہیں جن کی آنکھیں ٹٹولتے ہیں وہ جام و خم کو
یہاں کا ہر رند ہے نرالا کہ جاگنے پر بھی سو رہا ہے
گلہ جو روتے ہیں یار کا سب تو کیوں تبسم کریں نہ عاشق
یہی بتا دے کوئی کہ دیکھو یہ رحم اس کا ہے یہ جفا ہے
جدا کرے کون کس کی طاقت نہ وہ قوا ہیں نہ وہ بصارت
یہاں فنا میں بقا ہے داخل بقا میں لپٹی ہوئی فنا ہے

شراب بٹتی ہے توڑ کر صف جو تھے مقدم ہوئے موخر
یہاں کا آئین ہے نرالا یہ میکدہ خوفناک جا ہے
یہاں کا پیرِ مغاں ہے ساکت نہ پوچھ اس میکدہ کی حالت
وہ رند جو ہے خموں کا مالک سبو بھی اوروں کے تک رہا ہے
چہک لے شاخوں پہ گل کی بلبل درخت جی بھر کے پھول پھل لیں
بہار کی گلشن جہاں میں بندھی ہوئی جب تلک ہوا ہے
مجھے تپنہ ہو یا تسلی اسی سے کامل ہے اے شب غم
کہ ایسا ہی جرم سخت تھا وہ کہ جس کی یہ سخت تر سزا ہے
غریب عنبر کی کیا خطا ہے کسی کا صندل نے کیا بگاڑا
یہ رگڑے کیوں کھا رہا ہے اے دل وہ جل کے کیوں خاک ہو رہا ہے
ملاؤ چہرہ مزاج جانچو قوا کو دیکھو نہ کھاؤ دھوکھا
وہ شاد جو تھا وہ دوسرا تھا یہ شاد جو اب ہے دوسرا ہے

ادارۂ ادبیات اُردو

دُوسری مطبوعات

روحِ غالب ۔ اردو فارسی کے مشہور شاعر و ادیب مرزا اسد اللہ خاں غالب کی حیات اور کارناموں کی ایک مجمل سرگزشت اور ان کے اردو خطوط کے دلچسپ ادبی حصوں کا انتخاب جس کو جناب ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری زورؔ نے نہایت محنت اور جانفشانی سے مرتب کیا ہے۔ اس کتاب کا پیش لفظ نواب مہدی یار جنگ بہادر ام اے (کیمبرج) صدر المہام تعلیمات و معین امیر جامعہ عثمانیہ نے تحریر فرمایا ہے۔

اس کتاب میں سب سے پہلی دفعہ غالب کے خاندان و اعزہ اور ان کے سسرالی اعزہ و اقارب کے دو تفصیلی شجرے بھی شائع کئے گئے ہیں۔

غالبؔ کے حالاتِ زندگی جس خوبی اور اجمال کے ساتھ اس میں درج ہیں آج تک کسی سوانح غالبؔ میں نہیں شائع ہوئے۔

غالبؔ کی فارسی اور اردو تصنیفات کی تفصیل، ان کی نوعیت، زمانۂ تصنیف ان کی اشاعت کی تاریخیں غرض ہر ضروری معلومات اس میں شامل ہیں۔ تاریخ ادب کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوگی۔

اس میں غالبؔ کے خطوط کے ادبی حصوں کا نہایت نفیس انتخاب کیا گیا ہے

تاکہ جو لوگ علمی بحثوں میں الجھنا نہیں چاہتے اور غالب کے شگفتہ اور پاکیزہ اسلوب سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں وہ بے تکلف ان ادب پاروں سے محظوظ ہو سکیں۔

صفحات (۱۷۶) تعداد تصویر (۳) کتابت و طباعت نفیس کاغذ اعلیٰ قسم قیمت عہ/

شمس العلما محمد حسین آزاد ۔ از محترمہ جہاں بانو بیگم صاحبہ ایم۔ اے اس کتاب میں آزاد مرحوم کے حالات زندگی اور تصنیفات پر مبسوط مکمل معلومات ایک جگہ کر دی گئی ہیں۔ یہ نہایت اعلیٰ پایہ تحقیقی و تنقیدی کتاب ہے جس پر مصنفہ کو جامعہ عثمانیہ سے ایم۔ اے ڈگری حاصل ہوئی ہے۔ صفحے قیمت عہ

سر سید احمد خان ۔ از مولوی ظہیر الدین صاحب ایم۔ اے۔ ایچ سی ایس بچوں اور عوام کیلئے یہ دلچسپ باتصویر کتاب خاص طور پر لکھی گئی ہے قیمت صرف ۲/

اقبال نمبر اس نمبر میں شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم کی حیات اور کلام کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے اقبال کی شاعری اور فلسفہ کو مختلف اہل قلم نے نہایت تحقیق اور محنت سے واضح کیا ہے ہندوستان کے بڑے بڑے شاعروں کی نظمیں اقبال سے متعلق شائع کی گئی ہیں بین الاقوامی شہرت رکھنے والے حضرات کے پیامات بھی شامل ہیں۔ حیدرآباد میں یوم اقبال کے مضامین کا اقتباس بھی دیا گیا ہے وفات کے بعد سارے ہندوستان میں جو کچھ ہوا اس کی تفصیل بھی شریک ہے۔ غرض یہ نمبر تمام ہندوستان میں مقبول ہوا اور اب تک اس کی مانگ ہو رہی ہے۔ لاہور کی بزم اقبال نے اس نمبر کو اس قدر پسند کیا کہ اڈیٹر سب رس کو بزم کے ممبر ہونے کی عزت دی۔

اقبال کے بعض اشعار کو مصور بھی کیا گیا ہے۔ خان بہادر عبدالرحمن چغتائی نے اقبال کی ایک رباعی کو اپنے مخصوص انداز حسن کاری میں مصور کیا ہے خاص کر اقبال کی ایک نایاب تصویر

شائع کی گئی ہے جس میں اقبال اپنے اصلی رنگ میں جلوہ گر ہیں۔ اس تصویر کی سارے ہندوستان میں دھوم مچ گئی۔ اکثر رسائل نے سب رس سے مستعار لے کر اس کو شائع کیا ہے۔ کتابت طباعت وغیرہ نہایت نفیس اور علامہ اقبال کے شایان شان۔ (تعداد صفحات ۱۶۰) تعداد تصاویر (۶) قیمت عہ

ورڈز ورتھ اور اس کی شاعری۔ اس کتاب میں مولوی میر حسن صاحب ایم اے نے ورڈز ورتھ کے حالات زندگی کے ساتھ ساتھ اس کے تجربات حیات نے جس جس طرح سے اس کے شعری رجحانات کی تعمیر و تشکیل کی ہے ان کو واضح کیا ہے۔ بہت سی نظموں کا اردو ترجمہ بھی دیا گیا ہے ورڈز ورتھ کا پایہ انگریزی شاعری میں بحیثیت فطرت نگار بہت بلند ہے اور جدید اردو شاعری اس سے خاص کر متاثر ہوئی ہے۔ اردو دانوں کے لئے اس کے حالات اور کلام کا مطالعہ افادہ سے خالی نہیں۔

۱۔ "سوانح نگاری کا یہ طرز عام روش سے علیحدہ ہے اور چونکہ فطری اصول کے مطابق ہے اس لئے نہایت پسندیدہ ہے۔ ہمارے جدید مطبوعات میں یہ ایک مفید اور دلچسپ اضافہ ہے" رسالہ ہندوستانی الہ آباد
جولائی سنہ ۱۹۳۳ء

۲۔ "مولف نے یہ ایک اچھا طریق سوانح نگاری اختیار کیا ہے اگر اسی رنگ پر وہ دوسرے باکمال شعرائے یورپ کو روشناس کرنے میں کامیاب ہو جائیں جیسا کہ ان کا مقصد ہے تو اردو کی ایک مفید خدمت انجام دیں گے"
مولانا سلیمان ندوی رسالہ معارف اعظم گڑھ

۳۔ "قابل مصنف نے نہایت محنت اور دماغ سوزی سے کام لے کر یہ کتاب مرتب کی ہے اردو دان پبلک خصوصاً شعرا حضرات کو اس کی قدر کرنی چاہئے" رسالہ زمانہ کانپور

۴۔ "وہ لوگ جو خاص ادبی ذوق رکھتے ہیں اور مشرق و مغرب دونوں جگہ کی شاعری پر تقابلی نگاہ ڈالنا چاہتے ہیں

ان کے لئے یہ کتاب خصوصیت کے ساتھ قابلِ قدر ہے" مولانا نیاز فتحپوری "نگار" لکھنؤ

۵۔ "میر حسن صاحب نے یہ بہت قابلِ قدر کام کیا ہے۔ ان کی محنت قابلِ شکر اور لائق قدر ہے اور اُردو شعرا کو یہ کتاب ضروری پڑھنی چاہئے" مولانا عبد الحق رسالہ "اردو" نئی دہلی

۶۔ "یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کا مطالعہ میں نے بڑی دلچسپی سے کیا اور میں ذاتی طور پر واقف ہوں کہ اس کی تیاری میں مسٹر میر حسن نے بڑی محنت اور جانکاہی سے کام لیا۔ پروفیسر ای ای اسپیٹ

تعدادِ صفحات (۴۱۰) مع تصویر شاعر قیمت مجلد (عہ ۴ر)

ٹیگور اور اُن کی شاعری ۔ ٹیگور کی شاعرانہ عظمت سے کون واقف نہیں ان کی شاعری نے بین قومی مقبولیت حاصل ہے۔ یہ شاعرِ مشرق پر سب سے پہلی مستقل کتاب ہے جس میں مولوی مخدوم محی الدین صاحب ایم اے نے ٹیگور کی شخصیت، ان کی ادبی زندگی کے گوناگوں پہلوؤں اور ان کے فلسفۂ زندگی پر روشنی ڈالی ہے ٹیگور کا پیام، گاندھی اور شانتی نکیتن پر علیحدہ ابواب میں تفصیلی بحث کی ہے اس کتاب کے لئے خود شاعر نے ایک اپنی نفیس تصویر بھیجی تھی جو اس میں شائع کی گئی ہے۔ "پیش نظر کتاب میں ٹیگور کی شخصیت ان کی ادبی زندگی کے گوناگوں پہلوؤں اور اُن کے فلسفۂ زندگی پر اجمالی نظر ڈالی گئی ہے" مولوی عبد الحق صاحب رسالہ "اردو"

تعدادِ صفحات (۱۲۸) مع تصویر شاعر قیمت عہ

مدراس میں اُردو (مجلد) اس کتاب میں مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی منشی فاضل نے مدراس میں اردو کے نشو و نما اور اس کے ارتقاء کی تاریخ پیش کی ہے۔ کتاب کو نو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے ہر دور کے شعرا اور نثر نگاروں کے سوانح حیات اور نمونہ کلام کو پیش کیا ہے۔ تاریخ ادب اردو سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اس کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔

تعدادِ صفحات (۲۰۰) قیمت مجلد عہ

LYTTON LIBR

LYTTON
ALIGA
MUSLIM UNIVE

اِدارۂ ادبیاتِ اُردو

اردو زبان اور ادب کی مخلصانہ خدمت کر رہا ہے ۔

اِسکی مطبوعات تمام اردو دنیا میں قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی

ہر دلچسپ اور مفید موضوع پر اس نے کم قیمت کتابیں شایع کی ہیں

اِسکی کتابیں کتابت، طباعت، کاغذ اور عام دلکشی کی وجہ سے مشہور

اِس نے ملک میں مطالعہ کا ذوق عام کرنے میں بڑا حصہ لیا ہے ۔

اِسکی باتصویر اور مجلد کتابیں اپنی نفاست کی وجہ سے بہت پسند کی

بچوں، بوڑھوں، مردوں اور عورتوں ہر ایک کی ضرورت کی کتابیں شایع کر

اِسکی مطبوعات کی فہرستیں طلب کرنے پر مفت بھیجی جاتی ہیں ۔

اُردو کتابیں خریدنی ہوں تو ادارہ کے "سب رس کتاب گھر" خیریت آباد

ضرور مشورہ کیجیے جو بلا تکلف آپکے ذوقِ مطالعہ کی تکمیل میں مدد دے

اگر آپ اُردو زبان سے ہمدردی رکھتے ہیں تو ادارہ کے رکن بن ج

اور ملک کی ایک مخلص اور سرگرم عمل جماعت کا ہاتھ بٹائیے ۔

CALL No. ٨٩١٤٨٣٥
شی ١١ م شی
ACC. No. ١٨٨٢٨
AUTHOR شاد عظیم آبادی
TITLE مکتوبات شاد عظیم آبادی - مرتب محی الدین قادری زور

٨٩١٤٨٣٥
شی ١١ م
١٨٨٢٨
شاد عظیم آبادی
مکتوبات شاد عظیم آبادی، مرتب محی الدین قادری زور

Date	No.	Date	No.
For Bind Gift 29.8.91	130		

AT THE TIME

MAULANA AZAD LIBRARY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over-due.